خُدا کی تاریخ

یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں وحدانیت پرستی کا تاریخی جائزہ

مصنفہ: کیرن آرم سٹرانگ

ترجمہ: یاسر جواد

www.pdfbooksfree.blogspot.com

خدا کی تاریخ

یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں وحدانیت پرستی کا تاریخی جائزہ

مصنفہ: کیرن آرمسٹرانگ

ترجمہ: یاسر جواد

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

فہرست

۱۔تعارف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۲۔پہلا باب ابتدائی لوگوں کا خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۳۔دوسرا باب ۔یہودیت؛ خدائے واحد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۴۔تیسرا باب ۔عیسائیت کا آغاز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۵۔ چوتھا باب۔تثلیث۔۔عیسائی خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۶۔پانچواں باب۔ وحدانیت ،اسلام کا خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۷۔چھٹا باب۔فلسفیوں کا خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۸۔ساتواں باب۔صوفیوں کا خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۹۔آٹھواں باب۔ مصلحین کا خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۱۰۔نواں باب۔روشن خیالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انڈیکس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

www.pdfbooksfree.blogspot.com

تعارف

مردوں اورعورتوں نے انسانی روپ اختیار کرتے ساتھ ہی اپنی ہستی کی وجوہ کوسمجھنےکوکوشش شروع کردیا وراس جستجو کی پرستش کرنے لگے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تصور خدا کی تاریخ کا آغاز انسان کے ذہن میں آنے والی اولین سوچوں کے ساتھ ہی ہوگیا ۔

دراصل انسان کو سب سے پہلے حیرت متحرک چیزوں کو دیکھ کر ہوئی بڑھتے ہوئے پودے اور جانور زلزلے سے زرتے ہوئے پہاڑ آسمان شب پر محوخرام اور دن کو طواف کرتا ہوا سورج اب سب مظاہر نے ان کے اندر کوئی ایسی ہی چیز موجود ہونے دلالت کی جو انسان کو اپنے اندر بھی محسوس تھی اس حرکت کو روح کا نام دیا گیا بعد میں تہذیبی ترقی کے ساتھ ساتھ اس حرکت کا ماخذ تلاش کرنے کی کوششیں ہوتی رہیں اور روح الارواح کا تصور بنا۔

مابعدالطبیعاتی معاملات میں سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ ان کا طبیعی صورتحال کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے خوابوں سے لے کر الہام کے تجربات تک تمام یہ صورتوں پر یہ بات لو گو ہوتی ہے ہمارے شعور میں یالاشعور میں موجود چیزیں اوراحاسات چاہے ان کا حقیقت سے کوئی تعلق ہو یا نہ ہو طبعی حالات کا ہی پرتو ہوتے ہیں مثلاً قدیم دور کے جنوں اور پریوں اور جدید سائنسی عہد میں اڑن طشتریوں کے حوالے سے پائے جانے والے خیالات چار سے پانچ سو سال پہلئے کسی شخص کو اڑن شخص طشتریوں کا خیال نہ آیا کیونکہ اس وقت مین کے علاوہ دیگر سیاروں پر ذہین حیات کی ممکنات کے حوالے سے تحقیق شرع نہیں ہوئی تھی مختلف تہذیبوں میں جنت اور دوزخ کا تصور بھا اس خیال کی تائید کرتا ہے۔

تصور خدا بھی کافی حد تک سماجی اور تاریخی حالات سے متاثر ہوا زیر نظر کتاب کی مصنفہ نے اسی نظریے کو بنیاد بنایا ہے یہاں تین بڑے وحدانیت پرستکے پس منظر کی بات کی گئی البتہ وحدانیت پرستی کے آغاز کی تاریخ میں مصر کا کردار بھی بہت اہم ہے ایک خداء (ا۔یارع) کی پرستش مصریوں نے اس وقت شروع کی جب دیگر تہذیبیں بت پرستی کے عہد طفولیت میں ہی تھیں سورج دیوتا کی پرستش لافانیت پر زور افلاک کی دنیا کی درجہ بندی حیات بعداز موت کا تصور مصریوں کی ہی دین ہیں ایک قدیم مصری گیت میں توحید کا اظہار دیکھا جاسکتا ہے تو ہر آدمی کو اس جگہ پر متعین کرتا ہے اے ابدیت کے مالک تیرے منصوبے کتنے مشکوہ میں تو میرے دل میں ہے یہ توحید کا پہلا واضح اظہار ہے زبور باب ۱۰۴ سے اس حمد کی واضح مشابہت وحدانیت پرستی میں مصری کردار کے ہاتھوں دنیائے بیرہ روم کی مصر کے تحت یکجہتی کا انعکاس تھا ہم اس مثال کو اگر تمام مابعدطبیعاتی معاملات پر لاگو کر کے سمجھنے کی کوشش کریں تو کافی واضح ہوجائے گا ۔

کیرن آرمسٹرانگ نے وہ راہیں دریافت کرنے کی کوشش کی ہے جن ست گزشتہ گزر تصور خدا نے مختلف صورتیں اختیار کیں ساتھ ہی ساتھ وہ مختلف مذاہب کے خداؤں کے درمیان حیرت انگیز مشابہتوں کی جانب بھی توجہ دلاتی ہے مصنفہ کا کہنا ہے کہ تاریخ کے تینوں بڑے وحدانیت پرست مذاہب نے شخصی خدا کا تصود مکمل تشکیل دیا جس نے انھیں حالت کو رفعت کرنے دینے کے قابل بنایا کچھ وحدانیت

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

پرستوں نے مایوسی اور خوف کو دیکھا جبکہ دیگر نے راو ماورائیت کا تجربہ کہنا خدا کی تاریخ میں اس فرق کی تحقیق کی گئی ہے۔

کیرن آرم سٹرانگنے اپنی زندگی کے سترہ سال بطور رومن کیتھولک بن بسر کیے ۱۹۶۹ ئمیں اپنے مذہبی سلسلے کو چھوڑنے کے بعد انھوں نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے ڈگری لی اور جدید ادب پڑھایا نیز وہ برٹش براڈ کاسٹر برائے مذہبی امور کے فرائض بھی سرانجام دیتی رہیں انھیں ایسوسی ایشن آف مسلم سوشمسائنز کا اعزاز رکن بنایا گیا ان کی کچھ دیگر تصنیفات یہ ہیں ۔

Muhammad (P.B.U.H)

Through the narrow gate

Beginging the world

The grospet according to woman

holy war

کتاب میں انڈیکس بھی شامل کی گئی ہے تاہم خشک فلسفانہ بحثوں اور حوالوں کو حذف کر دیا گیا ہے ۔

ابتدائی لوگوں کا خدا

بہت آغاز می بنی نوع انسان نے ایک خدا تخلیق کیا جو تمام چیزوں کی علت اول اور زمینوں اور آسمانوں کا حاکم تھا اس کا کوئی معبد ربت اور مقدس رسوم وغیرہ بہ تھیں آہستہ آہستہ وہ انسانی شعور سے محو ہوتا گیا وہ انسانوں سے اس قدر دور چلا گیا کہ ا بھوں نے یصلہ کیا کہ اب وہ کسی کام کا منہیں رہا تھا یہ محض ایک نظریہ ہے اس کا پرچار فادر ولہلم شمڈٹ نے تصور خدا ماخذ میں کیا اس نے کہا کہ کثیر الرعداد ادبتوں کی پرستش شرعو ہونے پہلے بھی انسان ایک ہی خدا عبادت کیا کرتے تھے وہ خدا دنیا کا خالق اور انسانی امور کا نگران تھا اس قسم کے آسمانی خدا کا تصور اب بھی بہت سے افریقیقی قبائل کے مذہب میں پایا جاتا ہے۔

مسیح سے بھی چار ہزار برس قبل میسو پوٹیمیا موجود عراق میں لوگ آباد تھے جنھیں سومیریوں کے نام سے جانا جاتا ہے انھوں نے مہذب دنیا کا اولین کلچر قائل کیا تھا سومیریوں نے اپنے شہروں ارار یک اور کش میں کط منیخی ایجاد کیا میناروں میں معبد بنائے اور ایک متاثکر ین کن شریعت تشکیل دی ابھوں نے بے مثال ادب اور اساطیر بھی تخلیق کیں کچھ ہی عرصہ بعد میں خطے سامی عکاویوں نے حملہ کر دیا اور انھونں نے سومیر کی زبان اور کلچر اپنا لیا دارالحکومت بنایا انجام کار ۵۰۰ برس بعد اشوریوں اختیار کی اور پھر آٹھویں صدی کے دوران بابل فتح کر لیا اس بابلی روایت نے کنعان کی اسطور ور مذہب کو بھی متشکل کیا جو قدیم اسرائیلوں کی ارض موعودہ بن گیا قدیم دنیا کے دیگر لوگوں کی طرح بابلوں نے بھی اپنی ثقافتی کامیابیوں کو دیوتاؤں سے منسوب کیا لہذا بابل کو بھی آسمانی دنیا کا عکس خیال کیا گیا اور اس کے تمام معبد ایک ایک افلاکی محل کا نقش ثانی تھے الوہی دنیا کے ساتھ تعلق تیوہار سال نو کے جشن کی صورت میں منایا جاتا تھا یہ تیوہار ساتﷺیں صدی عیسوی تک پورے زور شور کے ساتھ جاری رہا اس میں بادشاہ کی تاجپوشی ہوتی اور اسے اگلے سال تک کے لئے مقرر کیا جاتا چنانچہ سیاسی استحکام کے

لئے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنا ضروری تھا پرانے مردہ سال منسوخ کرنے کے لئے ایک مینڈھا قربان کیا جاتا عوام کے ہاتھوں بادشاہ کی بے عزتی اور کارنیوال بادشاہ کی تخت نشینی ہوتی ہے۔

یہ علامتی کاروائیاں ایک رسوماتی اہمیت رکھتی ہیں وہ اہل بابل کو مقدس قوت یا مانا میں غسل کرنے کے قابل بناتی تھیں جس پر اک یکی اپنی انتشار قوتقں کا شکار ہوسکتا تھا تیوہار کے چوتھے دن کی دوپہر کو پروہت اور مغنی مل کر اینوما ایلش پڑھتے اینوما الیشا یک رزمیہ داستان تھی جس میں بے ترتیبی کے خلاف دیوتاؤں کی فتح کا حال بیان کیا گیا تھا یہ کہانی محض ایک علامتی حیثیت رکھتی تھی تخلیق کا لفظی بیان ناممکن تھا کیونکہ اس دور میں کوئی بھی محض شخص موجود نہ تھا چنانچہ انھیں بیان کرنے کے لئے اساطیر اور علامات ہی واحد موزوں طریقہ تھیں اینوما لیش پر تھوڑا سا غور کرنے سے ہمیں اس روحانیت کا دراک ہوتا ہے کہ جس نے صدیوں بعد ہمارے خالق کو جنم دیا اگرچہ تخلیق کے بارے میں قرآن اور بائبل کے بیانات کافی مختلف ہیں لیکن یہ عجیب وغریب چیزیں کسی نہ کسی صورت میں ضرور موجود ہیں بلکہ وہ کافی بعد میں آکر خدا کی تاریخ دوطبارہ داخل ہوگئیں ۔

کہانی کا آغاز خود دیوتاؤں کی تخلیق کے ساتھ ہوتا ہے اس چیز نے یہودی ور مسلم تصوف میں بہت زیادہ اہمیت اختیار کی اینو مالیش میں کہا گیا ہے کہ ابتدا میں دیوتا جوڑوں کی صورت میں ایک بے شکل سمندر میں ست نمودار ہوئے یہاں عدم سے وجود میں آنے کا تصور موجود نہ تھا جو قدیم دنیا کے لیے ایک ن ءبات تھی یہ الوہی خام مال ازل سے ہی موجود تھا جب بابلیوں نے اس قدیم مواد کا تصور کرنے کی کوشش کی تو انھوں نے سوچا کہ وہ میسوپوٹیمیا کی دلدلی وہران زمینوں جیسا ہی ہوگا سیلاب ہمیشہ انسان کی نازک تعمیرات کے لئے خطرہ بنے رہتے تھیا س کے بعد تین دیوتا اپسو دریاؤں کا میٹھا پانی اس کی بیوی تیامت کھارا سمندر اور مومو بے ترتیبی کی کوکھ نمودار ہوئے ان تینوں دیوتاؤں کے ناموں کا ترجمہ تاریکی عدم اور اتھاہ خلیج کو طور پر کیا اج سکتا ہے ابھی تک ان کی الگ الک شناخت قائم نہیں ہوئی تھیں۔

مختلف مراحل میں دیگر دیوتاؤں کا صدور رہوا جسے ہمارے خدا کی تاریخ میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے الوہی جارہ رہنے کے ساتھ ہر نئے دیوتا کی شناخت زیادہ واضح ہوتی گئی لیکن تخلیق کا عمل ابھی شروع ہی ہوا تھا بے ترتیبی اور انتشار کی قوتوں کو مستقل جدوجہد کے ذریعہ ہی قابو میں رکھا جا سکتا تھا جوان دیوتا اپنے والدین کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے لیکن یا اپنی بیوی تیامت پر غلبہ پانے کے قابل نہ ہوسکا تھا خوش قسمتی سے اس کا اپنا ایک بیٹا سورج دیوتا مردوک تھا کو الوہی نسل لاکامل ترین نمومہ تھا یوتاؤں کی ایک اعلی مجلس م، یں مردوک نے اس شرط پر تیامت کو شکست دینے میں کامیاب ہوگیا اس داستان میں تخلیقیت ایک جدوجہد ہے ۔

تاہم انجام کار مردوک نے تیامت کی لاش کے اوپر کھڑے ہوکر ایک نئی دنیا تخلیق کرنے کا فیصلہ کیا اس نے تیامت کے جسم کو دوحصوں میں تقسیم کرکے آسمان کی محراب اور انسانوں کی دنیا بنائی اس کے بعد اس نے ہر چیز کو اس کا مستقبل مقام دینے کے لئے قوانین بنائے تیرتیب حاصل کرنا لازمی تھا چنانچہ دیوتاؤں نئی دنیا کے مرکز یعنی بابل میں جمع ہوئے اور ایک معبد تعمیر کیا جہاں آسمانی رسوم ادا کی جا سکتی تھیں اس کے نتیجے میں مردوک کے لیے ساتھ منزلہ مینار بنا لا انتہا آسمان کی علامت جب یہ مکمل ہوا تو مردوک اس اردگرد کھڑے دیوا تا پکارے یہ بابل ہے دیوتا کا پیارا شہر تمہارا پسندیدہ گھر اس کے بعد انھوں نے کائنات کے قواعد اور ضوابط بنائے یہ داستان بابلیوں کی نظر میں تہذیب

کے داخلی کے مفہوم کو بیان کرتی ہے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اپنے آباؤ اجداد نے ہی مینار بابل تعمیر کیا تھا لیکن اینو مالیش کی کہانی اس یقین کا اظہار بھی ہے ان کی تخلیقی مہم جوئی الوہی قوت کے عمل دخل کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی تھی اس کے علاوہ وہ بابل کو ایک مقدز مقام بھی خیال کرتے تھے دنیا کا مرکز اور دیتاؤں کا مسکن قدیم عہد کے تقریبا سبھی مذاہب میں یہ تصور ملتا ہے۔

آخر کار مردوک نے انسانیت کی تخلیق کی اس نے کنگو مار کو الوہی خون اور خاک کو ملا کر انسان بنایا دیوتا حیرت اور تحسین کے ساتھ دیکھتے رہے اس کہانی میں ایک نقطہ قابل غور ہے اولین انسان کو دیوتا کے مواد سے بنایا گیا تھا چنانچہ وہ بھی الوہی فطرت میں شریک تھا چاہے ایک مُدود پیانے پر ہی سہی انسانوں اور دیوتاؤں کے مابین کوئی خلیج حائل نہ تھی فطری دنیا مرد اور عورتیں اور خود دیوتا ایک ہی جیسی فطرت رکھتے تھے اوران سب کا ماخذ الوہی تھا الوہیت بنیادی طور پر انسنیت سے مختلف نہ تھی لہذا دیتاؤں کے خصوصی کشف الوہی شریعت کی کوئی ضرورت نہیں تھی واحد فرق یہ تھا کہ دیوتا زیادہ طاقتور اور لافانی تھے ۔

یہ تصور صرف مشرق وسطی تک ہی محدود نہ تھا یہ ساری قدیم دنیا میں پایا جاتا تھا لگتا تھا کہ مردوک اور تیامت کی کہانی نے کنعان کے لوگوں کو بھی متاثر کیا جنھوں نے بعل کے بارے میں بھی اس قسم کی کہانی بیان کی بعل زرخیزی اور طوفان کا دیوتا تھا اور بائبل میں اس کا ذکر اچھے لفظوں میں نہیں آرا سمندروں اور دریاؤں کے دیوتا تا ہم کے ساتھ بعل کی لڑائی کی کہانی چوتھی صدی عیسویں مین تیار کی گئی مٹی کی لوحوں پر ملتی ہے بعل اور یم دونوں ہی کنعانی خدائے اعلی ایل کے ساتھ رہتے تھے ایک کی مجلس میں یم مطا: لبہ کرتا ہے کہ بعل اس کے حوالے کر دیا جائے بعل دو جادوئی ہتھیاروں کی مدد سے یم کو شکست دیتا ہے اور قتل لگتا ہے کہ ایل کی بیوی اور دیوتاؤں کی ماں عشیرہ درخواست کرتی ہے کہ ایک قیدی کو مارنا سوا کم فعل ہے بعل نادم ہو کر یم جانے دیتا ہے چنانچہ یم کی نمائندگی غصیلے سمندر اور دریا کرتے ہیں جو ہر وقت زمین پر سیلاب لانے کا خطرہ بنے رہتے ہیں جبکہ بعل دیوتا طوفان باد باراں کا دیوتا امین کو زرخیز بناتا ہے چنانچہ بہت قدیم مذہب میں تخلیقیت کو الہی صفت خیال کیا گیا ہم آج بھی کسی تخلیق کے لے الہامی یا معجزاتی جیسے الفاظ استعال کرتے یں ۔

لیکن بعل کا انجام اس کے برعکس ہوتا ہے وہ مر موت اور بنجرپن کے دیوتا موٹ کی دنیا میں اتر جاتا ہے خدائے اعلی ایل اپنے بیٹے کے انجام کی خبر سن کر اپنے تخت سے نیچے اتر تا ٹاٹ کا لباس پہنتا ہے اپنے بیٹے کو واپس حاصل نہیں کر پا تا بعل کی محبوبہ اور بہن انات الوہی سلطنت میں سے باہر نکلتی اور اپنی جڑواں روح کی تلاش می جاتی ہے اسکی لاش ملنے پر وہ ایک تعزیتی تقریب کا اہتمام کرتی موت کو قابو کر کے مار ڈالتی اس کی لاش کو جلاتی اور راکھ کو کھیت یں بو دیتی ہے دیگر عظیم دیویوں ۔۔۔ انانا عشتار اور آئسس ۔۔۔۔۔۔ کے بارے مین بھی اسی قسم کی کہانیاں ملتی ہیں جو سی مردہ دیوتا کو تلاش کر کے مٹی کو ایک نئ زندگی دیتی ۓ ہمیں ادھورے ریکارڈز سے بس اتن اہی معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں بعل کو دوبارہ زندہ کر کے انات کے حوالے کر دیا جاتا ہے قدیم کنعان میں کاملیت اور ہم آہنگی کے لیے جنسوں کے ملاپ کو بچور استعارہ استعمال کیا کرتے تھے دیوتا کی موت دیوی کی کامیاب تلاش اور الوہی دنیا میں واپسی کی کہانی بہت سی تہذیبوں میں ملتی ہےءاور یہودیوں، عیسائیوض اور مسلمانوں کے وحدانی مذاہب میں بار بار آتی ہے ۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

www.pdfbooksfree.blogspot.com

بائبل میں مذہب کو ابراہیم ابرہام کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے جو وار سے نکلے اور انجام کار بیسویں اور انیسویں صدیوں کے دوران جنعان میں آباد ہوئے ہمیں ابرہام کا کوئی ہم عصت ریکارڈ نہیں ملتا لیکن محققین کا خیال ہے کہ وہ ان سیلانی رداروں میں سے ایک یہوں گے جو کہ تین ہزار مغربی سامی زبانیں بولتے تھے جن میں عبرانی بھی شامل تھے وہ بدریں جیسے متقل خانہ بدوش نہیں تھے ان کی ثقافتی حیثیت صحرانشیوں سے برترتھی کچھ ایک امیر ہوگئے اور انھوں نے نلازم تاجرار دیگر پیشوں سے وابستہ لوگ بھی شامل تھے کچھ امیر ہوگئے اور انھوں نے زمین حاصل کر کے آباد ہونے کی کوشش کی ہوگی کتاب پیدائش میں ابرہام سے متعلق کہانیوں میں انھیں کرائے سپائی کے طور پر سدوم کے بادشاہ کے ساتھ اس کی لڑائیوں کا بیان بھی دیا گیا ہے جب ابرہام کی بیوی سارہ کا انتقال ہوا تو انھوں نے ہیرون میں امین خرید لی جواب مغربی کنارے میں واقع ہے۔

کتاب پیدائش کے مطابق کنعان جدید اسرائیل میں ابتدائی عبرانی آبادی کی تین لہیں ،موجود تھیں ایک کا تعلق ابرہام اور ہبرون کے ساتھ تھا اور یہ لہر تقریبا ۱۸۵۰ قبل مسیح میں آئی ہجرت کی دوسری لہر کا تعلق ابرہام کے پوتے یعقوب کے ساتھ تھا جس کو اسرائیل کا نام دیا گیا بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ یعقوب کے بیٹے جو بارہ اسرائیلی قبائل کے اجداد بنے کنعان میں شدید قحط پر ہجرت کر کے مصر چلے گئے عبرانی آبادکاری کی تیستی لہر تقریبا ۱۲۰۰ قبل مسیح میں اس وقت اٹھی جب ابرہام کی اولاد ہونے کا دعوی کرنے والے قابائل مصر سے واپس کنعان پہنچے انھوں نے کہ مصریوں نے انھیں غلام بنالیا تھا لیکن یہودا نامی ایک معبود انھیں نجات دلا دی اور یہ یہودہ ان کے رہنما موسی کا خدا تھا کنعان واپسی کے دوران عبرانی ان کے ساتھ آن ملے اور بنی اسرائیل میں ہ شامل ہوگئے بائبل میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ قدیم اسرائیلی متعدد نسلی اور گرہوں کا مجموعہ تھے اور ان کے اتحاد کی بنیاد یہوداہ پر ایمان تھا بائبل کا بیان کئی صدیوں بعد لکھا تھا۔

انیسویں صدی کے دوران بائبل کے کچھ جرمن محققین نے ایک تنقیدی طریقہ وضع کیا جس کے تحت بائبل کی پہلی پانچ کتب پیدائش اور خروج، احبار، گنتی اور استثنا میں چار مختلف ماخذوں کو الگ الگ کیا گیا اب ہم انھی ؑ مجموعی طور پر نغمہ موسی کہتے ہیں پیدائش اور خروج کے مصنفین غالبا آٹھویں صدی قبل مسیح کے تھے ایک کو جے کیونکہ اس نے اپنے خدا کو ایلومیھن کے نام سے پکارا کے طور پر تقسیم کردیا تھا جت اسرائیل کی جنوبی ای شمالی سلطنت میں اپنی تصنیف کر رہا تھا ہم دو دیگر ماخذوں ڈی یعنی کہ deuteronomy یا استشار اور یعنی احبار یا priestly اگلے باب میں بات کریں گے۔

ہم دیکھیں گے کہ جے اور ای بہت سے حوالوں سے مشرق وسطی میں پانے پڑوسیوں جیسا ہی مذہبی تناظر رکھتے تھے لیکن ان کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ آٹھویں صدی کے قبل مسیح میں اسرائیلوں نے اپنا ایم ممتاز اور جداگانہ نظر تشکیل دینا شروع کردیا تھا مثلا جے اپنی خدا کی تاریخ کا آغاز دنیا کی تخلیق کے ایک بیان کے ساتھ کرتا ہے۔

۔۔۔۔ یہ ہے آسمان اور زمین کی پیدائش جب وہ خلق ہوئے جس دن خداوند نے زمین اور آسمان کو بنایا اور زمین پر اب تک کھیت کا کوئی پودا نہ تھا میدان کی کوئی سنہری اب تک اگی تی تھی کیونکہ خداوند خدا نے زمین پر پانی نہیں برسایا تھا اور نہ زمین جوتنے کو کوئی انسان تھا بلک زمین سے کہر اٹھتی تھے اور تمام روئے زمین کو سیعاب کرتی تھیں اور خداوند نے زمین کی مٹی سئے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

دن پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔

یہ ایک بالکل نئی چیز تھی جے نے میسو پوٹیمیا اور کنعان میں اپنے ہم عصر پاگان کی طرح دنیا کی تخلیق اور قبل از تاریخ دور پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے عام تاریخی دور میں زیادہ دلچسپی دکھائی اسرائیل میں تخلیق میں دلچسپی لینے کا آغاز کہیں چھٹی صدی عیسوی میں آ کر ہوا جب مُدنف جسے ہم پی کہتے ہیں نے کتاب پیدائش کا پہلا باب لکھا تھا جے کو پوری طرح یقین نہیں تھا جبکہ یہوداہ زمین و آسمان کا واحد خالق ہے تاہم انسان اور الوہی ہستی کے مابین فرق کے بارے میں جے کا اور اک قابل غور ہے آدم دیوتا جیسے الوہی مادے کی بجائے مٹی ادامہ پر مشتمل ہے جے اپنے پاگان پڑوسیوں کے برعکس دنیا کی تاریخ کو ناپاک اور اساطیری دور کے آخر تک پہنچ جاتا ہے جلدی جلدی زمانہ قبل تاریخ کے واقعات بیان کرتا اور اساطیری دور کے آخر تک پہنچ جاتا ہے جس میں سیلاب اور مینار بابل جیسی کہانیاں شامل ہیں اس کے فورا بعد وہ نبی اسرائیلکی تاریخ شروع کرتا ہے اس کا آغاز اچانک باب ۱۲ سے ہوتا ہے جب یہوداہ نے ابرام جیسے بعد میں ابرہام کہا جانے لگا کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو ہران موجود مشرقی ترکی میں چھوڑ کر بحیرہ روم کے نزدیک کنعان میں چلے جائیں ہمیں بتایا گیا کہ ابرہام کا پاگان باپ ترہ اپنے خاندان کو لے کر پہلے ہی ار سے مغرب کی جانب جا چکا تھا ابرہام کو ملنے والے حکم کے بارے میں جے کے بیان نے اس خدای آئندہ تاریخ کے لیے بنیاد طے کر دی قدیم مشق وسطی میں رسومات اور اسطوریات میں الوہی مانا کا تجربہ کیا جاتا تھا مردوک بعل اور انات ست یہ توقع نہین کی جاتی تھی کہ اپنے پجاریوں کے معمولات میں کوئی مداخلت کریں گے تاہم اسرائیل کے خدا نے اپنی طاقت کو حقیق دنیا کے جاری واقعات میں موثر بنایا اس لکا پہلا حک یہ تھا کہ ابرہام اپنے لوگوں کو ساتھ سرزمین کنعان کی جانب ہجرت کر جائیں۔

لیکن یہوداہ کون ہیپیے کیا ابرہام بھی موسی والے خدا کی ہی عبادتے کرتے تھے کیا وہ اسے کسی مختلف نام سے جانتے تھے آج یہ معاملہ ہمارے لئے اولین اہمیت کا حامل ہے لیکن اس معاملے میں بائبل کافی مبہم ہے اور اس سوال کے متضاد جوابات دیتی ہے جے کہتا ہے کہ انسان کو آدم کے پوتے کے دور سے ہی یہوداہ کی عبادت کرتے آرہے تھے لیکن چھٹی صدی میں پی اس رائے کا حامل لگتا ہے کہ اسرائیلوں نے اس وقت تک یہوداہ کے بارء میں نہیں سنا تھا کہ جب تک اس نے خود کو موسی پر ظاہر نہ کر دیا کہ پی بیان کردہ واقعہ میں ہوداہ وضاحت کرتا ہے کہ وہ درحیقت ابرہام کا خدا ہی ہے کہ جیسے کوئی متنازعہ معاملہ ہو موسی کو بتاتا ہے کہ موسی نے اسے ای shahddai کہا تھا اور الوہی نام ہیودہاہ سے آگاہ نہیں تھا جے نے تمام جگہوں پر اپنے خدا کو یہودہ کہا جس عہد میں وہ لکھ رہا تھا کہ تک ہیودہ اسرائیل کا خدا بن چکا تھا اسرائیلی خدا رجائیت پسند تھا اور ہماری نظر میں وہ لکھ رہا تھا کہ اہم تفصیلات میں زیادہ دلچسپی لینا نظر نہیں آتا تاہم ہمیں یہ رائے قائم نہیں کر لینی چاہیئے کہ ابرہام یا موسی بھی اپنے خدا پر اسی طرح ایمان رکھتے تھے جیسے آج ہم رکھتے ہیں ہم بائبل والی کہانی اور اسرائیل کے بعد تاریخ شخصیات سے اس قدر واقف ہو چکے ہیں کہ موخر یہودی مذہب کے بارے میں اپنی معلومات کو ان ابتدائی تاریخی شخصیات پر لاگو کرنے پر مائل ہو جاتے ہیں اسی کی مطابقت میں ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ اسرائیل کے تینوں اجداد ابرہام ان کا بیٹا اسحاق اور ان کا بیٹا یعقوب۔۔۔ وحدانیت پرست تھے کہ وہ صرف ایک کدا پر ایمان رکھتے تھے معاملہ کچھ مختلف معلوم ہوتا ہے غالبا انھیں ابتدائی عبرانی پاگان کہنا زیادہ درست ہو گا جو اپنے کنعانی پڑوسیوں کے ساتھ بہت سے مشترک عقائد رکھتے تھے یقیناً وہ مردوک بعل اور انات جیسے دیوتاؤں کی موجودگی پر یقین رکھتے

ہوں گے ان کا معبود ایک ہی نہیں ہوگا یہ ممکن ہے کہ ابرہام کا خدا اسحاق کا خوف اور رشتہ اور یعقوب کا وقت مطلق تینوں مختلف ہو ۔

ہم کچھ مزید آگے بھی جا سکتے ہیں یہ عین ممکن ہے کہ ابرہام کا خدائے اعلی ایل ہی ہو دیوتا نے ابرہام سے اپنا تعارف یعنی کہ پہاڑ کا ایل کے طوعر پر کروایا یہ ایل کا روایتی لقب تھا دیگر مواقعوں پر اسے اعلی ترین خدا یا بیت ایل کا ایل کہا گیا ہے کنعانی خدائے اعلی کا نام اسرایل یا شمار ایل جیسے ناموں میں محفوظ ہے انھوں نے اس کا تجربہ ایسے انداز میں کیا جو مشرق وسطی کے پاگانوں کے لئے اجنبی نہیں ہوگا ہم دیکھیں گے کہ صدیوں بعد اسرائیلیوں نے یہوداہ کے مانا یا پاکیزگی کو ایک دہشت ناک تجربہ پایا مثلا وہ کوہ سینائی پر ایک آتش فشاں پھٹنے کے ساتھ موسی پر ظاہر ہوا اور اسرائیلوں کو اس فاصلہ رکھنا پڑا اس کے مقابلہ میں ابرہام کا خدا ایل بہت نرم مزاج دیوتا ہے وہ ایک دوست کے طور پر ابرہام پر ظاہر ہوتا اور کبھی کبھی تو انسانی روپ بھی دھار لیتا ہے قدیم پاگان دنیا میں اس قسم کا الوہی بھوت ظاہر ہونا عام تھا اگرچہ دیوتاؤں سے یہ امید نہیں کی جاتی کہ وہ مردون اور عورتوں دنیاوی امور میں مداخلت کریں گے لیکن اسطوریاتی ادوار میں مخصوص مراعات یافتہ افراد نے اپنے دیوتاؤں کو روبرو دیکھا ایلیڈ اس قسم کی تمثیلات سے بھری پڑی ہے ایلیڈ کے اختتام پر ایک ملکوتی حسن کا مالک نوجوان پریام کو یونانی جہازوں کی جانب لے کر جاتا اور آخر کار دکھاتا ہے کہ اصل میں وہ ہرمیس دیوتا ہے یونانیوں نے جب اپنے ہیروزک ے عہد زریں پر نگاہ ڈالی تو انھوں نے محسوس کیا کہ دیوتا ان کے ساتھ قریبی تعلق رکھتے تھے اور دیوتاؤں کی فطرت بھی کافی حد تک انسانوں جیسی تھے دیوتاؤں کے ظہور کی ان کہانیوں نے پاگان نظریہ کلیت کو بیان کیا جب الوہی ذات فطرت یا انسانیت سے زیادہ مختلف نہ تھی اسے بڑی مسرت سکے ساتھ تجربہ کیا جا سکتا تھا دنیا دیوتاؤں سے لبریز تھی لگتا ہے کہ عام لوگوں کے خیال میں دیوتا سے روبروئی ان کی اپنی زندگیوں میں بھی عین ممکن تھی یہ بات غالبا رسولوں کے اعمال کی ایک پال اور اس کے شاگرد بارناباس اس کو غلطی سے زئیس اور ہرمیس سمجھا یا تھا ۔

اسی طرح جب اسرائیلیوں نے اپنے عہد زریں پر نظر ڈالی تو انھوں نے ابرہام اسحاق اور یعقوب کے اپنے دیوتا کے ساتھ جانے پہنچانے انداز میں زندگی بسر کرتے دیکھا ایل انھیں قبیلے کے کسی سردار کی طرح مشورے دیتا جہاں گردی کے دوران ان کی رہنمائی کرتا شادی کرتا وقت انھیں مناسب رشتے بتاتا اور خوابوں میں آکر باتیں کرتا ہے کبھی بھی وہ اسے انسانی روپ میں دیکھ لیتے ہیں ایک ایسا تصور جو بعد میں اسرائیلیوں کی نظر میں مکروہ بن جا گیا کتاب پیدائش کے باب اٹھارہ میں جسے ہمیں بتاتا ہے کہ خدا ہبرون کے نزدیک ابرہام پر ظاہر ہوا ابرہام نے دیکھا وہ دن گرم ترین حصے میں تین مسافر اس کے خیمے کی جانب آرہے تھے مخصوص مشرقی ایشیائی مہمان نوازی کے ساتھ اس نے اصرار کیا کہ وہ کچھ دیر بیٹھ کر آرام کریں اور اس دوران ان کے لیے کچھ کھانے کو لینے چلا گیا گفتگو کے دوران نہایت فطری انداز میں یہ انکشاف ہوا کہ ان میں سے ایک آدمی خدا تھا جیسے جسے ہمیشہ یہوداہ کہہ کر پکارتا تھا دوسرے دو آدمی فرشتے نکلے کوئی بھی اس واقعہ سے حیرت زدہ نظر نہیں آتا جے کا اہم عصر ای خدا کے ساتھ اجداج کی قربت کے متعلق پرانی کہانیوں کو خلاف قیاس سمجھتا ہے خدا کے ساتھ ابرہام یا یعقوب کے لین دین کے بارے میں کہانی سناتے وقت وہ کم استعارتی انداز استعمال کرتا ہے تاہم وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ خدا ایک فرشتے کے ذریعے ابرہام سے بات کرتا ہے۔

یعقوب نے بھی کئی مرتبہ ظہور کا تجربہ کیا ایک واقعہ پر اس نے واپس ہران جو کر رشتہ داروں کے دوران اپنی بیوی تلاش کرنے کا فیصلہ کیا تھا

اپنے سفر کے دوران پہلے پڑاؤ وہ وادی اردن کے قریب لز کے مقام پر سویا تو خواب میں آسمان سے لے کر زمین تک ایک سیڑھی لگی دیکھی ہمیں فوراً مردوک کا مینار یاد آ جاتا کوئی شخص اس کی چوٹی پر دیوتا کے ساتھ ملاقات کر سکتا تھا یعقوب نے خواب میں سیڑھی بجا لائی بے حد پر ایل کو دیکھا جس نے اس پر رحمت نازم کی اور ان وعدوں کی تجدید کی جو اس نے ابرہام ک ساتھ کیے تھے یعقوب کی اولادیں ایک طاقتور قوم کی صورت کی تجدید کی جو صورت میں کنعان کی مالک بنیں گی اس نے ای اور وعدہ بھی کیا تھا جس پر ہم آگے چل کر بات کریں گے پاگان مذہب عموماً کسی ایک خطے تک محدود ہوا کرتا تھا دیوتا کا اختیار کسی مخصوص علاقے تک ہی تھا اور سفر کے دوران ہر جگہ کے مقامی دیوتا کی عبادت کرنا ہی دانش مندی تھی لیکن ایل نے یعقوب سے وعہ کیا کہ جب وہ کنعان سے باہر جائے گا اور اجنبی سرزمینوں میں بھٹکے گا تو وہ اس کی حفاظتکرے گا میں تیرے ساتھ ہوں اور تو جہاں بھی جائے گا میں تیرے ساتھ رہوں گا ظہور کی یہ قدیم کہانی دکھائی کہ کنعان کے خدائے اعلیٰ زیادہ ہمہ گیریت حاصل کرنا شروع کر دی تھی۔

بیدار ہونے پر یعقوب ے محسوس کیا کہ اس نے رات ایک مقدس محل میں گذار دی تھی جہاں مرد عورتیں دیوتاؤں کے ساتھ بات چیت کرتے تھے یعقوب نے علاقے کی پاگان روایت کے مطابق اس مقدس جگہ کی تکریم کرنے کا فیصلہ کیا جہاں لیٹ کر اس نے خواب دیکھا تھا اس نے اپنے سر کے پیچے سرہانے کے طور پر رکھا ہوا پتھر سیدھا کیا اس پر تیل چھڑکا اس کے بعد وہ جگہ بیت ایل خدا کا گھر کہلانے لگی زرخیزی کے کنعانی مسالک میں ایسا دہ پتھر ایک عام چیز تھے یہ مسالک آٹھویں صدی قبل مسیح بیت ایل میں پھلتے پھولتے رہے البتہ بعد میں اسرائیلیوں نے اس قسم کے مذہب برقرار دیا قدیم کہانی میں بیت ایل کی عبادت گاہ یعقوب اور اس کے خدا کے ساتھ منسوب تھی۔

یعقوب نے بیت ایل جانے سے پہلے وہاں اپنے دیکھے ہوئے خدا کو ایلو ہیم بنانے کا فیصلہ کیا تھا یہ ایک تیکنیکی اصطلاح تھی جس میں انسانوں کے لئے دیوتاؤں کا ہر مفہوم شامل تھا یعقوب نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر ایل واقعی ہران میں اس کی حفاظت کر سکتا ہے تو وہ بڑا بارسوخ ہوگا اس نے ایک سودا کیا ایل کی خصوصی حفاظت کے بدلے میں یہعقوب نے اسے اپنا ایلیہم بنا لیا یعنی واحد خدا ابرہام اور یعقوب دونوں نے ایل ایمان رکھا کیونکہ وہ ان کے لیے کارآمد ثابت ہوا وہ بیٹھ کر بس یہین نہیں ثابت کرتے رہے کہ ایل موجود ایل کوئی فلسفیانہ نقطہ منتظر نہ تھا ۔

برسوں بعد یعقوب اپنی بیوی اور اہل خانہ کے ہمراہ ہران سے واپس آیا سرزمین کنعان میں دوبارہ داخل ہونے پر اس نت ایک تجسیم کا تجربہ کیا اس کی ملاقات ایک اجنبی سے ہوئی جو رات بھر اس کے ساتھ رہا پو پھٹنے پر اجنبی نے جانے کی اجزت چاہی لیکن یعقوب نے کہا کہ اسے اجازت اس شرط پر ملے گی کہ وہ اپنا تعارف کروائے قدیم دنیا میں کسی کا نام جان لینے سے ایک خاص قسم کا اختیار حاصل ہو جاتا تھا لہذا قدیم دنیا میں کسی دنیا کا نام جان لینے سے اس خاص قسم کا اختیار حاصل ہو جاتا تھا لہذا اجنبی نے اپنا نام نام بتاتے ہوئے گریز کیا مزید بات چیت ہونے پر یعقوب کو معلوم ہو گیا کہ اجنبی شخص ایل کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

ان کہانیوں کے پاگان انداز کے باوجود ان سے ہمیں مذہبی تجربے کی ایک نئی قسم کا پتہ چلتا ہے ساری بائبل میں ابرہام کو صاحب ایمان کہا گیا ہے آج ہم ایمان کا مطلب عقیدے کو عقلی طور پر تسلیم کرنا لیتے ہیں لیکن بائبلی مصنفین کی نظر میں ایسا نہ تھا ابرہام ک ے ایمان کی تعریف

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

کرتے وقت وہ ان کے راسخ العقیدہ ہونے کی صفت بیان م نہیں کر رہے تھے بلکہ ان کا مفہوم وہی تھا جس کے تحت آج ہم کسی شخص یا نظریے پر ایمان کی مات کرتے ہیں بائبل میں ابرہام اس لیے صاحب ایمان ہیں کیونکہ انھیں بھروسہ ہے کہ خدا اپنے وعے پورے کرے گا چاہے وہ وعدے کتنے ہی غیر منطقی ہوں ابرہام ایک عظیم قوم کے باپ کیسے بن سکتے تھے جبکہ ان کی زوجہ سارہ بانجھ تھیں ان کی بچی جننے کی عمر گذر چکی تھی ابرہام اور سارہ یہ وعدہ سننے پر قہقہہ ما کر ہنسے لیکن جب حیرت انگیز طور پر ان کے ہاں بیٹے کی پیودائش ہوئی تو انھوں نے اس کا نام اسحاق یعنہ قہقہہ رکھا اس وقت ہنسا مہنگا پڑ گیا جب خدا نے ایک عجیب وغریب مطالبہ کر دیا کہ ابرہام کو اپنا بیٹا ذبح کرنا ہوگا قرآن پاک مطابق حضرت اسحاق نے اپنے بیٹے اسماعیل خدا کی راہ میں قربان کیا تھا تاہم مصنف نے اسحاق کی قربانی کا ذکر ہی کیا ہے جس کی وجہ یہ معلوم نہیں مترجم ۔

پاگان دنیا میں انسانی قربانی عام تھی یہ ظالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک منطق اور استدلال کی حامل بھی تھی یقین کیا جتا تھا کہ اولین بچہ دیوتا ہوتا ہے چنانچہ ماں کو حاملہ کرنے میں دیوتا کی توانائی خرچ ہوتی ہے لہذا اس کی توانائی بحال کرنے کے لئے اولین بچے کو اس حضور قربان کر دیا جاتا تھا اسحاق خدا کا ایک تحفہ تھے توانائی بحال کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی درحقیقت ی قربانی ابرہام کی ساری زندگی کو بے معنی بنا دینے کے مترادف تھی جن کے ساتھ خدا نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک قربانی قوم کے باپ بنیں گے لیکن ابرہام نے خدا پر بھروسہ کرنے کا فیصلہ کیا وہ اسحاق کو ساتھ لے کر کوہ موریہ کی جانب روانہ ہوئے جہاں بعدمیں یروشلم کا معبد تعمیر کیا گیا جب ابرہام نے اپنے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی تو خدا اس محض ایک آزمائش قرار دے کر اپنا حکم منسوخ کر دیا ابرہام نے آپ کو ایک عظیم قوم اک اباپ بننے کے قابل ثابت کر دیا تھا ۔

پھر بھی جدید عہد لوگوں کی نظر میں یہ کہانی بہت خوفناک ہے کہ یہ کدا کو ایک متلون مزاج جابر حاکم کے طور پر دیکھاتی ہے مسٹر کے خروج کی داستان بھی جدید ذہنیت کے لئے اتن ہی ناگوار ہے ہم سب لوگ اس کہانی کے بارے میں جانتے ہیں فرعون بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ خدا نے اپنی بات منوانے کے لئے مصریوں پر دس خوف ناک قحط نازل کیے دریائے نیل کو خون سے بھر دیا اور فصلوں کو تباہ کرنے کے لئے ٹڈی دل کے حملے کروائے سارے ملک پر تاریکی مسلط کر دی گئی آخر میں خدا نے موت کے فرشتے کو بھیجا کہ وہ مصریوں کے اولین بیٹوں کو ہلاک کر دے ظاہر ہے کہ فرعون نے اسرائیلیوں کو جانے کی اجازت دے دی لیکن بعد میں پچھتایا اور اپنی فوج کو اس سے تعاقب میں لگا دیا فون نے انھیں بحیرہ احمر پر جالیا لیکن خدا نے سمندر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے نبی اسرائیل کو بچالیا اور فرعون اور اس کی فوج کو ڈبو دیا ۔

یہ ایک ظالمن بے رحم اور جانبدار خدا ہے ایک دیوتائے جنگ جیسے یہوداہ سبوت یعنی رب الافواج کا نام دیا گیا وہ اپنے پسندیدہ لوگوں کے سوا کسی کا خیر خواہ نہیں اور محض ایک قبائلی دیوتا جیسا ہے اگر یہوداہ اسی قسم کا خدا رہتا تو اس کا جلد از جلد غائب ہو جانا ہی ایک فائدہ میں تھا بائبل میں بیان کردہ خروج کی کہانی کا آخری واقعات کا لفظی بیان نہیں ہے تاہم یہ قدیم مشرق وسطی کے لیے ایک واضح پیغام ہوگا جو دیوتاؤں کی جانب سے سمندروں کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کے عادی تھے مگر یہوداہ کے حکم پر سمندر کے دو حصوں میں تقسیم ہونے

واقعہ تاریخی ادوار میں بیان کیا گیا تھا یہ حقیقت پسندی کی ہلکی سی کوشش تھی اسرائیلی اپنے عروج کی داستان روایت کرتے وقت تاریخی درستگی میں اتنی دلچسپی نہیں رکھتے ہوں گے جتنی کہ ہم آج رکھتے ہیں اس کے بجائے انھوں نے اصل واقعہ کی اہمیت پیش کرنے کی کوشش کی کچھ جدید محققین کہنا ہے کہ خروج کی کہانی مصری اشرفیہ اور اس کی کنعانی حلیفوں کسانوں کی کامیاب بغاوت کا اساطیری بیان ہے۔

ہم دیکھیں گے کہ یہوداہ پہلے جیسا تو تشدد اور ظالم دیوتا رہا یہ بات حیرت انگیز معلوم ہو گی کہ اسرائیلیوں نے اسے ماورائیت اور رحم کی عمالت میں تبدیلی کر دیا محققین کا کہنا ہے کہ یہوداہ اصل میں ایک جنگجو اور آتش فشاؤں کا دیوتا تھا ہم یہ کبھی نہیں جان سکیں گے کہ اسرائیلیوں نے اس خدا کا تصور کہاں سے لیا یہ سوال بھی آج تو ہمارے لیے اہمیے کا حامل ہو سکتا ہے لیکن بائبلی مصنفین کی نظر میں اسکی کوئی اہمیت نہ تھی ۸۰۰ تا ۲۰۰ قبل مسیح کے دور ایسیل عہد کا نام دیا گیا ہے مہذب دنیا کے تمام اہم خطوں میں لکوگوں نے نئے تصورات تشکیل دیے جو طویل عرصہ اہم اور فیصلہ کن کردار ادا کرتے رہے وہ نئے مذہبی معاشی اور معاشرتی حالات میں تبدیلی کے عکاس تھے کچھ نا معلوم وجوہ کی بناء پر تمام بڑی تہذیبیں ایک ہی جیسے راستے پر گامزن ہوئیں حالانکہ اس وقت ان کے مابین کوئی تجارتی رابطہ بھی نہ تھا مثلاً چین اور یورپی خطے کے درمیان خوشحالی کی ایک نئی لہر نے تاجر طبقہ پیدا کیا طاقت بادشاہ اور پروہت معبد اور محل سے منڈی میں منتقل ہو رہی تھی نئی دولت نے عقلی اور ثقافتی رنگارنگی پیدا کی اور انسانی ضمیر کو بھی ترقی دی شہروں میں تبدیلی کی رفتار تیز ہونے پہ نابرابری اور استحصال زیادہ واضح ہو گیا اور لوگ یہ محسوس کرنے لگے کہ ان کا اپنا طرز عمل آئندہ نسلوں کی تقدیر بنا سکتا تھا ہر خطے نے ان مسائل سے نمٹنے کے لیے ایک لگ الگ آئیڈیالوجی بنائی چین میں تاؤمت اور کنفیوشیں مت ہندوستان میں ہندومت اور بدھ مت اور یورپ میں فلسفانہ استدلال مشرق وسطی نے کوئی ہمہ گیر رجحان پیش نہ کیا لیکن ایران میں زرتشت اور اسرائیل میں عبرانی پیغمبروں نے وحدانیت کی نئی صورتوں کو ترقی دی یہ بات شاید آپ کو عجیب معلوم ہوا کہ اس دور کی دیگر عظیم مذہبی بصیرتوں ی طرح خدا کا نظریہ بھی منڈی کی معیشت میں پیدا ہوا۔

کتاب کے اگلے باب میں یہوداہ کے اصلاح شدہ مذہب پر بات کرنے سے پہلے میں ان میں س ے دو ترقیوں پر مختصر بات کرنا چاہوں گا ہندوستان کا مذہبی تجربہ بھی انھی خطوط پر صورت پذیر ہوا لیکن اس کا کچھ مخلف چیزوں پر اصرار اسرائیلی نظریہ خدا کی صفات اور مسائل پر روشنی ڈالنے میں مدد دے گا افلاطون اور ارسطو کی منطق پسندی بھی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ یہود ہوں عیسائیوں اور مسلمانوں نے اپنے خیالات انھی سے اخذ کیے اور انھیں اپنے اپنے مذہبی تجربے کے رنگنے کی کوشش کی۔۔۔حلانکہ یونانی خدا ان کے اپنے خدا سے بہت مختلف تھا سترھویں صدی قبل مسیح میں موجود ایبیریر ان کے علاقے سے آریاؤں نے وادی سندھ پر حملہ کیا اور ہاں کے باشندوں کو مطیع بنا لیا انھوں نے مفتوحہ علاقے پر اپنے مذہبی خیالات کا اطلاق کیا جواب ہمیں رگ وید نامی مجموعے میں ملتے ہیں وہاں آپ کو بہت سے دیوتا نظر آئیں گے جن کی خصوصیات کافی حد تک مشرق وسطی کے دیوتاؤں جیسی ہیں تاہم کچھ اشاروں سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں نے متعدد خداؤں کو ایک ہی خدائے مطلق کے مکاشفات خیال کرنا شروع کر دیا تھا بابلیوں کی طرح آریائی بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کی اساطیر حقیقت کو بیان نہیں کرتیں بلکہ ان میں ایک سریت کا بیان ہے کہ جسے خود دیوتا بھی مناسب طور پر واضح نہیں کر پائے تھے جب انھوں نے یہ تصور کرنے کی کوشش ک وہ ابتدائی بے ترتیبی میں سے دیوتا اور دنیا کیسے نمودار ہوئی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہستی کے اسرا کو سمجھنا دیوتاؤں کے بس سے بھی باہر

ہے ویدوں کے مذہب نے زندگی کے ماخذوں کی وضاحت کرنے کا فلسیا نہ سولا تا کے دقیق جوابات دینے کی کوشش نہ کی اس کی بجائے اس کا مقدٖ دلوگوں کو ہستی کا جلال اور ہیبت محسوس کرنے کے قابل بنایا تھا اس نے سوال زیادہ اٹھائے اور جواب کم دیئے۔

آٹھویں صدی کے قبل مسیح جب جے اور ای اپنی تصنیفات مکمل کر رہے تھے تو ہندوستان سماجی اور معاشی حلات میں تبدیلیاں رونما ہوئیں جس کا مطلب تھا کہ پرانا ویدک مذہب اب کار آمد نہیں ہو رہا تھا آریاؤں کے حملے نے مقامی باشندوں کے جو خیالات دبا دیئے تھے انھوں نے دوبارہ سر اٹھایا اور ایک نئی مذہبی بھوک پیدا کی نظریہ کرم یہ نظری کہ زندگی کیے ہوئے اچھے یا برے اعمال ہی اچھی یا بری تقدیر بناتے ہیں میں دوبارہ دلچسپی پیدا ہونے سے لوگ انسانوں کے گیہر ذمہ دارنہ چطرز عملکا الزام، دیوتاؤں کو دینے پر کم مائل تھے دیوتاؤ کو واحد ماروائی حقیقت کی علامات کے طور پر دیکھا جانے لگا ویدک مذہب قربانی کی رسوم سے لبریز ہو گیا تھا لیکن پرانے ہندوستانی یوگا میں دلچسپی دوبارہ پیدا ہونے کا مطلب تھا کہ لوگ صرف پرستی پر زور دینے والے مذہب سے اکتا گئے تھے قربانی اور رسوم ہی کافی نہیں تھیں وہ اپنی رسوم کے بے اطمینانی محسوس کی۔

ہندوستان میں دیوتاؤں کی اہمیت ک ہو گئی تھی مذہبی استاد یا گرو کا درجہ زیادہ بڑھ گیا تھا جیسے دیوتاؤں سے بھی برتر خیال کیا جانے لگا یہ انسانیت کی زبردست قدر افزائی اور اپنی قسمت کو اپنے اختیار میں لینا تھا ہندومت اور بدھمت کے نئے مذاہب نے دیوتاؤں کے وجوہ اور اپنی قسمت کو اپنے اختیار میں لینا تھا ہندومت اور بدھمت کے نئے مذاہب نے دیوتاؤں کے وجود سے انکار کیا نہ ہی لوگوں کو ان کی عبادت کرنے سے روکا ان کے خیال میں اس کی عبادت کرنے سے روکا ان کے خیال مین اس قسم کا جبر ممکن ہو سکتا تھا اس کی بجائے ہندوؤں اور بدھوں نے دیوتاؤں سے برتر ہونے کی نئی راہیں اختیار کیھں آٹھویں صدی موتح کے دوران رشیوں نے اپنے مقالوں میں ان مسائل پر بات شروع کی جنھیں آرنیک آ اپنشد کہا جاتا ہے ان کا مجموعہ دیدانت یعنی دیدوں کا اختتمام کہلاتا ہے آٹھویں صدی قبل مسیح میں ۲۰۰ کے قریب اپنشد لکھے جا چکے تھے ہمیں ہندومت کو کسی ایک ہی تعریف میں لپٹنے سے گریز کرنا چاہیئے اس میں بہت سے مختلف نظام ساتھ ساتھ چلے ہیں لیکن اپنشدوں نے دیوتا پن کا ایک جداگانہ نظریہ پیش کیا یہ دیوتائی کیفیت دیوتاؤں سے ماورا لیکن تمام چیزوں میں سرایت پذیر ہے۔

ویدک عہد میں لوگوں نے رسومات اور قربانیوں میں ایک مقدس طاقت کا تجربہ کیا تھا انھوں نے اس مقدس طاقت کو برہمن کا نام دیا مذہبی طبقے براہمن کا نام دیا مذہبی طبقے براہمن کے بارے میں تصور کیا جاتا تھا کہ وہ بجی اس طاقت کے حامل ہیں آہستہ آہستہ برہمنجھ کا مطلب ہی ایک قوت بن گیا جو ہر چیز قائم رکھے ہوئے تھی ساری دنیا کو ایک الواہی فعالیت کے طور پر دیکھا گیا جس کا ماضذ برہمن تھا تمام ہستیوں کا داخلی مفہوم اپنشدوں نے ہر چیز میں برہمن کی کارفرمائی کو شناخت کرنے پر زور دیا یہ تمام موجودات کی مخفی بنیاد کو سامنے لانے کے مترادف تھا ہر موجود چیز برہمن کو بن گئی حقیقی بصیرت کا دارومدار مختلف مظاہر میں کار فرما کر اتحاد پر تھا کچھ ایک اپنشدوں نے برہمن کو ایک شخصی طاقت کے طور پر دکھایا جا سکتا یہ ایک نیوٹرل لفظ ہے اور مذکر یا مونث بھی نہیں برہمن کا تجربہ ایک حاکم دیوتا کے طور پر بھی نہیں کیا جاتا بگر ہمن نوع انسانی کی بات نہیں کرتا یہ مردوں اور عورتوں سے ملاقات نہیں کر سکتا اس قسم کی تمام انسانی سرگرمیوں سے ماورا ہے ۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

ہندومت میں خدا کو دنیا میں شامل ایک ہستی کو طور پر نہیں دیکھا جاتا طنانچہ یہ دنیا کے ساتھ کوئی مشابہت بھی نہیں رکھتا منطق کے ذریعہ اس کو سمجھا نہیں جاسکتا وہ صرف ایک تجربے انوبھو کے توسط سے ہم پر خود کو آشکار کرتا ہے جسے الفاظ یا تصوارات میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

برہمن وہ ہے کہ جسے الفاظ۔۔۔میں بیان نہیں کیا جاسکتا لیکن وہ تمام الفاظ کا ماخذ ہے جسے ذہن میں سوچا نہیں جاسکتا لیکن ذہن میں تمام سوچیں اسی کی دین ہیں وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ادراک بےخودی کے عالن میں ہی کیا جاسکتا ہے اس کی دہین ہیں وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ادراک بےخودی کے عالم میں ہی کیا جاسکتا ہے دیوتاؤں کی طرح منطق کو بھی مسترد نہیں کیا جاتا برہ،ن یا آتما کے تجربے کو بھی منطق میں اسی حد تک بیان کیا جسکتا ہے کہ نغمے کے ٹکڑے کو ذاتی ماورائیت کا آئیڈیل یوگی میں مجسم تھا جو اپنا گھر بار تیاگ کر بصیرت کی جستجو کرتا ۵۳۸ قبل مسیح میں ایک نوجوان سدھارتھ گوتم نے بھی اپنی بیوی بیٹے اور راج پاٹ کو چھوڑا اور مرتا مرض بن گیا دکھ درد کے مناظر نے اس کے دل میں گھر کرلیا تھا اور وہ ہستی کے دکھ درد کرنے ک راز جاننے کا خواہش مند تھا چھ برس تک اس نے مختلف ہندو گروؤں کی شاگردی کی اور اس دوران کٹھن ریاضتوں کے مراحل سے گذرا لیکن کوئی راہ منزل کی جانب جاتی دکھائی نہ دی رشیوں کے عقائد اس کے دل کو نہ بھائے اور ریاضتوں نے محض اس کی مایوسی میں اضافہ ہی کیا ان کٹھن ریاضتوں کو ترک کرنے کے بعد اس نے آسن لگائے اور اپنے تمام خیلات اور سوچوں کو اندر کی جانب مرکوز کرلیا اسی دوران ایک رات کو اسے انرون حاصل ہو گیا ساری کائنات مسرت سے بھر گئی زمین لرزی، آسمان سے پھولوں کی بارش ہوئی، خوشبو بردار ہوائیں چلیں اور دیوتاؤں نے آسمانوں پر جشن منایا یہاں بھی دیوتا فطرت اور انسانیت ایک رشتے میں بندھ گئے تھے دکھ سے نجات اور نران کے حصول کی ایک نئی امید پیدا ہوئی گوتم اب بدھ ہو گیا تھا شیطان مانے اسے تحریص دلائی کہ اپنی نئی بصیرتوں کو صرف اپنے تک ہی محدود رکھے اس بات کو مشہور کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ کوئی سپر یقین نہیں کرے گا لیکن دو پرانے روایتی دیوتا مہابرہما اور شکر بدھ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ وہ بصیرت حاصل کرنے کے اس طریقے کا پر ساری دنیا میں کرے بدھ مان گیا اور اگلے پینتالیس برس کے دوران ہندوستان بھر کا سفر کرکے اپنے اس پیغام کی تبلیغ کی کہ دکھ بھری اس دنیا میں صرف ایک چیز پائیدار تھی یہ چیز تھی دھرم یعنی کے ساتھ زندگی بسر کرنا ۔

اس معاملے میں خدا کا کوئی عمل دخل نہ تھا بدھ دیوتاؤں پر اس لیے یقین رکھتا تھا کیونکہ وہ ثقافتی زندگی ایک حصہ تھے لیکن اس کے خیال میں ویدتا انسانیت کے لیے کوئی زیادہ فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتے تھے وہ بھی دکھ درد کے عالم میں پھنسے ہوئے تھے انھوں نے نرون نہیں پایا تھا وہ بھی دیگر جانداروں کی طرح آواگون کے چکر میں آچکے تھے تاہم اپنی زندگی کے کچھ اہم مواقع پر۔۔۔۔۔مثلاً جب اس نے اپنے خیلات کا پرچار کرنے کا فیصلہ کیا،،،، اس نے دیوتاؤں کا ثر محسوس کیا چنانچہ بھد نے دیوتاؤں سے انکار نہ کیا لیکن وہ یقین رکھتا تھا کہ نروان کی حقیقت مطلق دیوتاؤں سے برتر تھی ریاضت ک دوران جب لودھی کسی ماورائیت کا تجربہ کرتے ہیں تو انھیں یہ یقین نہیں ہوتا کہ اس کی وجہ کسی ماقوف الفطرت کے ساتھ رابطہ ہے اس قسم کی حالتیں انسانیت میں عام ہیں درست رای اختیار کرکے اور یوگا تیکنیکس سیکھ کر کوئی بھی شخص ان حالتوں کو پاسکتیا ہے چنانچہ بدھ نے اپنے شاگردوں کو سکی ایک دیوتا پر انحصار کرنے کی بجائے اپنی نجات کے لئے کوشش کرنے پر زور دیا۔

نروان کے بعد بنارس میں پانے اولین شاگردوں سے ملاقات ہونے پر بدھ نے اپنے نظام فکر کے اصول پیش کیے ساری ہستی دکھ ہے چیزیں مسلال پیدا ہوتی ہوتی اور فنا ہوتی ہے کچھ بھی پائیدار اور ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے مذہب کا آغاز کسی چیز کو غلط سمجھنے کے ساتھ ہوتا ہے بھد نے تعلیم دی کہ تمام جاندروں کے ساتھ محبت کی زندگی گذار نے رحم کھانے اور کسی بھی قسم کی نشہ آور اشیاء استعمال سے باز رہنے کے ذریعہ دکھ سے نجات پانا ممکن ہے بدھ نے کوئی فلسفیانہ نظام ایجاد کرنے کا دعوی نہ کیا اس نے اسے دریافت کیا تھا میں نے ایک قدیم راہ دیکھی جس پر سابق بدھ چلے تھے۔

اپنشدوں کے رشیوں کی طرح بدھ نے بھی اصرار نروان کی تعریف دیگر انسانی حقائق والے انداز میں نہیں کی جا سکتی نروان پانا آسمان پر جانے جیسا نہیں کہ عیسائی سمجھا کرت تھے بدھ نے نروان یا دیگر قطعی امور کے متعلق کسی بھی سوال کا جواب دینے سے ہمیشہ انکار کیا کیونکہ یہ سولات غیر مناسب تھے ہم نروان کی تعریف نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے الفاظ اور تصورات حسیات کی دنیا کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں تجربہ واحد قابل بھروسہ ثبوت تھا چنانچہ بودھ بھکشوؤں کو نروان کی نوعیت کے بارے میں خیال آرائی نہیں کرنی چاہیے جب بدھ سے پوچھا گیا کہ کوئی نروان یافتہ بدھ موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے تو اس نے سوال کو غیر مناسب قرار دے کر مسترد کر دیا یہ سوال کرنا یہ پوچھنے کے مترادف تھا کہ کوئی شعلہ بجھنے کے بعد کس سمت میں جاتا ہے نروان میں بدھ کے ہست ہونے اور معدوم ہونے کی بات کرنا بھی غیر درست تھا لفظ ہونا ہماری فہم میں آنے والی کسی بھی حالت سے کوئی تعلق نہیں رلکھتا آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں نے بھی خدا کی موجودگی کے سوال کا جواب دینے کے لیئے یہی انداز اپنایا بدھ یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ زبان تمام تصورات اور منطق سے ماورا حقیقت کو بیان کرنے سے قاصر ہے اس نے منطق کے استعمال کو مسترد کیا بلکہ اور زبان کے درست استعمال کی اہمی پر زور دیا اس نے کہ اکہ کسی شخص کی دینیات یا عقائد بھی غیر ضروری تھے وہ دلچسپ تو ہو سکتے تھے لیکن ان ک کوئی اہمیت نہ تھی واحد چیز اچھی زندگی تھی بودھی اگر سچائی کو منطقی انداز میں بیان کرنے کی کوشش کیے بغیر اچھی زندگی گذاریں تو انھیں دھرم کا اصل مفہوم معلوم ہو جائے گا۔

دوسری طرف اہل یونان منطق اور استدلال میں گہری دلچسپی لے رہے تھے افلاطون ۴۲۸ تا ۳۴۸ ق۔م نظریہ اور علم دانش کی نوعیت کے دقیق مسائل میں الجھا ہوا تھا اس کا بہت سا ابتدائی کام سقراط کے دفاع پر مبنی ہے جس نے سوال اٹھانے کی صلاحیت کو تراشنے پر زور دیا لیکن اسے نوجوانوں کو گمراہ کرنے کے الزام میں موت کی سزا دی گ ءاس کے خیالات بھی کافی حد تک اہل سند جیسے تھے وپ پرانے تہواروں اور مذہبی اساطیر سے اکتا گیا تھا اور انھیں گھٹیا اور غیر مناسب خیال کرنے لگا افلاطون پر چھٹی صدی قبل مسیح کے فلسفی فیثا غورث کا بھی اثر لگتا ہے کہ ہندوستانی خیالات کا اثر فارس اور مصر کے توسط سے یثا غورث تک پہنچا تھا اس کا یقین تھا کہ روح ایک تنزل شدہ معبود تھی جو جسم میں اسی طرح محبوس ہے جیسے قبر میں محبوس ہوتا ہے اس نے ایک نا قابل خواہش دنہا میں اجنبیت محسوس کرنے کے انسانی تجربہ کو پیش کیا فیثا غورث تک پہنا تھا اس کا یقین تھا کہ روح ایک تنزل شدہ معبود تھی جو کہ جسم میں اسی طرح محبوس ہے جیسے جسم قبر میں محبوس ہوتا ہے اس نے این نا قابل تعلیم دی کہ روح کو رسومات کی دائیگی کے ذریعہ نجات دلا منا ممکن ہے جن کے نتیجہ میں ی با نظم دنیا کے وجود پر یقین رکھتا تھا اور روح کے بارے میں اس خیلات بھی فیثا غورث جیسے تھے غار کی مشہور تمثیل میں افلاطون نے زمین پر نا سانی زندگی کی تاریکی اور مبہم پن

کو بیان کیا انسان محض دیوار پر بدی حقیقتوں کے پڑنے والے سایوں کا ادراک کرتا ہے لیکن وہ آہستہ آہستہ اپنے ذہن کو الوہی نور کا عادی بنا کر بصیرت اور نجات حاصل کر سکتا ہے۔

افلاطون شاید اپنی زندگی کے موخر برسوں میں اس خیال سے پیچھے ہٹ گیا ہو لیکن ابدی صورتوں یا خیلات کے بارے میں اس نظر ہیات نے اس وقت وحدانیت پرستوں کے خیالات کو بہت متاثر کیا جب انھوں نے اپنا نظریہ خدا بیان کرنے کی کوشش کی یہ خیالات ذہن کی قوتیں تھیں جنھیں استدلالی قوتوں کے ذریعہ سمجھا جا سکتا تھا اس دنیا کی چیزیں محض الوہی دنیا کی ابدی صورتوں کا نقش ثانی ہیں ہمارے ہر ایک نظریے کے حوالے سے ایک خیال موجود ہے کہ مثلاً محبت، انصاف، اور خوبصورتی وغیرہ تاہم خیالات کی اعلیٰ ترین صورت نظریہ خیر ہے افلاطون نے قدیم اسطورہ کو دلسفانہ صورت دے دی تھی اس کے ابدی خیالات کو اساطیری الوہی دنیا کے منطقی روپ کے طور پر لیا جا سکتا دنیاوی چیزیں اس الاوہی دنیا کا دھندلا ترین عکس ہیں اس نے خدا کی فطرتپر بحث نہیں کہ بکہ خودصورتوں کوال وہی دنیا تک ہی محدود رکھا افلاطون یقین رکگتا تھا کہ الوہی حقیقت جامدارا اور غیر متغیر تھی یونانیوں نے حرکت یا تبدیلی کو کمتر خصوصیتخیال کیا سچی شناختر کھنے والی چیزیں پائیدارا اور ناقابل تبدیل ہو جاتی ہے چنانچہ کامل ترین حرکت دائرے کی صورت میں تھی کیونکہ یہ تبدیل ہوئے بغیر واپس اپنی ہی جانب سفر کرتا تھا ترین حرکت دائرے گھومتے ہوئے اجرام فلکی بھی الوہی دنیا کی پیرو یکرتے ہیں الوہیت کے اس نہایت جامد تصور نے یہودیوں ،عیسائیوں اور مسلمانوں پر زبردست اثر ڈالا حالانکہ یہ الہام کے خدا کے ساتھ بہت کم کچھ مشتک رکھتا تھا الہام کا خدا مستعد سرگرم اور تجدید پسند تھا اور بائب؛ کے مطابق تو وہ اپنے فیصلوں پر نظر ثانی بھی کر لیتا تھا۔

افلاطون کو یہ یقین تھا کہ کائنات بنیادی طر پر منطقی تھی یہ حقیقت کے تخیلائی نظریہ کی ایک اور ارسطو تھی ۳۸۴ تا ۳۲۲ ق۔م ن ے ایک قدم مزید آگے بڑھایا وہ پہلا شخص تھا جس نے منطقی استدلال کی اہمیت کو تسلیم کیا جو سائنس کی بنیاد ہے وہ یوں طرح قائل تھا کہ اس طریقہ کو استعمال کرنے کے ذریعہ کائنات کی تفہیم حاصل کرنا ممکن ہے مابعد البیعات کے نام سے مشہور ہونے والے چورہ موقالون کی تھیوریٹکل تفہیم کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ اس نے تھیریٹیکل طبیعات اور تجربی حیاتایات کا مطالعہ بھی کیا گہری عقلی انکساری کا مالک ہونے کے باوجود اس نے اصرار کیا کہ کوئی شخص بھی سچ کا مکمل پر ادراک کرنے کے قابل نہیں بلکہ وہ اجتماعی فہم میں کم یا زیادہ حصہ داری کر سکتا ہے افلاطون کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے اس نے کا کہ صورتیں اتنی دیر تک ہی حقیقت رکھتی ہیں جب تک وہ ہماری دنیا میں ٹھوس مادی اشیاء میں وجود رکھتی ہے ،

سائنسی حقیقت میں مشغول ہونے کے باوجود ارسطو مذہب اور اسطویات کی نوعیت اور اہمیت کی گہری تفہیم رکھتا تھا اس نے نشاندہی کی کہ مختلف باطنی مذاہب میں جستجو کا آغاز کرنے والے لوگوں کے لئے کوئی حقائق جاننا ضروری نہ تھا یہیں سے اس کا یہ مشورہ نظریہ متشکل ہوا کہ المیہ خوف اور رحم کے جذبات جو دوبارہ جنم کی بنیاد ہیں کا کیتھارسس تطہر کرت ہے یونانی ٹریجیڈیز، جو نبا لائیمذ ہبی تقریبات کا ایک حصہ تھیں میں تاریخی واقعات کے حقیقی بیان کی بجائے ایک زیادہ سنجیدہ سچائی کو افشا کرنے کی کوشش ی جاتی تھی واقعی تاریخ شاعری اور ارسطو کی نسبت کہیں زیادہ پیچیدہ تھی ۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

ارسطو کے نظریہ خدا نے کے بعد وحدانیت پرستوں پر نہایت عمیق اثر مرتب کیا بالخصوص مغربی دنیا کے عیسائیوں طبیعات میں اس نے حقیقت کی نوعیت اور کائنات کے ڈھانچے اور مواد کا تجزیہ کیا تھا اس نے تخلیق کے قدیم بیانات کو فلسفانہ صورت دی ہستیوں کا ایک اسلسلہ مراتب موجود تھا جس میں ہر درجہ اپنے سے نیچے والے درجے کو صادر اور تبدیل کرتا تھا اس سلسلے میں سب سے بلند درجے پر غیر متحرک محرک بیٹھا تھا جسے ارسطو نے خدا کے ساتھ شناخت کیا یہ خدا خالص اور ناپائیدار ہے اس لیے خدا میں کوئی مادی عنصر موجود نہیں غیر متحرک محرک او روحانی تھا وہ مفکر اور فکر دو یوں تھا چونکہ مادہ فانی اور ناپائیدار ہے اس لیئے خدا میں کوئی مودی عنصر موجود نہیں غیر متحرک محرک ساری کائینا میں حرکت وسرگرمی کا منبع تھا ۔

ارسطو کے نظام میں غیر متحرک کو اہم حیثیت حاصل ہونے کے باجود اس کا خدا بہت کم مذہبی پہلو رکھتا تھا اس نے دنیا تخلیق نہین کی تھی کیونکہ اس میں تبدیلی اور ناپائیداری کا عمل جاری وساری تھا یہ خدا سے بے پرواہ تھا کیونکہ وہ اپنے سے کمتر کسی چیز پر غور وفکر نہیں کرسکتا وہ ہماری زندگیوں پر اثر انداز ہونے سے قاصر تھا یہ ایک کھلا موال ہے کہ آیا خدا کائنات کی موجودگی کے بارے میں جانتا بھی ہے یا نہیں اس قسم کے خدا کی موجودگی کا سوال بالکل اضافی ہوگا ارطو نے اپنی زندگی کے موخر حصے میں اس نظریہ سے منہ موڑ لیا لوگا افلاطون ارسطو دونوں ہی انفرادی ضمیر ،اچھی زندگی اور معاشرے میں انصاف کے مسئلے کے بارے میں متفکر تھے تاہم ان کی سوچ اشرافی تھی ۔

چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ایکسل عہد کی نئی آئیڈیالوجیز میں اس حوالے سے مجموعی طور ہر اتفاق رائے پایا جاتا تھا کہ انسانی زندگی میں ایک لازمی مروائی عنصر موجود تھا مختلف ایل فکر نے اس ماروائیت کی تعبیر مختلف انداز میں کی لیکن وہ سب اسے مردوں اور عورتوں کا کاملیت کے لیے نہایت اہم خیال کرتے تھے ابھوں نے پرانی ارسطویات کو قطعاً مسترد کردیا تھا ان کی تعبیر نو کی اور لوگوں کو اس سے بالاتر ہر کر سوچنے میں مدد دی جب یہ عارضی آئیڈیالوجیز تشکیل پذیر ہورہی تھیں تو اسرائیل کے پیغمبروں نے بدلتے حالات کا مقابلہ کرنے کی خاطر اپنی روایات بنائیں اور ان کے نتیجہ میں یہداہ واحد خدا بن گیا ،

یہودیت خدائے واحد

۷۴۲ قبل مسیح میں یہوداہ کے شاہی خاندان کے ایک رکن نے خواب میں یہواہ کو یروشلم کے ہیکل سلیمانی میں دیکھا یہ نبی اسرائیل کے لیے ایئک باعث پریشانی امر تھا یہوداہ کا بادشاہ عزیاہ اسی برس فوت ہوا تھا اور اس کا بیٹا آہاز تخت نشین ہوا تھا جس نے اپنی رعایا کو بڑھا دیا کہ یہوداہ کے ساتھ ساتھ پاگان دیوتاؤں کی بھی پرستش کریں اسرائیل کی شمالی طوائف الملوکی کا شکار تھی بادشاہ یربوآم کی وفات کے بعد ۷۴۶ اور ۷۳۶م کے دوران پانچ بادشاہ تخت نشین ہوچکے تھے جبکہ اشور کا بادشاہ تگلت سوم ان ک زمینوں کی جانب ہاتھ بڑھا رہا تھا ۷۲۲ ق م میں اس کے جانشین بادشہ سارگون دوم نے شمالی سلطنت فتح کی جانب کی اور آبادی نکال باہر کیا بادشاہت کو اپنی باقاء کا خطرہ لاحقھو گیا بادشاہ کی موت کے بعد معبد مین دعا گو عسعیاہ غالبا آنے والی مصیبت سے آگاہ تھا ساتھ ساتھ وہ معبد کی ٹھاٹھ باٹھ والی تقریبات کے عوامی اور جمہوری تھے جب خانقاہ میں لوبان کی خوشبو پھیل جاتی اور ہر طرف قربانی کے جانوروں کا خون بکھرا ہوتا تو وہ شاید خوفزدہ ہوجاتا کہ اسرائیل کا مذہب اپنے باطنی مفہوم اور راستبازی سے محروم ہوگیا تھا ۔

اچانک اسے محسوس ہوا کہ یہوادہ خود بھی معبد کے عین اوراوپر آسمان میں اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا یہوداہ کا نور میں بھرا ہوا تھا اور اس کے ساتھ موجود دوراافیوں نے اپنے پروں کی مدد سے چہروں کو ڈھانپ رکھا تھا کہ کہیں ان کی نظر یہوداہ کے چہرے پر نہ پڑ جائے وہ پکار رہے تھے پاک پاک یہوداہ سابوتھ پاک ہے اس کی شان اور جلال ساری کائنات میں پایا جاتا ہے لگتا ہے کہ معبد کی بنیادیں ہل رہی ہیں اور اس میں دھواں بھر گیا ہے گاڑھے دھوئیں نے یہوداہ کو اسی طرح چھپا لیا جیسے موسی سے کوہ سینا پر چھپایا تھا آج کل ہم لفظ مقدس یا پاک استعمال کرتے ہیں عموماً ہماری مراایک اخلاقی کمال سے دوستی ہوتی ہے تاہم عبرانی لفظ کدوش کا اخلاقیات سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس سے مراد ایک بنیادی بے نیازی ہے کوہ سینا ہر یہوداہ کی شبیہ نے اس وسیع خلیج پر روشنی ڈالی جو انسان اور الوہی دنیا کے بیچ اچانک پیدا ہو گئی تھی یسعیاہ نے الوہیت کے اس مفہوم کا تجربہ کیا تھا جو مردوں اور عورتوں پر تو تا فو قتا منکشف ہوئی اور انھیں اور خوف سے بھر دیا اس چھا جانے والے تجربہ میں کوئی منطقی چیز نہیں ایکسل عہد کا نیا یہوداہ اب بھی رب الافواج سابوتھ تھا لیکن اب وہ صرف جنگ کا خدا نہیں رہ گیا تھا نہ ہی محض ایک قابئلی دیوتا تھا جو اسرائیل کے حق میں جاندار ہوا اب اس کی شان وشوکت صرارض موعود تک محدود نہ رہی بکہ سارے کرہ ارض پر چھا گئی۔ یسعیاہ کوئی مہاتما بدھ نہ تھا جس نے سرواا ور طمانیت بخش حالت وجدان کا تجربہ کیا ہو وہ انسانوں کا کامل استاد نہیں بنا تھا اس کی بجائے وہ اخلاقی خوف میں مبتلا تھا اور وہ بہ آواز چلایا میں کیسی لاچار حالت سے دوچار ہوں میں بھٹک گیا ہوں۔

کیونکہ میں پاک ناپاک ہونٹوں والا شخص ہوں

اور میری آنکھوں نے بادشاہ یہوداہ کو دیکھ لیا ہے

یہوداہ کی ماروائی الوہیت سے مغلوب ہو کر اس کو صرف اپنی کم مائیگی اور ناپاکی ہی کا خیال آیا بدھ یا کسی یوگی کے برعکس اس نے مجاہدہ اور دریافتیں کر کے ضمیر کو اس تجربے کے لئے تیار نہیں کیا تھا اس پر انکشاف اچانک ہوا تھا اس سے پاؤں تک لرز کر رہ گیا ایک سیرافی فرشتہ جلتا ہوا کوئلہ لے کر اڑتا ہوا آیا اور اس کے ہونٹوں کو پاک کیا تاکہ وہ خدا کے الفاظ ادا کرنے کے لائق ہو سکیں بہت سے پیغمبر تو خدا کی جانب سے بات کرنے سے ہچکچاتے تھے یا ایسا کرنے کرنے کے قابل نہ تھے جب خدا نے موسی کو جلتی ہوئی جھاڑی کے پیچھے سے پکارا اور حکم دیا کہ فرعون اور بنی اسرائیل کو اس کا پیغام پہنچائیں تو موسی نے احتجاج کیا کہ وہ ٹھیک طرح سے بات نہیں کر سکتے خدا نے اس سلسلے میں انھیں خاص رعائیت دی وران کے بھائی حضرت ہارون کو اجات دی کہ وہ حضرت موسی کے بجائے بولیں یہ چیز خدا کے الفاظ کو ادا کرنے کی مشک کی جانب اشارہ کرتی ہے پیغمبران خدا یہ عظیم اپنے سر لینے سے ہچکچاتے تھے۔

ہندوؤں نے کبھی براہمن کو ایک عظیم بادشاہ بنا کر پیش کیا کیونکہ ان کے خدا کو اس طرح انسانی خصوصیات کے ساتھ بیان کرنا ممکن نہیں یسعیاہ کی کہانی کو لفظی معنوں میں نہیں لینا چاہیئے یہ نا قابل بیان کو بیان کرنے کرنے کی ایک کوشش ہے یسعیاہ نے جبلی طور پر اپنے لوگوں کی اساطیری روایات سے کام لے کر سننے والوں کو اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کے متعلق بتایا زبور میں اکثر جگھوں پر یہوداہ کو آسمان پر اپنے معبد میں بادشاہ کی مانند بیٹھے ہوئے بتایا گیا ہے جیسے بعل مردوک اور اژدہے ان کے پڑوسی دیوتاؤں کو کافی حد تک اسی قسم کے معبدوں میں بطور حاکم بتایا گیا تھا تاہم اساطیری پردے کے پیچھے مطلق کا ایک کافی واضح تصور اسرائیل میں ظاہر ہونے لگا تھا اس خدا کا

تجربہ انسان کے ساتھ روبروئی ہے خدا اور بندے کا کلام بھی اپنشد کے رشیوں کے لئے ناقابل تصور چیز ہے۔

یہواہ نے پوچھا میں کس کو بھیجوں میرا پیغمبر کون ہوگا اسوراس کے حضور یسعیاہ نے موسیٰ کی طرح جواب دیا میں یہاں ہوں مجھے بھیج دیں اس مکاشفے کا مطلب پیغمبر کو ایک عملی کام سونپا تھا بنیادی طور پر پیغمبر وہ ہے جو خدا کے حضور اطاعت کے ساتھ کھڑا رہے پیغام ہرگز آسان نہ تھا مخصوص سامی انداز میں یہواہ نے یسعیاہ سے کہا کہ لوگ اس پیغام کو قبول نہیں کریں گے جب لوگ یہ پیغام کو قبول نہ کریں تو وہ مایوس نہ ہو جاؤ اور لوگوں کو پیغام پہنچاؤ تم نے بار بار سنا لیکن سمجھا نہیں تم نے بار بار دیکھا ادراک نہیں کیا سات سو سال بعد حضرت عیسیٰ نے یہ الفاظ اس وقت کہے جب لوگوں نے ان کے دیے ہوئے پیغام کو سننے سے انکار کر دیا نوع انسان بہت زیادہ حقیقت کو جھیل نہیں سکتی یسعیاہ کے دور کے اسرائیلی جنگ اور تباہی کے دہانے پر کھڑے تھے اور یہواہ کے پاس ان کے لئے کوئی خوش کن پیغام نہ تھا ان کے شہر تباہ ہو جائیں گے کھیت ویران اور گھر بے آباد ہو جائیں گے یسعیاہ نے اپنی زندگی میں بہتر شمالی سلطنت کی تباہی ۷۲۲ اور دس بائلی کی جلاوطنی دیکھ لی ۷۰۱ میں سنخیر بنے ایک بہت بڑی اشوری فوج کے ساتھ یہواہ پر چڑھائی کی اس کے ۴۶ شہروں اور قلعوں کا محاصرہ کیا مفافعت کرنے والے افسروں کی کھال کھنچوائی تقریباً ۲۰۰۰ لوگوں کو جلاوطن اور یہودی بادشاہ کو یروشلم میں قید کر دیا یسعیاہ نے اپنے لوگوں کو اس ناگزیر تباہی سے خبردار کرنے کا لاحاصل کام کیا۔

کسی ذہین سیاسی تجزیہ نگار کے لیے ان تباہیوں کی پیش بینی کرنا بالکل مشکل نہ ہوتا یسعیاہ کے پیغام میں اصل چبھنے والی بات صورتحال کا تجزیہ تھا حضرت موسیٰ کے قدیم جانبدار خدا نے اشور کو دشمن کا روپ دیا یسعیاہ کے خدا نے اشور کو اپنے آلہ کار طور پر لیا یہ سارگن دوم یا سنخیر طب نہیں تھا کہ جو اسرائیلیوں کو ملک سے نکال کر علاقے کو تباہ و برباد کر دیتا یہ یواہ ہی ہے جو لوگوں کو نکال باہر کرتا ہے ایکسل عہد کے پیغمبروں کے پیغام میں یہ ایک مستقل خیال ہی تھا اسرائیل کے خدا نے خود ٹھوس انداز میں پیش کیا تا کہ پاگان دیوتاؤں سے ممتیز ہو سکے اب نئے پیغمبروں نے زور دیا کہ سیاسی تباہی کے ساتھ ساتھ فتح نے خدا کو منکشف کیا جو تاریخ کا آقا اور مالک بننے کو تھا تمام اقوام اس کی جیب میں تھیں بعد میں اشور نے بھی دکھ کے دن دیکھے کیونکہ اس کے بادشاہوں نے ی تسلیم نہ کیا تھا کہ وہ اپنے بڑی ایک ہستی کے ہاتھ محض کھلونے ہیں کیونکہ یہواہ نے اشور کی تباہی کی پ]یشگوئی کر دی تھی اس لئے مستقبل کے لئے کوئی طویل امید نہیں رکھی جا سکتی تھی لیکن کوئی اسرائیلی یہ سننا نہیں چاہتا تھا کہ یہواہ نے ہی تنگ نظر پالیسیاں بنا کر اسے سیاسی تباہی سے دوچار کیا تھا کوئی بھی یہ سن کر خوش نہ ہوتا کہ خود یہواہ نے ہی ۷۲۲ اور ۷۰۱ ق۔م کی اشوری مہمات کی حکمت عملی طے کی تھی اس نے ایسی قوم کو تباہ کرتے وقت کیا سوچا تھا جسے وہ اپنے منتخب بندے بنانے والا تھا یسعیاہ نے یہواہ کی جو تصویر کشی کی اس میں کچھ بھی قابل خواہش نہ تھا لوگوں کو ناگوار حقیقت سے دوچار کرنے کے لئے یہواہ کو استعمال کیا جا رہا تھا یسعیاہ جیسے پیغمبر اس کوشش میں تھے کہ ان کے ہم وطن اصل تاریخ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں اور اسے تسلیم کریں حضرت موسیٰ کا خدا فتح کی کوش خبری سناتا تھا جبکہ یسعیاہ کا خدا رنج زدہ تھا ہمیں معلوم ہے کہ الہام اہل معبد کے لیے ماتم و فریاد سے ہوتا ہے سانڈ اور گدھا اپنے مالک کو جانتا ہے لیکن اسرائیل کٹھ بھی نہیں جانتا میرے لوگوں کو کچھ بھی معلوم نہیں یہواہ معبد میں جانوروں کی قربانی سخت خلاف تھا ان کے تیوہار سال نو کے جشن اور زیارتیں اس کے لئے ناقابل برداشت تھیں اس بات نے یسعیاہ کے سا

معین کو ہلا کر رکھ دیا مشرق وسطی میں ی تقریبات مذہب کا جوہر تھیں پاگان دیوتاؤں کی مرجھائی توانائیوں کو بحال کرنے کے لئے ان تقریبات کی ضرورت تھی ان کی شان وشوکت کا دارومدار جزوی طور پر معبدوں نکے جاہ وجلال پر بھی تھا اب یہواہ کہہ رہا تھا کہ یہ سب چیزیں قطعاً بےمعنی تھیں دیگر اولیا کی طرح یسعیاہ نے بھی محسوس کیا کہ محض ظاہری طاعت کافی نہیں اسرائیلیوں کو مذہب کا باطنی مفہوم بجھی دریافت کرنا ہوگا یہواہ قربانی سے زیادہ محبت کا خواہشمند تھا ۔

پیغمبروں نے اپنے لیے رحم کی ذمہ داری منتخب کی تھی جو ایکسل عہد کیتمام مذاہب کا نشان امتیازی بنی اس دور میں تشکیل پانے والی تمام آئیڈیالوجیز نے اصرار کیا کہ معتبر یت کا معیار یہ تھا کہ مذہبی تجربہ کو کامیاب انداز میں روزمرہ کی زندگی کا جزو بنا دیا جائے اب مذہبی اطاعت کو محض معبد کی چاردیواری تک محدود رکھنا کافی نہ رہا تھا روشن خیالی آنے کے بعد ایک مرد یا عورت کے لیٔ ضروری تھا کہ بازار میں آ کر تمام زندہ مخلوقات کے ساتھ بھی محبت کا اظہار کرے ۔

پیغمبروں کا سماجی تصور یہواہ پر عقیدے سے واضح ہے خروج کی کہانی نے زور دیا تھا کہ خدا کمزورتر اور غریب کے ساتھ تھا کہ اب اسرائیلی بڑے خود ظالم بن گئے تھے جب یسعیاہ نے پیشگوئی کی تو اس سے پہلے ہی دو پیغمبر افراتفری کی شکار شمالیہ سلطنت میں اسی قسم کا پیغام دے شکے تھے پہلے پیغمبر عاموس تھے جو یسعیاہ کی ہی طرح اشرافیہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن اصول میں جنوبی سلطنت کی جانب چلے گئے وہ بیت ایل کی قدیم زیادت گاہ میں گئے اور وہاں روز قیامت کے بارے میں وعظ کر کے رسومات کو رد کیا خانقاہ کے پروہت نے فطری طور پر عاموس کو ان کی غیب دانوں میں سے ای خیال کیا جو ٹولیوں کی صورت میں ادھر ادھر پھرتے اور قسمت کا حال بتاتے تیھے پروہت نے عاموس کو وہاں سے چلے جانے کو کہا عاموس نے حقارت کے ساتھ جواب دیا کہ وہ کوئی غیب دان نہیں کہ یہواہ کی جانب سے براہ راست مقرر کردہ ہیں میں کوئی نبی نہ تھا اور نہ ہی میرا تعلق نبیوں کے کسی قبیلے سے تھا میں ایک گڈریا تھا لیکن یہواہ نے مجھے خود منتخب کیا اور کہا جاؤ اور نبی اسرائیل کو میری پیشگوئی بتاؤ تو کیا بیت ایل لوگ یہواہ کا پیغام نہیں سننا چاہتے تھے عاموکے پاس ان کے لئے ایک اور پیش بنی بھی تھی ان کی بیویوں کو زبردستی گلیوں میں لایا جائے گا ان بچوں کو ذبح کیا جائے گا اور خود انھیں سرزمین اسرائیل سے بہت دور جلاوطنی میں مرنا ہوگا تنہا رہنا پیغمبر کے لیے لازمی تھا راموس جیسی شخصیت کا دارومدار اپنے اوپر ہی تھا انھوں نے ماضی کے تمام فرائض اور ذمہ داریوں کو پس پشت میں ڈال دیا انھوں نے یہ انتخاب خود نہ کیا بلکہ ایسا خود بخود ہی ہو گیا لگتا ہے کہ اب وہ معمول کے ضوابط پر مختار نہ رہے تھے انھیں چاہے یا ان چاہے طور پر خدا کا پیغام پہنچانا ہی پڑا عاموس گوتم بدھ کی طرح اپنی ہی ذات میں فنا نہیں ہو گئے تھے بلکہ ان کی انا کی جگہ یہواہ نے لے لی اور بروز کسی اور دنیا میں پہنچا دیا پیغمبروں میں سب سے پہلئے عاموس نے ہی سماجی انصاف اور محبت کی اہمیت پر زور دیا بدھ کی طرح وہ انسانیت کے دکھ پر اذیت زدہ تھے عاموس کی پیش نبیوں میں یہواہ بے آواز مظلوموں کی جانب بول رہا تھا اسرائیل لوگ کے ظلم ع جبر برداشت کر رہے تھے لیکن یہواہ یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ خود کو رب کے منتخب بندے خیال کرتے تھے انھوںؓ نے میاثاق کا مفہوم بالکل غلط لیا تھا جس کا مطلب مراعات کی بجائے ذمہ داری تھا اے اسرائیل کے بیٹو سنو اس پیش بنی میں یہواہ تمہارے خلاف بول رہا تھا اس سارے کنبے کے خلاف جسے میں اپنے ساتھ ملک مصر لایا ہوں ۔

اقرار نامے کا مطلب ہے کہ اسرائیل کے تمام لوگ خدا کے منتخب بندے تھے اور اس لیئے اس کے ساتھ شائستہ سلوک کیا جائے خدا نے محض اسرائیل کی رفعت کے لیے نہیں بلکہ سماجی انصاف دلانے کے لئے بھی تاریخ میں مداخلت کی۔

اس میں حیرت کی بات نہیں کہ بیشتر اسرائیلیوں نے یہواہ کے ساتھ بات کرنے کے لیے پیغمبر کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا انھوں نے ایک کم مطالبات کرنے والے مذہب کو منتخب کیا یہ معاملہ جاری رہا رحم کے مذہب کی پیروی بس ایک چھوٹی سی اقلیت نے ہی کی زیادہ تر مذہبی لوگ معبد کلیا یا اور مسجد میں رسوماتی عبادت پر ہی قانع رہتے ہیں اسرائیل میں قدیم کنعانی مذاہب ابھی تک پھل پھول رہے تھے دسویں صدی میں بادشاہ تو بر آم اول نے دان اور بیت ایل کی دو خانقاہوں میں پرستش کے لئے دو سانڈ رکھے تھے دو سا سال بعد بھی اسرائیلی لوگ وہاں زرخیزی کی رسوم اور مقدس جنسی پرستی میں حصہ لے رہے تھے جیسا کہ ہمیں عاموس کے ہمعصر نبی وسیع کی کہانتوں میں نظر آتا ہے لگتا ہے کہ کچھ اسرائیلیوں نے سوچا کہ دوسرے نکالے ہیں جن پر یہواہ اوع اس کی عشیرہ تحریر ہے وسیع اس حقیقت سے خاص طور پر پریشان تھے کہ اسرائیل دیگر دیوا توئں کی پوجا کر کے میثق کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا تھا تمام نئے پیغمبروں کی طرح وہ بھی مذہب کے باطنی مفہوم کے بارے میں سوچتے تھے جیسا کہ انھوں نے یہواہ سے کہلوایا میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں اور خدا کے علم کو سوختنی قربانیوں سے زیادہ چاہتا ہوں ہوسیع اس کیمرا د نظریاتی علم نہ تھا اس موقع پر استعمال کیے گئے عبرانی لفظ ڈیتھ کا مطلب جاننا ہے لہذا جے کہتا کہ حضرت آدم اپنی بیوی کو جانتے تھے قدیم کنعانی مذہب میں بعل نے مٹی سے شادی کی تھی اور لوگوں نے اس موقع پر رسوماتی رنگ رلیوں کا مظاہرہ کیا تھا لیکن وسیع نے اصرار کیا کہ میثاق کے بعد سے یہواہ نے بعل کی جگہ لے لی تھی اور نبی اسرائیل کے ساتھ شادی کر لی تھی انھیں اس بات کو سمجھنا تھا کہ بعل نہیں بلکہ یہواہ زمین کو زرخیز کرتا ہے وہ اب بھی اسرائیل کو محبوبہ کی طرح چاہتے تھے اور اسرائیل کو بعل کے بہلا دوں پھسلا ووں سے نکالنا چاہتے تھے۔

اور خداوند فرماتا ہے کہ وہ دن آئے گا جب وہ مجھے ایشی شوہر کہے گی
اور پھر بعلی نہ کہے گی کیونکہ میں بعلیم کے نام اس کے منہ سے دور کردوں گا
اور پھر ان ک انم نہ لیا جائے گا۔ (ہوسیع ۲۔ ۱۷ تا ۱۸)

عاموس نے جہاں کمزوریوں پر حملہ کیا ہواں ہوسیع نے اسرائیلی مذہب کی داخیلت پر ہی بات کی خدا کے علم کا تعلق داخلی موزانیت اور یہواہ کے ساتھ وابستگی کی جانب اشارہ تھا جسے خارجی پابندی سے قابل ترجیح ہونا چاہیئے۔

ہوسیع ہمیں پیغمبروں کی بصیرت کی ایک حیرت انگیز تفہیم عطا کرتا ہے جس نے ان کیتصو رخدا کو ترقی دی لگتا ہے کہ یہواہ بہت آغاز میں ہی ایک ہلا کر رکھ دینے کا حکم جاری کیا تھا اس نے ہوسیع کو حکم دیا کہ جا کر کسی سے شادی کر لے کیونکہ سارا ملک یہواہ کو مسترد کر چکی بدکار عورت بنا ہوا تھا ہوسیع تاہم معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے یہواہ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ایک بدکار عورت کی خاطر گلیوں کی خاک چھانے بلکہ اس کی امرا یک نظر باز عورت یا زرخیزی کے مسلک کی کسی مقدس کسی سے تھی زرخیزی سے متعلقہ رسوم میں ہوسیع کی دلچسپی کے پیش نظر یہ قرین قیاس نظر آتا ہے کہ اس کی بیوی جمر بنت دبلائم بعل کے مسلک میں ایک مقدس شخصیت بن چکی تھی چنانچہ اس کے ساتھ وسیع کی شادی بے عقیدہ اسرائیل

کے ساتھ یہواہ کے تعلق کا اشارہ تھی وسیع اور جمر کے تین بچے ہوئے جنھیں علامتی نام دیئے گئے ان ناموں میں ان کے انجام کی جانب اشارہ تھا بڑے بیٹے کا نام ایک مشہور میدان جنگ کے نام پر یزریل تھا بیٹی کا نام لورحامہ جسے محبت کی جائے اور چھوٹے بیٹے کا نام لوعمی تم میرے لوگ نہیں ہو رکھا گیا اس کی پیدائش پر یہواہ نے اسرائیل کے ساتھ میثاق منسوخ کرڈالا تم میرے لوگ نہیں اور میں تمہرا نہیں ہوں گا ہوسیع لگتا ہے کہ ہوسیع کی شادی کا آغاز سردمہری کے ساتھ نہیں ہوا تھا ہوسیع کی کتاب میں متعلقہ حصہ پڑھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ جمر اپنے آخری بچے کی پیدائش تک بدکار عورت نہیں نہ تھی ہوسیع کو بعد میں ی کہیں جا کر معلوم ہوا کہ یہ شادی یہواہ کے حکم سے ہوئی تھی بیوی کی بے وفائی نے ہوسیع کو سمجھایا کہ یہواہ کو اپنے لوگوں کی بے وفائی پر کیسا محسوس ہوتا ہوگا سب سے پہلے تو ہوسیع کو جمر کو مسترد کرنے اور اس سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھنے کی خواہش ہوئی قانون کے مطابق کوئی مرضہ اپنی بے وفائی کو طلاق دے سکتا تھا لیکن ہوسیع اب بھی جمر سے پیار تھا اور اس کے پیچھے جا کر اسے نئے مالک سے خرید الیا جمر کو واپس حاصل کرنے کی اپنی خواہش میں اسے اشارہ ملا کر یہواہ اسرائیل کو ایک موقع دینے پر عمل دینے پر تیار تھا انبیاء یہواہ سے اپنے جیسی انسانی صفات اور تجربات منسوب کر کے اپنے تخیل میں ایک دیوتا تخلیق کر رہے تھے شاہی خاندان کے ایک فرد یسعیاہ نے یہواہ کو ایک بادشاہ تصور کیا تھا عاموس نے درد کے موروں کے ساتھ اپنی ہمدردی کو یہواہ کے ساتھ منسوب کر دیا ہوسیع نے یہواہ کو ایک فریب زدہ شوہر کے طور پر دیکھا جو اب بھی اپنی بے وفا بیوی کے ساتھ محبت کرتا تھا تمام مذاہب کا آغاز کسی نہ کسی تشبیہت سے ہوا کوئی انسانیت سے بہت دور دیوتا روحانی جستجو شرعو کر سکتا تھا یہ کہنا پڑے گا کہ انسانی حوالوں سے خدا کی اس تصوراتی پیشکش نے ایک سماجی تشویش پیدا کی جو ہندومت میں موجود نہیں خدا کے تینوں مذاہب میں عاموس اور یسعیاہ کی سوشلسٹ اخلاقیات مشترک ہے ایک فلاحی نظام قائم کرنے والے اولین یہودی ہیں ان کے پاگان بت پرست پڑوسی بھی اس نظام کیمداح تھے دیگر تمام پیغمبروں کی طرح ہوسیع بھی بت پرستی کی خوفنا کیوں سے آگاہ تھے انھوں نے الوہی انتقام پر غور وفکر کیا جسے شمالی قبائل اپنے بنائے ہوئے دیوتاؤں کی پرستش کر کے دعوت دے رہے تھے اور اب وہ گنا پر گناہ کرتے ہیں ۔

انھوں نے اپنے لیے چاندی کی ڈھالی ہوئی مورتیں بنائیں ۔

اور اپنی فہم کے مطابق بن تیار کیے ۔

جو سب کے سب کاریگروں کا کام ہیں ۔

وہ ان کی بابت کہتے ہیں جو لوگ قربانی گذارتے ہیں وہ بچھڑوں کو چومیں ۔

بالاشبہ یہ کنعانی مذہب کا ایک غیر منصفانہ اور گھٹا کر پیش کیا ہوا بیان ہے کنعان اور بابل کے لوگوں کا کبھی بھی یہ عقیدہ نہیں ہو رہا تھا کہ ان کے دیوتاؤں کے بت بذات خود مقدس تھے انھوں نے کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا تھا شبیہ اصل میں معبود کی ایک علامت تھی ان کے قابل تصوعا اور قبل از تاریخ واقعات کی طرح ان کی اختراع کا مقصد بھی پجاری کی توجہ کو اس سے ماورا کی جانب مبذول کرانا تھا esagila کے معبد میر دوک کے بت اور کنعان میں عشیرہ کے ایستادہ پتھروں کو کبھی بھی دیوتاؤں کے مشابہ نہیں سمجھا گیا بلکہ وہ انسانی حیات کے ماروائی عنصر پر توجہ مرکوز کرنے کے لئے ایک طرح کا نقطہ ارتکاز تھے تاہم انبیاء نے اپنے بت پرست معبودوں کو اکثر برا بھلا کہا

ان کی نظر میں یہ ہاتھ سے بنائے ہوئے خدا سونے اور چاندی کے سوا کچھ بھی نہ تھے انھیں کاریگروں نے ایک دو گھنٹوں میں تیار کیا تھا ان کی آنکھیں بصارت اور کان سماعت سے عاری تھے وہ خود چل تک نہیں سکتے تھے ان کی حیثیت کھیتوں میں کوؤں کو بھگانے کے لئے لگائے گئے لکڑی کے ڈھانچے سے زیادہ نہ تھی یہواہ کے مقابلے میں اسرائیل کا ایلوہیم کچھ بھی نہیں تھا ان کے پجاری احمق تھے اور یہواہ ان سے نفرت کرتا تھا ،

آجکل ہم عدم برداشت کے اس قدر عادی ہوگئے ہیں جو بدقسمتی سے وحدانیت پرستی کا خاصا بن گئی ہے کہ ہم یہ غور نہیں کرتے کہ دیگر خداؤں سے ی دشمنی ایک نیا مذہبی رجحان تھا بت پرستی ایک نسبتا ردار عقیدہ تھا اگر ان پرانے مسالک کو ایک معبود کی آمد سے خطرہ لاحق نہ ہوتا روایتی عبادت خانہ میں ہروقت ایک اور بت کی گنجائش موجود رہتی حتی کہ جہاں ایکسل عہد کے نظریات کی جگہ دیوتاؤں کی قدیم تعظیم لے رہی تھی وہاں قدیم معبودوں کی کوئی تردید موجود نہ تھی ہم نے دیکھا ہے کہ ہندومت اور بدھ مت میں اپنے اوپر ندفرین کرنے کے بجائے دیوتاؤں سے بالاتر نرم رویہ اپنانے کو تیار نہ تھے یہودی صحائف میں بت پرستی کے نئے گناہ جھوٹے خداؤں کی پرستش متلی کے مترادف تھا یہ ایک ردعمل ہے جو شاید اس بغاوت جیسا ہے جو کلیاء کچھ باپ جنسیت کے حق محسوس کرتے ہیں ان معنوں میں ی ایک ردعمل ہے لیکن گہری پریشانی اور دباؤ کا اظہار کیا پیغمبر اپنے ذاتی مذہبی رویے کے بارے میں کچھ پریشان تھے شاید وغیرہ آرام وطور پر اس بات سے آگاہ تھے کہ ان کا یہواہ کے بارے میں اپنا تصور بھی بت پرستوں کی بت پرستی جیسا تھا کیونکہ وہ بھی اپنے تصور میں ایک معبود بنا رہے تھے۔

جنسیت کے بارے میں عیسائی رویے کے ساتھ موازنہ ایک اور لحاظ سے روشنی ڈالتا ہے اس معاملے میں بیشتر اسرائیلی دوٹوک انداز میں پاگان معبودوں کے وجود پر یقین رکھتے تھے یہ درست ہے کہ یہواہ آہستہ آہستہ مخصوص حلقوں میں کنعانیوں کے ایلوہیم کے کچھ وظائف اختیار کرتا جا رہا تھا مثلا ہوسیع یہ دلیل دینے کی کوشش میں تھا کہ وہ بعل کے مقابلہ میں زرخیزی کا ایک زیادہ بہتر دیوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ مردانہ صفات کے مالک کے لئے عشیرہ عشتار یا انت جیسی پیروکار تھے اگرچہ وحدانیت پرستوں نے اپنے خدا کے بے جنس ہونے پر اصرار کیا کہ وہ لیکن وہ اس کے بوجود نہ رہا کچھ ایک یہ بے توازنی ختم کرنے کی کوشش بھی کہ جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ اس کی کچھ وجہ تو اس کا بالا صل قبائلی دیوتا جنگ ہونا تھی تاہم دیویوں کے ساتھ اس کی لڑائی ایکسل عہد کلی ایک کم مثبت خصوصیت منعکس کرتی ہیں جب عمودی سطح پر عورت اور مونث کا زیادہ عزت دی جاتی تھیں روایتی مذہب میں مہا دیویوں کا اعلی رتبہ مونث کے احترام کو منعکس کرتا ہے تاہم شہروں کی تعمیر کا مطلب تھا کہ جسمانی طاقت اور لڑائی کی زیادہ بہتر مردانی صفت کو اہمیت حاصل ہوگئی تھی تب کے بعد عورتیں حاشیہ نشین ہوگئیں اور نئی تہذیبوں میں دوسرے کو مشرق کے پدرسری رویوں کا فرمان جاری کرتے وقت یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیئے جمہوری تصورا ایتھنز کی عورتوں تک نہ پہنچ سکا جو گوشہ گیر رہتی اور کمتر سمجھی جاتی تھیں اسرائیلی معاشرہ بھی مردانہ رنگ میں رنگتا جا رہا تھا ابتدائی ایام مین عورتیں زیادہ زور دیتی تھیں اور خود کو واضح طور پر اپنے شوہروں کے برابر سمجھتی تھیں دبورہ جیسی کچھ عورتوں نے جنگوں میں اپنی فوجوں کی قیادت بھی کی اسرائیلی جودت اور اعستارات جیسی عورتوں نے جنگوں میں اپنی فوجوں کی قیادت بھی کی اسرائیلی جودت اور اعستارات جیسی عورتوں کو تعظیم دینے کا سلسلہ جاری رکھتے لیکن جب یہواہ نے کامیابی کے ساتھ کنعان اور مشرق وسطی کے دیگر دیوتاؤں کو شکست دے دی اور خود خدائے واحد بن بیٹھا تو اس

کے مذہب نے تقریباً تمام انسانوں کے معاملات سنبھال لیے دیویں کا مسلک دب گیا اور یہ بات ایک ایسی ثقافتی تبدیلی کی علامت تھی جو نئی مذہبی یافتہ دنیا کا خاصا تھی ۔ہم دیکھیں گے کہ یہواہ کو یہ فتح بڑی محنت کے بعد حاصل ہوئی تھی اس میں تناؤ اور تشدد محاز آرائی شامل تھی اور یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ ایک خدا کا نیا مذہب اسرائیلیوں کے لئے اتنی آسانی سے نہیں آیا جتنا کہ برصغیر کے لوگوں کے لیے بدھ مت یا ہندو مت آیا تھا یہواہ اپنے سے پرانے معبودوں پر ایک رامن اور فطری انداز میں فتح مند ہوتا نظر نہیں آتا اس کو لڑ کر اپنی جگہ بنانا پڑی چنانچہ زبور ۸۲ میں میں اس قیادت آسمبلی حاصل کرنے کے لئے ایک کھیل کھیلتے ہوئے ہیں جس نے بابلی اور کنعانی دونوں اساطیر میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

خدا کی اجماعت میں خدا موجود ہے ۔

وہ الھوں کے درمیان عدالت کرتا ہے ۔

تم کب تک بے انصافی سے عدالت کرو گے۔

اور شریروں کی طرف داری کرو گے ۔

غریب اور یتیم کا انصاف کرو ۔

غمزدہ اور مفلسوں کے ساتھ انصاف کے ساتھ پیش آؤ ۔

غریب اور محتاج کو بچاؤ ،

شریروں کے ہاتھ سے ان کو چھڑاؤ ۔

وہ نہ کچھ تو جانتے اور نہ سمجھتے ہیں،

وہ اندھیرے میں ادھر ادھر چلتے ہیں،

زمین کی سب بنیادیں ہل گئی ہیں۔

میں نے کہا تھا کہ الہٰ تم ہو ۔

اور تم سب حق تعالی کے فرزند ہو ۔

تو تم بھی آدمیوں کی طرح مرد گے ۔

حافظے سے محو ہو چکے دور میں ایل کی زیر صدارت منعقدہ اجلاس میں جب یہواہ نکتہ اعتراض اٹھانے کے لیے کھڑا ہوا تو اسے اس نے دوسرے دیوتاؤں پر الزام عائد کیا کہ وہ موجود دور کے سماجی چیلنج کو پورا کرنے میں ناکام رہے تھے دیوتاؤں مے خود کو متحرک ثابت کر دیا تھا نہ صرف زبور میں یہواہ کی جانب سے اپنے ساتھی دیوتاؤں کو موت کی بددعا دکھائی دیتی ہے بلکہ ایسا کر کے اس نے ایل کے روایتی استحاق کو بھی فروغ دیا جو غالباً ابھی تک اسرائیل میں چیمپئن تھا ۔

بائبل میں کی گئی تنقید کے باوجود بت پرستی میں کوئی خرابی نہیں یہ صرف تبھی قابل اعتراض بنتی ہے جب خدا کی محبت کے ساتھ بنائی گئی شبیہ کو

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

ہی حقیقت مطلق سمجھا جانے لگے ہم دیکھیں گے کہ کچھ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں نے بھی مطلق کی اس شبیہ پر کام کیا اور اس تصور پر پہنچے جو ہندو اور بدھ تصورات سے قریب تر تھا جبکہ دیگر اپنے تصور خدا کو مطلق رات سے مشابیہ ہی سمجھتے رہے بت پرستانہ مذہبیت کے خطرات ۶۲۲ ق۔م میں یہواہ کے بادشاہ یوسیاہ کے دور حکومت میں واضح ہوئے وہ اپنے پیشرووں کی تضادات کے اجتماع پر مبنی پالیسیاں الٹ کر رکھ دینے کا خواہشمند تھا یعنی کہ بادشاہ منسی ۶۴۲۔۶۸۷ اور بادشاہ آمن ۶۴۰۔۶۴۲ یا عامون جنھوں نے اپنے لوگوں کو یہواہ کے ساتھ کنعانی دیوتاؤں کی پوجا کرنے کرنے کا بھی کہا تھا منسی نے تو ایک معبد میں عشیرہ کی شبیہ بھی رکھ دی تھی جہاں زرخیزی کا ایک مسلک پھل پھول رہا تھا چونکہ بیشتر اسرائیلی عشیرہ کے ساتھ منسلک تھے اور کچھ اسے یہواہ کی بیوی خیال کرتے تھے لہذا یہواہ کے اکیلے پجاری کو کافر سمجھا جانا عین ممکن تھا تاہم یہواہ کے مسلک کو فروغ دینے پر کمربستہ یوسیاہ نے معبد میں وسیع پیانے پر مرمت کا کام شروع کروانے کا فیصلہ کیا تھا جب مزدور ہر چیز کو ادھیڑ رہے تھے تو پروہیت اعلی ہلکیارہ نے ایک مسودہ یوسیاہ کے سیکریٹری کو دیا جس نے اسے بادشاہ کے حضرت موسی کا آخری خطبلند پڑھا جو ابن بادشاہ نے اسے سنتے ساتھ ہی خوف کے مارے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اپنے اجداد پر یہواہ کا یہ غصہ باعث حیرت نہیں وہ حضرت موسی کی سخت ہدایات کی تعمیل کرنے میں بری طرح ناکام رہے تھے ۔

یہ بات تقریباً یقینی ہے کہ ہلکیارہ کی دریافت کردہ کتاب شریعت اس متن کا بنیادی حصہ ہے جسے ہم آج کتاب استنشا کے نام سے جانتے ہیں اس کی دریافت کے بارے میں بہت سے نظریات موجود ہیں کچھ کا کہنا ہے کہ ہلکیارہ اور یوسیاہ کے سیکریٹری نے اسے کاہنہ ہلدہ کی مدد سے چوری چھپے لکھا تھا ہمیں یقینی طور پر کبھی بھی معلوم نہ ہو سکے گا لیکن کتاب بلاشبہ اسرائیل میں یاک نئ قلب مایئت کی جانب اشارہ کرتی ہے کتاب کے مطابق حضرت موسی نے میثاق اور اسرائیل کے منتخب کیے جانے کو ایک نئ مرکزیت دی یہواہ نے باقی تمام لوگوں میں سے اپنے بندے منتخب کر لیئے تھے ان کی کسی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی محبت کیے تحت جواب میں اس نے لوگوں سے مکمل وابستگی اور دیگر دیوتاؤں کی قطعی تردید کا مطالبہ کیا کتاب استنشا کے نفس مضمون میں وہ یہ اعلان شامل ہے وبعد ازاں میں یہودی عقیدے کا حصہ بن گیا

سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہے ہی خداوند ہے تو اپنے سارے دل اور ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوندا پنے کدا سے محبت رکھ اور یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل پر نقش رہیں ۔

خدا کا انتخاب نے اسرائیل کو بت پرستوں سے جدا کر دیا تھا چنانچہ مصنف نے موسی کے منہ سے کہلوایا کہ ارض موعودہ پہنچنے پر انھیں مقامی باشندوں کے ساتھ کوء لین دین نہیں رکھنا تو ان سے کوئی معاہدہ نہ کرنا اور نہ ہی ان پر رحم کھانا باہمی شادیاں اور نہ ہی کوئی اور رشتہ داریاں ہونی چاہیئں سب سے بڑھ کر انھیں کنعانی مذہب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا بلکہ تم ان سے ی سلوک کرن اکہ ان کے مذبحوں کو ڈھا دینا اور ان کے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا حضرت موسی اسرائیلیوں کو حکم دیتے ہیں تو ان کی تراشی کوئی مورتیں آگ میں جلا دینا کیونکہ خدا تو خداوندا پنے خدا کے لیے ایک مقدس قوم ہے خوادوند تیرے خدا نے تجھ کو زمین کی اور سب زمین کی اور سب قوموں میں سے چن لیا ہے تو اس کی کاص امت ٹھرے ۔ (استثناہ ۷۔۵ تا ۷)

آج شیما پڑھنے والے یہودی اسے ایک وحدانیت پرستانہ معنی دیتے ہیں خداوند یہواہ ہمارا خدا ایک اور یکتا کتاب استنشا ابھی تک اس

مناظر میں نہیں پہنچی تھیں یہاں استعمال کیے گئے لفظ کا مطلب کیا خدا ایک پہیے نہیں بلکہ یہ ہے کہ یہواہ واحد معبود تھا جس کی پرستش کی اجازت دی گئی دیگر دیوتا ابھی تک ایک خطرہ بنے ہوئے تھے خدا ان سے جلتا تھا بنی اسرائیل اگر یہواہ کے قوانین کی اطاعت کرتے تو وہ انھیں خوشحال و سرفراز کرتا اور نافرمانی صورت میں تباہ و برباد کر دیتا ۔

اور خداوند تجھ کو زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام قوموں پر گندہ کرے گا وہاں پر لکڑی اور پتھر کے اور معبودوں کی جن کو تو یا تیرے باپ دادا جانتے بھی نہیں پرستش کرے گا ان قوموں کے بیچ تجھ کو چین نصیب نہ ہوگا اور نہ تیرے پاؤں کے تلوے کو آرام ملے گا بلک خداوند تجھ کو وہاں دل لرزاں اور آنکھوں کی دھندلاہٹ اور جی کی کڑھب دے گا اور تیری جان دبدھے میں اٹکی رہے گی اور تو رات دن ڑرتا رہے گا اور تیری زندگی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا تو اپنے دلی خوف کے اور ان نظاروں کے سبب سے جن کو تو آنکھوں سے دیکھے گا صبح کو کہے گا اے کاش کہ شام ہوتی اور شام کو کہے گا کہ اے کاش کہ صبح ہوتی۔ (احبار ۲۸ ،۶۴ تا ۸۱)

جب بادشاہ یوسیاہ اور اس کی رعایا نے ساتویں صدی قبل مسیح کے اختتام پر یہ الفاظ سنے تو انھیں ایک نئے سیاسی خطرے کا احساہو وہ اشوریوں کو دور رکھ کر دس شمالی قبائل والے انجام سے بچ گئے تھے لیکن ۶۰۶ قبل مسیح میں بابلی بادشاہ نیبو پولاسر نے اشوریوں کو کچلا اور اپنی سلطنت بنانی شروع کی ۔

عدم اطمینان کی اس فضا میں احباری پالیسیوں نے بڑا گہرا اثر ڈالا اسرائیل کے دو آخری بادشاہوں نے یہواہ کے احکامات پر عمل کرنے کے بجائے جان بوجھ کر تباہی کو دعوت دی یوسیاہ نے فوری طور پر اصلاح شروع کی اور مثالی جوش وخروش کا مظاہرہ کیا معبد میں سے تمام بت مجسمے اور زرخیزی کی علامات کو باہر نکال کر جلا دیا گیا یوسیاہ نے عشیرہ کی بہت بڑی شبیہ بھی توڑ ڈالی اور کسبیوں کے حجرے ڈھائے جو وہاں عشیرہ کے لیے کپڑے بنتی تھیں ملک میں بت پرستوں کی تمام قدیم خانقاہیں تباہ کر دی گئیں تب کے بعد پجاریوں کو صرف پاک کیے گئے یروشلم کے معبد میں یہواہ کے حضور قربانی پیش کرنے کی اجازت تھی ۳۰۰ برس بعد یوسیاہ کی اصلاحات کا ریکارڈ لکھنے والے واقعات نویس نے استرداد اور استحصال کی اس پاکیزگی کا ذکر بڑے فصیح انداز میں کیا ۔

اور لوگوں نے اس کے سامنے بعلیم بعل کے مذبحوں کو ڈھایا اور سورجوں کی مورتوں کو جوان کے اوپر اونچے پر تھیں اس نے کاٹ ڈالا اور یسیرتوں اور کھودی ہوئی مورتوں اور ڈھالی ہوئی مورتوں کو اس ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو دھول بنا دیا اور ان کو قبروں پر بتھرایا جنھوں نے ان کے لئے قربانیاں چڑھائی تھیں اور اس نے ان کاہنوں کی ہڈیاں ان کی مذبحوں پر جلائیں اور یہواہ اور یروشلم کو پاک کیا اور منسی اور افرائیم اور شمعون کے شہروں میں بلکہ نفتالی تک ان کے اردگرد کھنڈروں میں اس نے ایسا ہی کیا اور مذبحوں کو ڈھا دیا اور یسیرتوں مقدس کھمبوں اور کھدی ہوئی مورتوں کو توڑ دھول کر دیا اور اسرائیل کے تمام ملک میں سورج کی سب مورتوں کو کاٹ ڈالا تب یروشلم کو لوٹا ۔

یہاں ہمیں ان دیوتاؤں کے لئے بدھ جیسی نرمی نظر آتی جنھیں وہ متحرک خیال کرتا تھا وسیع پیمانے پر اس نے تباہی کا ماخذ مدفون خوف اور پریشانی میں گہری جڑیں رکھنے والی نفرت تھی ۔

مصلحین نے اسرائیل کی تاریخ کو نئے سرے لکھا یوسیاہ، قضاۃ سیموئل اور سلاطین کی تاریخی کتب کو نئی آئیڈیالوجی کے مطابق دوبارہ لکھا گیا

اور بعد میں خمسہ موسی کے ایڈٹروں نے کچھ اقتسابات شامل کیے جنھوں نے خروج کی داستان کی احباری تفسیر کی اب یہواہ کنعان میں نیستی کی مقدس جنگ کو شروع کرنے والا تھا اسرائیلیوں کو بتایا جاتا ہے کہ دیدی کنعانیوں کو اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے یشوع نے اس پالیسی پر غیر الوہی انداز میں عمل کیا ۔

پھر اس وقت یشوع نے آکر عناقیم کو کوہستانی ملک یعنی حبرون اور دبیر اور عناب سے بلکہ یہواہ کے سارے کوہستانی ملک اور اسرائیل کے سارے کوہستانی ملک سے کاٹ ڈالا یشوع نے ان کو ان کے شہروں سمیت بالک ہلاک کر دیا سو عناقیم میں سے کوئی نبی اسرائیل کے ملک میں باقی نہ رہا فقط غزہ اور جات اور اشدوں میں تھوڑے سے باقی رہے ۔

درحقیقت ہم یشوع اور قضاۃ کے ذریعے کنعان کی تسخیر کے متعلق کچھ نہیں جانتے اگر چہ بہت سا خون بہایا گیا تھا البتہ اب اس خونریزی کو مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے خدو کو اپنے تعصب کو چیلنج کرنے کی علامت بنانے کی بجائے اپنی نفرت اور انا پسندی کی تسکین کے لئے استعمال کیا جاسکتا تھا اس چیز نے خدا کا رویہ بھی ہمارے جیسا بنا دیا کہ جیسے وہ بھی محض کوئی انسان ہی ہو اس قسم کا کوئی خدا لوگوں کے لیے عاموس اور یسعیاہ کے خدا سے جو خود تنقیدی کا مطالبہ کرتا تھا زیادہ مقبول اور پر کشش ہونا قرین قیاس تھا۔ یہودیوں کے اس عقیدے پر اکثر تنقید کی جاتی ہے کہ وہ خدا کے منتخب بندے سمجھتے ہیں لیکن ان پر تنقید کرنے والے بھی اکثر اسی قسم کے استرد کے مجرم ہوتے ہیں جس نے بارہ قابل بپ پرستی کے خلاف بڑکایا تھا تینوں کے تینوں وحدانیت پرست مذاہب نے اپنی اپنی تاریخ میں مختلف موقعوں پر خود کو خدا کے منتخب بندے بتایا کبھی کبھی تو اس سے بھی زیادہ سنگین نتائج برآمد ہوئے جو کتاب یشوع میں تصور کیے گئے ہیں مغربی عیسائیوں میں یہ زعم زیادہ واضح رہا کہ وہ خدا کے منتخب نمدے ہیں گیارویں اور بارہویں صدیوں کے دوران صلیبیوں نے یہودیوں اور مسلمانوں کے خلاف اپنی مقدس جنگوں کا جواز یہ کہہ کر پیش کیا کہ وہ نئے منتخب شدہ لوگ تھے جنھوں نے یہودیوں کا کھویا ہوا رتبہ حاصل کر لیا تھا کیلونسٹ مذہبی نظریات نے امریکیوں کو خدو کو خدا کی اپنی قوم سمجھنے پر مائل کیا یہواہ میں یوسیاہ کی سلطنت کی طرح ی ہ یقین ایک سیاسی عدم استحکام کے دور میں فروغ پانا عین ممکن ہے جب لوگ اپنی ہی تباہی کے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں شاید یہی وجہ تھی کہ اب یہویوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان پنپ چکی بنیاد پرستی کی مختلف صورتوں میں نئی زندگی ڈھونڈ لی ہے ۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ نبوکدنضر بخت نصر کے ہاتھوں ۵۸۷ ق ۔م میں یروشلم کی تباہی اور یہویوں کی بابلی اسیری پر منتج ہونے والے برسوں میں سبھی اسرائیلی احبارات پر ایمان نہیں رکھتے تھے بخت نصر کے سن تخت نشینی یعنی ۶۰۴ میں پیغمبر یرمیارہ نے یسعیاہ کے تباہی پر مبنی نقطہ نظر کو دوبارہ زندہ کیا خدا اسرائیل کو سزا دینے کے لئے بابل کو بطور ہتھیار استعمال کر رہا تھا وہ ستر برس تک اسیر رہے جب بادشاہ یہو آکم jehoiakim نے یہ کہانت سنی تو محرر کے ہاتھ سے طومار کھینچا اسے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور آگ میں ڈال دیا یرمیاہ کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اسے کہیں چھپنا پڑا ۔

یرمیاہ کی زندگی خدا کے اس سے زیادہ چیلنگ تصور کو ڈھالنے کے لئے درکار کوشش اور مصائب دکھاتی ہے اسے ایک پیغمبر ہونے سے نفرت تھی اور اس بات پر سخت پریشان رہتا تھا کہ اسے انہی لوگوں پر لعنت ملامت کرنی پڑتی تھی جن سے وہ محبت کرتا تھا وہ ایک نرم دل آدمی تھا

خدا کی جانب سے پیغام آنے پر وہ چلایا آہ خداوند خدا دیکھ مجھے بولنا نہیں آتا اور ساتھ ہی اپنے ہونٹوں کو ہاتھ لگایا اس نے جو پیغام آگے پہنچانا تھا وہ مبہم اور متضاد تھا دیکھ آج کے دن میں نے تجھ کو قوموں پر اور سلطنتوں پر مقرر کیا کہ اکھاڑنے اور ڈھالے ہلاک کرے اور گرائے تعمیر کرے اور لگائے اس نے قابل مصالحت انتہاؤں کے مابین ایک کرب انگیز تناؤ کا مطالبہ کیا یرمیاہ نے خدا کا تجربہ ایک درد کے طور پر کیا جس نے اس کی ٹانگوں کو لرزایا دل کو توڑا اور مخبوط الحواس کر کے رکھ دیا یہ پیغمبرانہ ایک طرح سے بیک وقت زنا تحریص کے مترادف تھا۔

اے خدا تو نے مجھے تحریص دی ہے کہ اور میں نے مان لیا کہ تو مجھ سے توانا اور تو غالب آیا میں دن بھر ہنسی کا باعث بنتا ہوں ہر ایک میری ہنسی اڑتا ہے۔۔۔ اگر میں کہوں میں اس کا ذکر نہ کروں گا نہ پھر کبھی اس کے نام سے کلام کروں گا تو اس کا کلام میرے دل میں جلتی آگ کی مانند ہے جو میری ہڈیوں میں پوشیدہ ہے اور ضبط کرتے کرتے تھک گیا اور مجھ سے رہا نہیں جاتا۔

خدا یرمیاہ کو دو مختلف سمتوں میں کھینچ رہا تھا ایک طرف وہ یہواہ کی جانب شدید کشش محسوس کرتا تھا اور کبھی کبھی ایک تباہ کن قوت اسے اس کی مرضی کے خلاف چلاتی تھی۔

عاموس کے بعد سے لے کر اس وقت تک پیغمبر ہمیشہ اپنی مرضی کا مالک ہوا کرتا تھا اس دور میں oikumene کے دوسرے علاقوں کی طرح مشرق وسطی نے بھی ایک وسیع البنیاد مذہبی پالیسی اختیار نہیں کی تھی پیغمبروں کا خدا اسرائیلیوں ک وجبور کر رہا تھا کہ مزرق وسطی ک اساطیری روایت کو چھوڑ کع بالکل الگ قسم کا راستہ اختیار کر لیں یرمیاہ کے کرب میں ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ ایک کس قدر بے جوڑ بات تھی اسرائیل یہواہ ازم کا ایک چھوٹا احلقہ تھا جسے چاروں طرف سے پاگان دنیا گھیر رکھا تھا اور بہت سے اسرائیلیوں نے یہواہ کو مسترد بھی کر دیا تھا حتی کہ ذرا کم اس نے موسی کے ذریعے اسرائیلیوں کے سامنے واضح کیا کہ خدا کے پاس ہر نسل میں ایک پیغمبر بھیجے گا جو الوہی جلال کا اثر برداشت کرے گا۔

ابھی تک یہواہ کے مسلک میں باطنی الوہی اصول یعنی آتما سے موازنہ کے کچھ قابل بھی نہ تھا یہواہ کلا تجربہ ایک بیرونی اور ماروائی حقیقت کے طور پر کیا گیا تھا اس کی اجنبیت کم کرنے کے لئے اسے انسانوں جیسا بنانا ضروری تھا سیاسی حالات ابتر تھے بابلیوں نے یہواہ پر حملہ کر کے اسرائیلیوں کے بادشاہ اور پہلے گروہ کو جلاوطن کر دیا تھا اور یروشلم ان کے محاصرے میں تھا حالات بدتر ہوتے جانے پر یرمیاہ نے انسانی جذبات کو یہواہ کے ساتھ منسوب کرنے کی روایت جاری رکھی پیغمبروں نے جب بھی انسان کے متعلق سوچا تو انھیں خود بخود کا بھی خیال آیا جس کی اس دنیا میں موجودگی اپنے لوگوں کے ساتھ گھتی ہوئی نظر آتی ہے یقیناً خدا دنیا میں کچھ کرنے کے لیے ابنسان کا مرہون منت ہے ی۔ تصور یہودیوں کے تصور معبود میں بہت اہمیت اختیار کر گیا اس بات کے اشارے بھی موجود ہیں کہ انسان اپنے جذبات اور تجربات خدا کے سر تھوپ سکتے ہیں اور یہ کہ یہواہ انسانی حالت کا ایک حصہ ہے۔

جب تک دشمن شہر کے دروازے پر کھڑا رہا تب تک یرمیاہ اپنے لوگوں کو خدا سے ڈرتا رہا جبکہ خدا کے حضور ان کی جانب سے منت سماجت کرتا تھا ۵۸۷ قبل مسیح میں بابلیوں کے ہاتھوں ایک مرتبہ یروشلم کی فتح ہو جانے کے بعد یہواہ کی جانب سے پیشگوئیاں کچھ دھیمی پڑ گئیں اس نے اپنے لوگوں کو بچانے کا وعدہ کیا چونکہ اب انھوں نے سبق سیکھ لیا تھا اور انھین گھر لا یا بابلی حکام نے یرمیاہ کو پیچھے یہواہ میں ہی ٹھرنے کو

اور مستقبل پر اپنا ایمان ظاہر کرنے کی اجازت دے دی تھی اس نے کچھ جائیداد خریدی کیونکہ رب الافواج اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ کہ اس ملک بھر میں پھر گھروں، کھیتوں اور تاکستانوں کی خرید فروخت ہو گی۔ (یرمیاہ ۳۲ ۔ ۱۵)

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ کچھ لوگوں نے یہواہ کو اس بربادی کا ذمہ دار ٹھرایا ڈیلٹا علاقہ کے ایک دورہ کے دوران یرمیاہ کی ملاقات یہودیوں کے ایک گروہ کا ہوئی جو فرار ہو کر وہاں آئے تھے اور ان کے پاس یہواہ کے لئے کوئی وقت نہ تھا ان کی عورتوں نے دعویٰ کیا کہ جب تک وہ آسمان کی ویدی عشتار کے اعزاز میں چڑھاوے چڑھا رہے تھے تب تک سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا لیکن یہواہ کے کہنے پر یہ سلسلہ بند کرتے ساتھ ہی شکست اور ذلت کا منہ دیکھنا پڑ گیا تاہم لگتا کہ اس المیے نے خود یرمیاہ کی بصیرت کو بھی گہرائی دی یروشلم کی شکست اور معبد کی تباہی کے بعد اسے یہ محسوس ہونے لگا کہ اس قسم کی بیرونی مذہبی حالتیں محض داخلی موضوعی حالت کی علامات تھیں مستقبل میں اسرائیل کے ساتھ میثاق قطعی مختلف تھا میں اپنی شریعت ان کے باطن میں رکھوں گا اور ان کے دل پر اسے لکھوں گا ۔

جلاوطن ہونے کے ساتھ ساتھ آ ملنے پر مجبور نہ کیا گیا جیسا کہ ۷۲۲ ق۔م میں دس شمالی قبائل کو کیا گیا تھا وہ دو آبادیوں میں رہنے لگے ایک خود بابل میں اور دوسری دریائے فرات سے نکلنے والی ایک نہر کے کناروں پر جوئی پر اور اسے زیادہ دور نہ تھی اس علاقے کا نام تل ابیب تھا ۵۹۷ ق۔م میں جلاوطن کیے جانے والوں میں ایک پروہت حزقی ایل بھی شامل تھا وہ تقریباً پانچ برس تک اپنے گھر میں اکیلا رہا اور کسی ذی نفس سے ایک لفظ تک نہ بولا تب اس پر یہواہ منکشف ہوا اور اس کے حواس خطا کر دیئے اس کے پہلے الہام کو کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا اہم ہے کیونکہ یہ صدیوں بعد یہودیوں باطنیت پسندوں کے لئے بہت اہمیت اختیار کر گیا حزقی ایل نے ایک بادل دیکھا جو بجلی کے کوندے سے روشن تھا شمالی کی جانب سے ایک تند ہوا جانور کھینچ رہے ہیں وہ بابلی محل کے پھاٹکوں پر لگے کاریبو کے مجسمے جیسا تھا تاہم حزقی ایل نے ان کا تصور کرنا تقریباً ناممکن بنا دیا ہر ایک کے چار سر تھے ایک انسان، شیر، بیل شاہین کا سر ہر ایک پہیہ سے مخالف سمت میں جا رہا تھا یہ شبیہ محض ان انوکھی بصیرتوں کو واضح کرتی ہے جنہیں وہ بیان کرنے کی جدوجہد کر رہا تھا ہر ایک کے دو پروں سے ان کے بدنوں کا ایک پہلو اور دو پروں سے دوسرا پہلو ڈھنپا ہوا تھا اور جب وہ چلے گئے تو میں نے ان کے پروں کی آواز سنی گویا وہ کسی بڑے سیلاب کی آواز یعنی قادر مطلق اور ایسی شور کی آواز ہوئی جیسی لشکر کی ہوتی ہے اور اس فضا کے اوپر جوان کے سروں کے اوپر تھی تخت صورت تھی اس کی صورت نیلم کے پتھر کی سی تھی اور اس تخت نما پتھر پر کسی انسان کی سی شبیہ اس کے اوپر نظر آئی اور میں نے اس کی کمر سے لے اوپر تک عقیل کیے ہوئے پیتل کا سا رنگ دیکھا اور اس کی کمر سے لے کر نیچے تک میں نے شعلہ کی سی تجلی دیکھی اور اس کی چاروں طرف جگمگاہٹ تھی اسے دیکھتے ہی منہ گرا اور کسی بسی کے باتیں کرنے کی آواز سنی ۔

آواز نے حزقی ایل کو انسان کا بیٹا کہا کہ جیسے اب انسانیت اور خدائی اکلیم کے درمیان فاصلے پر زور دیا جا رہا ہو تاہم اب بھی یہواہ کے الہام کے بعد ایک عملی منصوبہ آنا باقی تھا حزقی ایل کو خدا کا پیغام اسرائیل کے باغی بیٹوں تک پہنچانا تھا الوہی پیغام کی غیر انسانی نوعیت ایک غضبناک بت میں بتائی گئی پیغمبر کی جانب بڑھے ہوئے ایک ہاتھ کمین آ رکا اور رنج و غم سے لبریز ایک طومار حزقی ایل کو وہ طومار کھانے خدا کا پیغام جزو ہضم کرنے اور اپنے وجود کا ایک حصہ بنانے کا حکم دیا گیا طومار شہد میٹھا نکلا انجام کار حزقی ایل نے کہا اور روح مجھے اٹھا کر لے گئی سو

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

میں تلخ دل اور غضناک ہو کر روانہ اور خداوند کا ہاتھ مجھ پر غالب تھا ۔

حزقی ایل کا انوکھا تجربہ بتاتا ہے کہ الوہی دنیا انسانیت سے کس حد تک اجنبی اور خارج ہو گئی تھی اسے خود بھی اجنبیت کی ایک علامت بنا کر رکھ دیا گیا یہواہ نے اس کو بار بار پریشان کن کام کرنے کا حکم دیا جس کے نتیجے میں وہ عام انسانوں سے بالکل کٹ گیا اور اسرائیل خود بھی بت پرست دنیا سے کٹتا جا رہا تھا ۔

دوسری جانب بت پرست تصور حیات جاری وساری تھا جو دیوتاؤں اور فطری دنیا میں بھی ابھی موجودگی کروارہا تھا ایک الہام میں نے اس کو دیکھا کہ تباہی کے دہانے پر کھڑے ہوئے اسرائیلی اب بھی یہواہ کے معبد میں پرانے بتوں کی پرستش کر رہے تھے معبد بذات خود ایک خوفناک منظر پیش کر رہا تھا اس کے کمروں کی دیواروں پر سانپوں اور مکروہ جانوروں کی تصویریں بنی تھیں گندی رسوم ادا کرنے والے ہیت تمام غلیظ کاموں میں مشغول تھے اے آدم زاد کیا تو نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کے سب بزرگ تاریکی میں یعنی کہ اپنے منقش کاشانوں میں کیا کرتے ہیں ایک اور کمرے میں ایک عورت تموز دیوتا کے لئے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی کچھ دیگر خانقاہ کی جانب پشت کے ہوئے سورج کی پرستش میں مصروف تھے انجام کار پیغمبر نے اپنے پہلے خواب والی رتھ کو یہاہ کی عظمت ساتھ لے اڑتے ہوئے دیکھا تاہم ابھی تھ ہیواہ ایک قطعی نا قابل رسائی معبود نہیں بنا تھا یروشلم کی تباہی سے] پہلے آخری دنوں میں حزقی ایل نے اس ناگریز تباہی کے لیے خوسد ہی ذمہ دار تھا اجنبی یہواہ حزقی ایل جیسے اسرائیلیوں کو اس بات پر غور کرنے کے لئے کہہ رہا تھا کہ تاریخ کے ستم بے سوچے سمجھے اور من مانے نہیں ہوتے بلکہ گہری منطق اور انصاف رکھتے ہیں وہ بین الاقوامی سیاست کی ظالم دنیا میں یاک مفہوم تلاشکرنے کی کوشش میں تھا ۔

بابل کے دریاؤں کے کنارے بیٹھے ہوئے تارکین ناگریز طور پر محسوس کیا کہ وہ ارض موعودہ سے باہر رہ کر اپنے مذہب کی پیروی نہیں کر سکتے تھے بت پرستوں کے خدا ہمیشہ علاقائی رہے تھے اور کچھ کی نظر میں یہ ناممکن تھا کہ ایک غیر ملک میں بیٹھ کر ان کی مناجات گائی جائیں تاہم ایک پیغمبر نے طمانیت کا پرچار کیا ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور یہ بات شاید اہم ہو کیونکہ اس کی کہانتیں اور مناجات ذاتی کدوجہد کا کوئی پتہ نہیں دیتیں جو اس کے پیشوؤں نے کیں چونکہ اس کا کام بعد میں یسعیاہ کی کہانتوں میں ہی شامل کر دیا گیا ہے اس لئے اسے عموما یسعیاہ ثانی کہا جاتا ہے ترک وطن کے دوران کچھ ایک یہودیوں نے بابل کے قدیم دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی ہوگی لیکن دیگر کو زبردستی ایک نئے مذہبی شعور میں دھکیل دیا گیا یہواہ کا معبد تباہ شدہ تھا بیت ایل اور ہبرون زیارت گاہیں نیست ونابود ہو گئی تھیں بابل میں وہ اپنی مذہبی رسوم ادا نہیں کر سکتے تھے ان کے پاس بس یہواہ ہی بچا تھا کہ یسیعاہ ثانی نے ایک قدم آگے بڑھایا اور اعلان کی اکہ یہواہ واحد خدا ہے اس نے اسرائیل کی تاریخ کو نئے سرے سے لکھا جس میں خروج کی کہانی تخیل میں لپٹی ہوئی ہے جو ہمیں قدیم سمندر تیامت پر مردوگ کی فتح یاد دلاتی ہے ۔

تب یہواہ مصر کو خلیج کو بالکل نیست کر دے گا اور پانی بدسموم سے دریائے فرات پر ہاتھ چلائے گا اور اس کو سات نالے کر دے گا اور ایس اکرے گا کہ لوگ جوتے پہنے ہوئے پور چلے جائیں گے اس کے باقی لوگوں کے لئے جو اشور میں بچ رہیں گے ایک ایسی شاہراہ جیسی بنی اسرائیل کے لئے تھی جب وہ ملک مصر سے نکلے تھے۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

یسعیاہ نے تاریخ کو ایک الوہی تنبیہ بنا دیا تھا کتاب نوحہ میں تباہی کے بعد یسعیاہ ثانی نے تاریخ کو مستقبل کے لئے ایک نئی امید کی حامل بنا دیا ماضی میں اگر یہواہ نے اسرائیل کو ایک مرتبہ بچالیا تھا تو اہ ایسا دوبارہ بھی کر سکتا تھا وہ تاریخی معاملات سازی کر رہا تھا اس کی نظر میں تمام غیر اسرائیلی بالٹی میں پانی کی ایک بوند سے زیادہ نہ تھے حقیقت میں بس ای وہی خدا شمار ہوتا تھا یسعیاہ ثانی نے بابل کے پرانے معبودوں کو چھکڑوں میں لد کر غروب آفتاب میں غائب ہوتے تصور کیا یہواہ نے بار بار کہا کیا میں خداوند نہیں ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ۔

میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

صادالقول اور نجات دینے والا خدا ۔

میرے سوا کوئی نہیں ۔ (یسعیاہ ۴۵، ۲۱)

یسعیاہ ثانی نے غیر اسرائیلیوں کے پرانے دیوتاؤں کو جھٹلانے میں کوئی وقت ضائع نہ کیا جنھیں گذشتہ تباہی کے بعد دوبارہ فتح پاتے ہوئے دیکھا جا سکتا تھا اس طمانیت کے ساتھ یہ تصور لیا کہ مردوک یا بعل نہیں بلکہ یہواہ ہی وہ داستانی کام کیے تھے جن کے نتیجے میں دنیا وجود میں آئی پہلی مرتبہ اسرائیلی تخلیق میں یہواہ کے کردار میں دلچسپی لینے لگے شاید اس کی وجہ بابلی تکعنیاتی داستانوں کے ساتھ رابطے کی بحالی تھی یقیناً وہ کائنات کے طبعی مظہر کی کوئی سائنسی توجیہ کرنے کی کوشش نہیں تھیں بلکہ ان کا مقصد حال کی بے مہر دنیا سے بھاگنا تھا اگر یہواہ ابتدائے آفرینش میں بے ترتیبی کی بلاؤں کو شکست دے رہی تھی تو تارک وطن اسرائیلیوں کو واپس فتح میں مشابہت کو دیکھتے ہوئے یسعیاہ ثانی نے اپنے لوگوں پر زور دیا کہ مستقبل میں الوہی طاقت کے مظاہرے پر یقین رکھیں ۔

انجام کار یہواہ نے اپنے مخالفین اسرائیل کے مذہبی تخیل میں جذب کر لیا خروج کے دوران بت پرستی کا سحر ختم ہو گیا تھا اور یہوادیت کے مذہب نے جنم لیا تھا جب یہواہ کا مسلک نابود ہونے کے خطرے کا شکار تھا تو ایسا ذریعہ بن گیا جس نے لوگوں کو ناممکن حالات میں امید دلائی ۔

چنانچہ یہواہ خدائے واحد بن گئی اس کے دعوے فلسفانہ بنیادوں پر جائز بنانے کی کوئی کوشش نہ کی گئی ہمیشہ کی طرح اب بھی نئی الہیات نے استدلال کا مظاہرہ کرنے کی بجائے مایوسی کا خاتمہ کر کے امید کی شمع روشن کر کے کامیابی روشن کر کے حاصل کی بے یار و مددگار اور بے وطن کو اب یہواہ کا مسلک جنبی نہیں لگتا تھا یا ان کی حاکت کے بارے میں گہرائی کے ساتھ بات کرتا تھا تاہم یسعیاہ ثانی کے تصور کے حوالے سے کوئی بات تسلی بخش نہ تھی وہ بدستور انسانی ذہن کی فہم سے ماورا رہیا ۔

خداوند فرماتا ہے کہ میرے خیال تمہارے خیال نہیں ۔

اور نہ میری راہیں تمہاری راہیں ہیں۔

کیونکہ جس قدر آسمان زمین سے بلند ہے ۔

اسی قدر میری راہیں تمہاری راہوں سے ۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

اور میرے خیال تمہارے خیالوں سے بلند ہیں ۔

خدا کی حقیقت کلو بیان کرنا الفاظ کے بس سے ظاہر تھا خیالا رت اس کا احاطہ نہیں کر سکتے تھے نہ ہی یہواہ ہمیشہ ہی اپنے لوگوں کی توقعات پر پورا اترا ایک انتہائی جرات مندانہ اقتباس میں پیغمبر نے مستقبل میں ایک ایسے وقت میں دیکھا جب مصر اور اشور کو بھی یہواہ کے لوگ بننا تھا یہواہ نے کہا مصر میوی اشور میرے ہاتھ کی صنعتا ور اسرائیل میوی میراث وہ ماروائی حقیقت کی علامیت بن گیا تھا ۔

جب فارس کے بادشاہ سائرس نے ۵۳۹ ق۔م میں بابلی سلطنت کو فتح کیا تو یوں لگتا تھا کہ جیسے پیغمبروں کی بات جھوٹی ہے سائرس نے اپنے عوام کو فارسی دیوتایوں کی پرستش پر مجبور نہ کیا بلکہ بابل؛ کے مفتوحہ لوگوں کے دیوتاؤں کی شبیہوں کو ان کے اصل گھروں میں بحال بھی کیا اب جبکہ دنیا وسیع وعریض الاقوامی سلطنتوں میں رہنے کی عادی ہوگئی تھی لہذا سائرس کو وطن بدری کے پرانے طریقے استعمال کرنے کی ضرورت نہ تھے اگر اس کے حکوم لوگ اپنے علاقوں میں اپنے دیوتاؤں کی ہی پرستش کرتے رہتے تو اس طرح حکومت کا بوجھ کچھ کم ہو جاتا اس نے اپنی ساری سلطنت میں قدیم معبدوں کو بحا کرنے کا حوصلہ افزائی کی اور بار ہا اس بات کا اظہار کیا کہ ان کہ دیوتاؤں نے ہی اس کے ذمہ کا کام لگایا تھا وہ بت پرستی کی کچھ ایک صورتوں کے لیے رواداری اور وسیع النظری کا مثالی نمونہ تھا ۵۳۸ ق۔م میں سائرس نے ایک فرمان جاری کیا کہ یہودی واپ یہواہ جا کر اپنے معبد کی تعمیر نو کر سکتے ہیں تاہم ان میں سے دیا زہ تتر نے وہیں رہنے کا انتخاب کیا تب کے بعد ارض موعودہ میں صرف ایک چھوٹی سی اقلیت ہی رہ گئی بائبل بتاتی ہے کہ ۴۲،۳۶۰ یہودی اور تل ابیب سے گھر کیہ جانب روانہ ہوئے جہاں انھوں نے اپنے پہلے سے موجود پریشان حال بھائیوں پر نئی یہودیت لاگو کی ۔

اس کے بعد حلاتا ہم پر ہتانہ روایت کی تحریروں میں دیکھ سکتے ہیں جو خروج کے بعد لکھی گئیں اور پہلی پانچ کتب میں شامل تھگیں اور دونئی کتب گنتی اور احبار میں شامل کیں پروہتانہ روایت یہواہ کا ایک رفیع الشان اور لطیف تصور رکھتی تھی مثلا انھیں یہ یون تھا کہ خدا کے انسانی ادراک اور بذات خود حقیقت میں فرق تھا اس نے کوہ سینا حضرت موسی کی ایک کہانی بیان کی جس میں وہ یہواہ سے سامنے آنے کی درخواست کرتے ہیں جو جواب دیتا تم میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتے کیونکہ کوئی انسان مجھے نہیں دیکھ سکتا ۔

یہواہ کا اجلال اس کی زمین پر موجودگی کی علامے تھا لہذا اس نے مردوں اور عورتوں کے تخلیق کردہ دیوتاؤں کے بتوں اور خود خدا کی تقدس کے درمیان فرق کیا چنانچہ یہ اسرائیلی مذہب کی بت پرستانہ نوعیت کا ایک متوازی نظام تھا پی نے جب خروج کی پرانی کہانیوں پر نظر ڈالی تو یہ تصور نہ کیا کہ اسرائیلیوں کی جہانگردیوں کے دوران یہواہ بذات خود ان کے ہمراہ تھا اس کی بجائے وہ حضرت موسی سے ملاقات والے خیمے میں اس کا اجلاس دکھا تا ہے اسی فطرح صرف یہواہ کا اجلاس ہی معبد میں آباد تھا ۔

یسعیاہ ثانی کا مشہور اضافہ ترین کتاب پیدائش کے پہلے باب میں تخلیق کا بیان ہے اس نے قدیم تاریکی بابلی کی بدلی ہوئی صورت کے پانیوں کے ساتھ آغاز کیا جس میں یہواہ نے آسمانوں اور امین کو بنیا تاہم دیوتاؤں کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی تھی یہواہ اکیلا ہی تمام چیزوں کو وجود میں لانے کا ذمہ دار تھا حقیقت بدرجہ افشاء نہیں ہوئی تھی اس کے بجائے یہواہ نے صرف اپنے ادارے کی مدس ٔتنظیم قائم کی فطری بات ہے کہ پی نے دنیا کو یہواہ والے مسالے سے بنا ہوا تصور نہ کیا تھا در اصل علیحدگی کا تصور پی کی الہیات میں نہایت اہم ہے یہواہ

نے دن رات خشکی اور تری نور اور ظلمت کو الگ الگ کر کے کائنات کو ایک منظّم مقام بنایا ہر مرحلے پر یہواہ نے اپنی تخلیق کو مقدس اور خیر قرار دیا بابلی کہانی بر عکس تخلیق انسان کی کہانی تخلیق کا نقطہ عروج تھا مرد اور عورتیں خدا کی الوہیت میں تو حصہ دار نہ تھیں لیکن انھیں خدا کی شبیہ پر بنایا گیا تھا انھیں خدا کے مقدس کام پورے کر بنا تھے اینوما ایلش کی طرح یہاں بھی کدا نے چھ دن تخلیق اور ساتویں سبت کے دن آرام کیا بابلی بیان کے مطابق یہ وہ دن تھا جن اعلی مجلس مئے مقدروں کا تعین کیا اور مردوک کو الوہی ہی خطابات دیئے پی میں سبت علامتی طور پر پہلی دن والی بے ترتیبی کا متضاد تھا ایک ہی بات دہرانے سے معلوم ہوتا ہے کہ پی کی داستان تخلیق کا مقصد بھی یہواہ کے کار عظیم کے گن گانا تھا۔

ظاہری بات ہی ہے کہ نیا معبد کی عمارت انسانیت کو خود دیوتاؤں کی تحقیقت میں شراکت کرنے کے قابل بنانے کا ایک ذریعہ تھی جلاوطنی کے دوران بہت سے یہودیوں نے آرک آف دی کووینٹ کی پرانی کہانیوں سے راحت اور تسکین حاصل کی آرک آف وی کو یونٹ ایک قابل انتقال عبادت گاہ تھی جس میں کدا نے اپنے گھر منتخب بندوں کے ساتھ خیمہ لگایا تھا اور ان کے ساتھ رہا تھا پی نے جب عبادت گاہ اور دربدی کے دوران ملاقات کا خیمہ کی تعمیر بیان کی تو پرانی اساطیر سے رجوع کیا اک کا تعمیراتی ڈھانچہ اصل نہیں بکہ الوہی نمومنے کی ہی ایک نقل تھا یہواہ نے کوہ سینا پر حضرت موسی کو بہت طویل اور تفصیلی ہدایات دی ہیں۔

اور میرے لیے ایک مقدس مسکن بنائیں تا کہ ان میں درمیان سکونت کروں اور مسکن اور اس کے سارے سامان کا جو نمومنہ میں تجھے دکھاؤں ٹھیک اسی کے مطابق تم اسے بنانا۔ (خروج ۲۵۔۸ تا ۹)

اس عبادت گاہ کی تعمیر کا طویل بیان اسی کے لفظی مفہوم میں نہیں لینا چاہیے کوئی بھی یہ تصور نی ں کرتا کہ اسرائیلیوں نے مندرج ذیل چیزوں سے ایک معبد بنایا تھا سونا اور چاندی اور پیت؛ اور آسمانی اور اغوانی اور سرخ رنگ کا کپڑا اور باریک کتان اور بکری کا پشم اور کینڈھوں کی سرخ رنگی ہوئی کھالیں اور تخس کی کھالیں اور کیکر کی لکڑی۔۔۔۔۔اور سنگ سلیمانی اور اہلو اور سینہ بند میں جڑ کے نگینے خروج ۲۵ تا ۸ تعمیر کے ہر مرحلے پر موسی نے سارے کام کا جائزہ لیا اور اپنے لوگوں پر رحمت نازل کی جیسے خدا نے چھ روز میں کائنات تخلیق کی تھی عبادت گاہ سال کے پہلے ماہ کے پہلے دن کو بنائی گئی تھی اس معبد اور کائنات کے تخلیق کے دونوں بیانات میں روز سبت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے معبد کی تعمیر اس اصل ہم آہنگی کی علامت بھی تھی جو اس دنیا میں انسانوں کے ہاتھوں تباہی آنے سے قبل موجود تھی۔

کتاب استثنا میں سبت کا مقصد غلاموں سمیت ہر ایک کو ایک یوم کی چھٹی دینا اور اسرائیلیوں کو خروج کی یاد دلانا ہے خمسہ موسی نے سبت کو ایک نئی اہمیت دی یہ خدا کی نقل کرنے کا ایک طریقہ اور تخلیق کائنات کی یادگیری کا ایک ذریعہ بن گیا یہودی لوگ سبت منا کر اصل میں خدا کے عمل میں شرکت کر رہے ہوتے ہیں یہ الوہی زندگی جینے کی علامت کوشش تھی یہ قدیم بت پرستی میں ہر انسانی فعل دیوتاؤں کی نقل تھا لیکن یہواہ کے مسلک نے الوہی اور انسانی دنیاؤں کے مابین ایک وسیع خلیج ظاہر کی اب یہودیوں کو حضرت موسی کی تورات پر عمل کرنے کا ذریعہ یہواہ کے قریب آنے کی ترغین دی گئی کتاب استثنا میں احکام عشرہ سمیت متعدد فرائض کی ایک فہرست دی گئی تھی جلاوطنی کے دوران فوراً ان کی وضاحت خمسہ موسی میں ۶۱۳ احکامات پر مشتمل ایک پیچیدہ شریعت میں کی گئی یہ چھوٹے چھوٹے احکامات کسی اجنبی کے لیے لگتے ہیں اور عہد نامہ جدید کے تنازعہ میں اسے نہایت منفی انداز میں پیش کیا گیا ہے یہودیوں کو وہ ایک گراں بار نہیں لگتے تھے جیسا کہ عیائیوں نے خیلا

لیکن جانا کہ وہ خدا کی اطاعت میں زندگی گزارنے کا ایک علامتی انداز تھے کتاب استثنا میں کھانے سے متعلق قوانین کی خصوصی حیثیت کی علامت رہے جب اسرائیلیوں نے دودھ کو گوشت پاک کو ناپاک اور سبت کو باقی دونوں سے الگ کرنے کے ذریعہ خدا کی تخلیق افعال کی نقالی کی تو انسانی فطرت کو بھی الوہی قرار دینا ممکن ہوسکا ۔

پروہتانہ رواہت کا کام خمسہ موسی میں یرمیاہ اور حزقی ایل کے بیانات اور استثنائی شامل ہونے سے پورا ہوا تھا یہ اس بات کی یاددہانی ہے ک کوئی بھی بڑا مذہب متعدد آزادانہ الہامات اور روحانیتوں پر مشتمل ہے ی ارسطوریاتی بنایات خدا کو ایک نہایت دور افتا ہستی کے طور پ ردیکھنے پر مائل تھے اب اس بات پر اتفاق ہو چکا تھا کہ جلاوطنی کے بعد پیشگوئی اور الہام کا وہ اختتا ک پذیر ہوا کہ اب خداک ساتھ کوئی براہ راست تعلق قائم نہ ہوسکا ایسا صرف علامتی الہامات اور مکاشفوں میں ہی ممکن ہے جو ماضی کی عظیم شخصیات مثلا نوح اور دانی ایل نے دیکھے تھے ۔

ان قدیم ہیروؤں مین سے ایک صبر کا پیکر حضرت ایوب بھی تھے خروج کے بعد ایک زندہ بچ رہنے والے شخص نے خدا کی نوعیت اور انسانیت کے مصائب میں اس کی ذمہ داریوں کے متعلق بنیادی سوالات اٹھانے کے لئے اس پرانی کہانی کو استعمال کیا پرانی کہانی میں کدا حضرت ایون کو آزمایا تھا انھوں نے ایسی تکالیف بڑے صبر کے ساتھ جھیلی تھیں جن کے وہ حقدار نہ تھے اس لے خدا نے ان کو مالا مال کردیا داستان ایوب کی ایک نئے نانداز میں مصنف نے پرانی کہانی کو بیچ میں سے آدھا کیا اور ایوب کو خدا کے خلاف غصے میں پیش کیا ایوب اپنے تن تسلی دینے والوں کے ہمراہ الوہی فرامین پر اعتراض اٹھانے کی جرات کرتے دھواں دھار اور پر دلائل بحث کرتے ہیں یہودی مذہب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مذہبی تخلی کا رخ ایک زیادہ مجرد فطرت پرسوچ بچار کی جانب ہوا پیغمبروں نے اعلان کیا کہ خدا نے اسرائیل کو اس کے گناہوں کی وجہ سے مصیبتوں کے بھنور میں پھنسایا تھا کتاب ایوب کا مصنف دکھاتا ہے ک کچھ اسرائیلی روایتی جوابات سے مطمئن نہ ہوتے تھے ایوب اس نقطہ نظر پر حملہ کرتے اور اپنا عقلی ناکافی پن عیاں کرتے ہیں لیکن خدا ایک دم اس کے غضبنا ک اندازوں کے جواب مین خود اس کو پر منکشف کرتا اور عجائبات عالم کا ذکر کرتا ہے ایوب جیسی ناچیز مخلوق ماوراخدا کے ساتھ دلیل بازی کی جرات کیسے کرسکتی تھی ایوب کو تسلیم خم کرتے ہیں لیکن ایک جدید قاری اس حل کو مطمئن نہیں ہوگا تاہم کتاب ایونب کا مصنف سوال کرنے کے حق مومسترد نہیں کر رہا بلکہ یہ کہہ رہا ہے کہ اس قسم کے اتھارہ معاملات سے نمٹنے کے لئے صرف عقل ہی کافی نہیں عقلی قیاسات کے نتیجے میں خدا مکی جانب سے مکاشفہ ہونا چاہیئے جیسا کی پیغمبر وں پر ہوا تھا۔

یہودیوں نے ابھی اپنے عقاید کو فلسفانہ رنگ دینا شروع نہیں کیا تھا لیکن چوتھی صدی کے دوران یونانی منطق نے اثر ڈالا ۳۳۲ قبل مسیح میں مقدونیا کے سکندر نے فارس دارالسوم کو شکست دی اور ہیونانیوں نے ایشیا کا افریقہ میں بسنا شروع کیا انھوں نے المصور۔ سیدون ۔غزہ۔ فلاڈلفیا عمان اور ترپیولس میں شہری ریاستوں کی بنیاد رکھی فلسطین اور غیر یہودی دنیا یہودی ایک ہلینیائی ثقافت میں گھرے وہے تھے جو کچھ ایک کو پریشان کن لگی لیکن کچھ دیگر لوگ یونانی تھیٹر ،فلسفہ کھیل ،اور شاعری کے باعث پرجوش تھے انھوں نے ہونانی سیکھی کمنازیم میں ورزش کی اور یونانی نام رکھگے کچھ ایک نئے کرائے کے سپاہیوں کے طور پر یونانی فوجوں مین شرکت کی حتی کہ انھوں نے اپنے مقدس

صحائف کا بھی یونانی زبان میں ترجمی کیا یوں کچھ یونانیوں کو اسرائیل کے خدا سے متعارف ہونے کا موقع ملا اور انھوں نے زئیس اور ڈایونیسس کے ساتھ ساتھ یہواہ کی پرستش کا بھی فیصلہ کیا کچھ ایک کو یہودیوں کے عبادت خانوں کی جانب رغبت ہوئی وہاں انھوں نے یہودیوں کے مقدس صحائف پڑھے عبادت کی اور وعظ سنے یہ عبادت خانے قدیم مذہبی دنیا میں بے مثال تھے چونکہ کوئی رسوم یا قربانی موجود نہ تھی اس لیے یہ فلسفانہ کے مکاتب سے مشابہ ہوں گے اور جب کوئی مبلغ شہر میں آتا تو بہت سارے لوگ اس کی بات سننے جاتے ہوں گے جیسے وہ اپنے فسلفیوں کو قطاروں میں کھڑے ہو کر سنا کرتے تھے چوتھی صدی ق۔م میں یہواہ کو یونانی دیوتاؤں کے ساتھ مدغم کیے جانے کی مثالیں ملتی ہیں۔

تاہم زیادہ تر یہودی الگ تھلگ رہے اور مشرق وسطی کے ہیلنیائی شہروں میں یہودیوں اور یونانیون کے درمیان تناؤ بڑھا قدیم دنیا میں مذہب ایک نجی معاملہ نہ تھا شہروں کے لئے دیوتا نہایت اہم تھے اور یقین کیا جاتا تھا کہ اگر ان کے مسلک سے روگرانی کی گئی تو وہ نظر کرن میھیں کریں گے ان دیوتاؤں کے وجوہ سے انکار کرنے الے یہودیوں کو الحاد پرست اور سماج دشمن کیا جاتا تھا دوسری صدی میں یہ دشمنی کمزور پڑ گئی فلسطین میں تو ایک بغاوت بھی ہوئی جب اینٹی اوکس فینز نامی گورنر نے یروشلم کو یہنیائی رنگ مس رنگنے اور معبد میں زئیس کا مسلک متعارف کروانے کی کوشش کی یہودیوں نے اپنا ادب تخلیق کرنا شرو کر دیا تھا جس میں دلیل دی گئی کہ دانش یونانی ہوشیاری نہیں بلکہ یہواہ کا خوف تھی مشرق وسطی میں عقلی ادب کی روایت کافی مدتحکم تھی اس نے فلسفانہ غور وخوص کی بجائے بہترین انسا زحیات پیدا کرنے کے ذریعہ زندگی کا مفہوم جاننے کی کوشش کی یہ عموما کافی رجائیت پسند تھا تیسری صدی ق۔م میں کتان الشال کا مصنف کچھ مزید آگے گیا اور کہا کہ دانش دہ منصوبہ عظیم تھا جو خدا نے دنیا کی تخلیق کرتے وقت اخراع کیا تھا لہذا وہ اس کی اولین تخلیق ہوا یہ تصور ابتدائی عیسائیوں کے لیء نہایت اہم تھا جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے مصنف نے دانش کو ایک منفرد شخصیت کے طور پر بیان کیا ۔

خدفاوند نے انتظام عالم کے شرو میں
اپنی قدیمی صنعتوں سے پہلے مجھے پیدا کیا۔
میں ازل سے یعنی ابتدائیسے ہی مقرر ہوئی
اس سے پہلے کہ زمین تھی۔۔۔۔۔۔۔۔
جبکہ اس نے بھی زمین کو بنای اتھا نہ میدانوں کو
اور نہ اس زمین خاک کی ابتادہ کی تھی۔
جب اس نے زمین کی بنیاد مانند میں اس کے پاس تھی،
جب اس نے زمین کی بنیاد کے نشان لگائے
اس وقت، ماہر کاریگر کی مانند میں اسکے پاس تھی ۔
اور میں ہر روز اس خوشنودی تھی ۔

اور ہمیشہ اس کے حضور شان فرمان رہتی تھیں۔

اور میری خوشنودی بنی آدم کی صحبت میں تھی۔

تاہم دانش ایک لا الوہی وجود نہ تھی بلکہ اے خدا نے ہی تخلیق کیا تھا دوسری صدی عیسوی یروشلم کے ایک مخلص یہویدی نے بھی دانش کی ایک ایسی ہی تصور پیش کی اس نے اسے الوہی مجلس میں کھڑا کر کے قصائد پڑھے وہ اعلی ترین منہ سے دنیا خالق خدا کے لئے ہوئے ایک الوہی لفظ کے طور پر سامنے آئی تھی وہ تخلیق میں ہر کہیں موجود ہے لیکن اس کا مستقبل ٹھکانہ بنی اسرائیل کے درمیان ہے۔

یہواہ عظمت کی طرح دانش کی حیثیت دنیا میں کڈا کی فعالیت کی علامت جیسی تھی یہوادی یہواہ کا ایک ایسا شکوہ نظر تراش یہ ہے ہ انسانی امور میں اس کے براہ راست مداخلت کا تصور کرنا بھی مشکل ہو گیا انھوں نے بھی قابل ادراک خدا الوہی حقیقت کے مکاشفہ میں فرق کرنا شروع کر دیا جب ہم پڑھتے ہیں الوہی دانش انسانیت کی تلاش میں خدا کو چھوڑ کر دنیا میں ماری ماری پھرنے کے لئے آ گئی عشتار، انات اور آئس پاگان دیویوں کی یاد آتی ہے جو انسانیت کو نجات دلانے کے مشن پر دنیا میں آئی تھیں عقلی ادب نے تقریباً ۵۰ عیسویں میں کندریہ میں عالم گیر حیثیت اختیار کی سکندریہ ایک یہودی سلیمان کی دانش میں یہودیوں کو خبردار کیا کہ وہ اپنے اردگرد ہیلینیائی ثقافت کی تحریص میں نہ آئیں اور اپنی روایات کی ہی پیروی کریں یونانی فلسفہ نہیں بلکہ یہواہ کا خوف ہی درست دانش کا منبع ہے یونانی زبان میں لکھتے ہوئے اس نے دانش کو شخصی حیثیت دی اور دلیل پیش کی کہ اسے یہودی خدا سے جدا نہیں کیا جا سکتا اس نے سوپیہا کو ایک نا قابل ادراک خدا کے طور پیش کیا جس نے خود کو انسانی تفہیم کے ساتھ ہم آہنگ کر لیا تھا وہ انسان پر منکشف شدہ خدا تھی خدا کا انسانی ادارک باطنی طور پر خود ای کی حقیقت کامل سے ممتاز۔

سلیمان کی دانش کے مصنف نے یونانی فکر اور یہودی مذہب کے درمیان ایک تناؤ محسوس کر لیا تھا ہم نے دیکھا کہ ارسطو کے خدا جو اپنی تخلیق کردہ دنیا سے بمشکل ہی آگاہ ہے اور بائبل کے خدا جو انسانی امور میں گہری دلچسپی رکھتا ہے کے درمیان ایک نا قابل مفاہمیت فرق موجود ہے یوانی خدا کو انسانوں کے ادراک میں لاتا تھا ایک خلیج یہواہ کو دنیا سے الگ کیے ہوئے تھے لیکن اہل یونان یقین رکھتے تھے کہ اتد لال کی صلاحیت نے انسانوں کو خدا کا رشتہ دار بنا دیا تھا چنانچہ وہ اپنی کوشش وں کے ذریعہ اسے پا سکتے تھے تاہم وحدانیت پرست جب بھی یونانی فلسفہ کی محبت میں گفتار ہوئے تو انھوں نے ناگریز پر اس کے خدا کو اپنان چاہا یہ ہماری کہانی کے بڑے موضوعات میں س الگ ہو گا یہ کوشش کرنے والے اولین لوگوں میں یہودی فلسفی سکندریہ کا فیلو ۳۰ قبل مسیح تا ۴۵ عیسوی شامل تھا فیلو ایک افلاطونی تھا اور ایک منطق پسند فلسفی تھا اس نے خوبصورت یونانی زبان میں لکھا اور لگتا ہے کیہ ک وہ عبرانی نہیں بولتا تھا تاہم ایک مخلص یہودی بھی تھا اسے اپنے اور یونانی خدا کے مابین کوئی نا قابل مفاہمت فرق نظر نہیں آتا تھا البتہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ فیلو کا خدا سے کافی مختلف نظر آتا ہے ایک لحاظ سے فیلو بائبل کی تواریخی کتب سے پریشان نظر آتا جنھیں اس نے تمثیلی صورت دینا چاہی یاد رہے کہ ارسطو نے تاریخ کو غیر فلسفیانہ قرار دیا تھا اسک اکدا کوئی انسانی خصوصیات نہیں رکھتا تھا خدا کے متعلق ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ اس کے موجود ہونے کی بین حقیقت ہی ہے تاہم فیلو ایک مخلص یہودی کے طور پر یہ یقین رکھتا تھا کہ خدا نے خود کو پیغمبروں پر آشکار کیا تھا یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔

فیلو نے یہ مسئلہ حل کرنے کے لیے خدا کے جوہر مکمل طور پر فہم کرنے والا تھا اور دنیا میں اس کی کاروائیوں جنھیں وہ اس کی قوتیں قرار دیتا ہے کہ مابین ایک اہم خط امتیاز کھینچا تھا ہم خدا کو اصلیت میں نہیں جان سکتے فیلو نے موسیٰ سے یہ کہتے ہوئے پیش کیا مجھے سمجھنا انسانی فطرت سے کچھ بالاتر ہے جی ہاں وہ انسانی فہم حتیٰ کہ تمام افلاک اور کائنات میں بھی نہیں ہو سکتا خدا خود کو ہماری عقل کے مطابق بنانے کی خاطر اپنی قوتوں کے ذریعہ رابطہ کرتا ہے یہ قوتیں انسانی ذہن کے ادراک میں آنے والی اعلیٰ ترین حقیقتیں ہیں فیلو ان کا منبع خدا کو سمجھتا ہے اس نے افلاطون اور ارسطو کی مانند کائنات علت اول کو قرار نہ دیا ان میں سے دو قوتیں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں فیلو انھیں شاہانہ قوت جو خدا کو کائنات کے نظم میں منکشف کرتی ہیں اور تخلیقی قوت جس کے ذریعہ خدا انسانیت پر اپنا انکشاف اور رحمتیں کرتا ہے کہتا ہے کہ اس میں اس سے کسی بھی قوت یا اختیار کو الوہی جوہر کے ساتھ گڈمڈ نہیں کرنا چاہیے جو نا قابل نفوذ پر اسرایت میں ہی ملفوف رہتا ہے اور قوتیں ہمیں محض حقیقت کی ایک جھلک دیکھنے کے قابل بناتی ہیں جو ہمارے فہم اور ادراک سے بالاتر ہے کچھ مواقع پر فیلو خدا کو واجب الوجود کہتا ہے جو شاہانہ اور تخلیقی قوت کے ساتھ مل ایک قسم کی تثلیث بنتا ہے یہودیوں کو فیلو کا تصور خدا ہمیشہ غیر معتبر لگا عیسائیوں نے اسے بہت مددگار پایا اور یونانیوں نے خدا کے نا قابل ادراک جوہر اور اسے قابل فہم بنانے والی قوتوں کے درمیان اس فرق کو مضبوطی سے تھام لیا عقل پسند مصنفین کی طرح فیلو نے بھی تصور کیا کہ خدا نے تخلیق کا ایک ماسٹر پلان بنایا تھا فیلو ہمیشہ ہی خیالات کی مکمل ہم آہنگی نہیں دکھاتا کبھی وہ کہتا کہ لوگوں کو بھی اس کی قوتوں میں سے ایک ہے اور کبھی وہ قوتوں سے بالاتر سمجھتا تاہم ان لوگوں پر غور وفکر کرنے کے نتیجہ میں ہم خدا کے ایک مثبت علم تک نہیں پہنچتے فیلو اصرار کرتا کہ ہم خدا کی ذات تک کبھی نہیں پہنچ پائیں گے ہم بس یہی جان سکتے ہیں ض کہ خدا انسانی ذہن سے ماوراء ہے یہ بات اتنی مایوس کن نہیں جتنی کہ معلوم ہوتی ہے فیلو نا معلوم میں ایک پر مسرت سفر کو بیان کرتا ہے جس نے اسے نجات اور تخلیقی توانائی دی افلاطون کی طرح اس نے بھی روح کو مادی دنیا میں پھنسے ہوئے خیال کیا اسے خواہشات اور حرص وہوا حتیٰ کہ زبان بھی چھوڑ کر اپنے اصل گھر یعنی کہ خدا کی جانب پرواز کرنی چاہیئے آخر کار یہ ایک وجدان حاصل کرے گی جو اسے انا کی پابندیوں سے آزاد کر کے ایک زیادہ بھرپور اور کامل حقیقت تک رفعت دے گا ہم نے دیکھا کہ تصور خدا اکثر ایک تخیلاتی مشق بنا رہا ہے پیغمبروں نے اپنے تجربے پر غور وفکر کیا اور محسوس کیا کہ اسے خدا سے ہی منسوب کیا جا سکتا تھا فیلو دکھاتا ہے کہ مذہبی مراقبہ تخلیقیت کہ دیگر صورتوں کے ساتھ بہت کچھ مشترک رکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایسے موقع بھی آئے جب وہ اپنی کتابوں میں سر کھپاتا رہا مگر کوئی راہ نہ ملی لیکن کبھی اس نے خود کو خدائی اثر میں محسوس کیا۔

جلد یہ یہودیوں کے لئے یہ ناممکن ہو گیا کہ وہ یونانی دنیا کے ساتھ میل قائم کر لیں فیلو کی وفات والے سال میں سکندر میں یہودی برداری کے خلاف منظم قتل ہوئے تھے اور یہودی سرکشی کے خوف ہر جگہ پائے جاتے تھے جب رومنوں نے پہلی صدی عیوی کے دوران شمالی افریقہ اور مشرق وسطیٰ اپنی سلطنت قائم کر لی تو خود بھی یونانی ثقافت کو اپنا لیا اور اپنے روایتی معبودوں کو یونانی معبودوں کے ساتھ مدغم کر دیا تاہم انھوں نے یہودیوں کے خلاف یونانی جارجیت کو ورثے میں حاصل نہ کیا درحقیقت انھوں نے یہودیوں کو یونانیوں پر ترجیح دی کیونکہ وہ انھیں یونانی شہروں میں مفید حلیف خیال کرتے تھے یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی ان کا مذہب بہت قدیم تھا اور اس کا احترام کیا جانا چاہیئے تھا یہودیوں اور رومنوں کے مابین تعلقات فلسطین میں عموماً اچھے تھے جہاں غیر حکومت کو کم آسانی کے ساتھ قبول کیا گیا تھا

پہلی صدی عیسوی تک سلطنت روما میں یہودیت مضبوط حیثیت حاصل تھی ساری سلطنت کا دسواں حصہ یہودی تھا سلطنت روما کے عوام نئے مذہبی حلقوں میں تھے توحیدی تصورات کا چرچا تھا مقامی دیوتاؤں کو ان محض ایک زیادہ بسیط خدا کی ظاہری صورتیں ہی خیال کیا جاتا تھا اہل روم یہودیت کے اعلیٰ اخلاقی کردار کی جانب مائل ہوئے ختنے کروانے اور ساری کی ساری توریت پر عمل؛ کرنے سے ہچکچاتے والے لوگ معبودوں کے اعزازی رکن بن گئے اور خدا سے خوف کھانے والے کہلانے لگے ان کی تعداد بڑھ رہی تھی تاہم فلسطین میں سیاسی انتہا پسندوں کے ایک گروہ نے رومی حکومت کی شدید مخالفت کی ۶۶ عیسوی میں انھیں روم کے خلاف ایک بغاوت اور حیرت انگیز طور پر افواج کو چار سال تک روکے رکھا حکام کو خوف تھا کہ بغاوت غیر یہودی دنیا کے یہودیوں تک پہنچ جائے گی اور وہ اسے نہایت بے دردی کے ساتھ کچل دینے پر مجبور تھے ۷۰ عیسوی نئے شہنشاہ کی افواج نے آخر کار یروشلم کو فتح کیا اور شہر کو رومن بنانے کے لیے اس کا نام capitolana aelia رکھ دیا یہودیوں کو ایک مرتبہ پھر وطن ہونا پڑا۔

نئے معبد کا کھو جانا دکھ کا باعث تھا لیکن پس منظر میں لگتا تھا کہ فلسطین کے یہودیوں نے جو غیر یہودی دنیا کے ہیلنیائی یہودیوں کی نسبت زیادہ بنیاد پرست تھے خود کو اس تباہی کے لئے پہلے سے تیار کر رکھا تھا ارض مقدس میں بہے سے فرقے بن گئے تھے جنھوں نے مختلف انداز میں خود کو یروشلم کے معبد سے بے تعلق کر لیا تھا اور قمران فرقہ یقین رکھتا تھا کہ معبد بے ایمان اور خراب ہو گیا تھا اور الگ ہو کر جدا بستیوں میں رہنے لگے جیسا کہ مردار کے ساتھ خانقاہی آبادی ان کا کہنا ایک نیا معبد بنا رہے ہیں مگر ہاتھوں سے نہیں ان کا معبد روح کا ہو گا خدا کا پتھر کے معبد کی بجائے محبت کرنے والی نبرداوہ کے درمیان رہنا پسند کرتا ہو گا ،

فلسطین کے یہودیوں میں سب سے زیادہ ترقی پسند فریسی تھے جنھوں نے ایسنیوں کے نقطہ نظر کو بہت زیادہ اہمیت خواسی خیال کیا عہد نامہ میں جدید فریسیوں کو شدید منافق کہا گیا ہے فریسی راسخ روحانی یہودی تھے ان کا عقیدہ تھا کہ سارے کے سارا اسرائیل کو پروہتوں کی الوہی جماعت کہا گیا تھا خدا ایک معبد کے ساتھ ساتھ نہایت بے وقعت گھر میں موجود ہو سکتا تھا تحقیق وہ سرکاری مذہبی عہدداروں کی طرح زندگی گزارتے اور اپنے گھروں میں مذہبی رسوم ادا کرتے تھے انھوں نے کھانا کھاتے وقت طہارت ہونے پر زور دیا کیونکہ ان کا یقین تھا کہ ہر ایک یہودی کی کھانے کی میز میں معبد خدا کی قربان جیسی تھی انھوں نے روزمرہ کی نہایت حقیر باتوں میں بھی الوہی کار فرمائی کا تصور پیدا کیا اب یہودی لوگ مذہبی ریاضت اور لمبی چوڑی رسوم ادائیگی کے بغیر ہی اس تک رسائی حاصل کر سکتے تھے وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ رحم، دلا نہ سکے کر کے اپنے گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے قابل ہو گئے توریت میں خرات اہم ترین ہے متزواہ تھی صدی کے ابتدائی برسوں میں دو مخالف فرقے سامنے آ گئے ایک شالی اکبر درمیان میں ملوجود ہوتا صدی کیا ور دوسرا ربی ہی لیل اکبر کی زیر سر کردگی دوسرا فرقہ فریسی پارٹی میں بہت مقبول ہوا ایک روایت کے مطابق ایک روز کوئی بت پرست ہی لیل کے پاس آیا اور کہا کہ وہ ایک یہودیت قبول کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ استاد اسے ساری توریت زبانی سنائے جبکہ وہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر سنتا رہا ہی لیل نے جواب دیا کہ دوسروں کو وہ کام کرنے کا مت کہو جو تم نے خود نہ کیا ہو یہی ساری توریت ہے جاؤ اور اسے دیکھو ۔

۷۰ عیسوی کے تباہ کن سال تک فریسی فلسطینی یہودیت میں نہایت محترم اور اہم مقام حاصل کر چکے تھے انھوں نے اپنے لوگوں کو دکھایا تھا

کہ انھیں خدا کی عبادت کے لئے معبد کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

کہا جاتا ہے کہ فتح یروشلم کے بعد یوبایان کو ایک تابوت میں ڈال کر آتش شہر میں سے باہر لیجایا گیا وہ یہودی بغاوت کے خلاف تھا اور اس کا خیلا تھا کہ یہودی ایک ریاست کے بغیر زیادہ بہتر رہیں گے رومنوں نے اسے یروشلم کے مغرب میں حیناہ کے مقام پر ایک خودمختار فریسی بستی قائم کرنے کی اجازت دیدی فلسطین اور بابل میں بھی اسی قسم کی برداریاں قائم کی گئیں جو آپس میں قریبی روابط رکھتی تھیں ان برادریوں نے دانشور پیدا کیے جنھیں تانیم کہا جاتا تھا ان میں خود ربی یوبایانان ربی اکیوا اور ربی اشامیل بھی شامل تھے انھوں نے ایک زبانی شریعت کی تدوین کی جس میں موسوی شریعت کو اپ ٹو ڈیٹ کیا اس کے بعد دانشمنوں ک ایک نئے طبقے نے مشنہ کی تفسیر شروع کی اور مقام لکھے جنھیں مجموعی طور پر تالمود کہا جاتا ہے دراصل دو تالمودیں ترتیب دی گئی تھیں یروشلم تالمود چوتھی صدی کے اختتام پر مکمل ہوئی اور بابلی تالمود پانچویں صدی کے آخر تک مکمل نہ ہوئی تھی دانشور نسل در نسل تالومد پر تبصرہ آرائی اور اپنے پیشروؤں کی تردید یا وضاحت کرتے رہے یہ خدا کے قول پر ایک لا انیتہاء غور وفکر تھا تفاسیر کی ہر تہی نئے معبد کی دیوراوں اور اور برآمدوں کی نمائندگی کرتی ہے جہاں خدا اپنے بندوںؐ کے درمیان رہتا تھا۔

یہواہ ہمیشہ سے ایک ماروائی معبود رہا تھا کہ جو باہر اور اوپر سے انسانوں کو ہدایات جاری کرتا تھا ربیوں نے اسے انسانیت اور روزمرہ زندگی کی خفیف ترین سطح تک سمو دیا معبد کے نقصان اور ایک مزیہد جلاوطنی کے تجربہ کے بعد یہودیوں کو اپنے بیچ بسنے والے ایک خدا کی ضرورت تھی ربیوں نے خدا کے بارے میں کوئی روایتی عقیدہ نہ تراشا اس کی بجائے انھوں نے اس تقریبا مرئی حد تک حاضری محسوس کیا اس کی روحانیت کو ایک قسم کا عامیانہ تصوف قرار دیا گیا تالمود کے تمام ابتدائی حصوں میں کدا کو باطنی طبعی مظاہرہ میں تجربہ کیا ھیا ربیوں نے روح مقدس کی بات جس نے تخلیق اور خانقاہ کی تعمیر کے عمل کی نگرانی کی تھی روح مقدس کو ہوا اور آگ میں محسوس کیا گیا دیگر اسے گھنٹیوں کی ٹنٹناہٹ اور تیز آوازوں میں سنا مثلا ایک روز ربی یوبہان بیٹھا ہوا حزقی ایل کے رتھ والے مکاشفے پر بحث کرر ہا تھا کہ اچانک ایک آگ آسمان سے نازل ہوئی اور اس کے قریب ہی فرشتے کھڑے تھے ایک نوائے فلک نے تصدیق کی کہ خدا نے ربی کو ایک خصوصی مشن سونپا تھا ربیوں نے بگا ہے رائے کہ کوہ سینا پر کھڑے ہونے والے ھر ایک اسرائیلی نے اپنے اپنے مختلف انداز میں خدا کا تجربہ کیا تھا یوں سمجھ لیجئے کہ خدا ان کو ہر خود کو ایک فہم ادراک کے مطابق ہی بنالیا تھا ایک ربی نے کہا خدا انسان پر خود جابرانہ انداز میں منکشف نہیں کرتا بلکہ اس کی قوتوں کے مطابق آتا ہے ربیون کی یہ اہم ترین بصیرت کسی ایک جملے میں بیان نہیں کی سکتے تھی وہ بنیادی طور پر ایک داخلی تجربہ تھا ہر شخص خدا کی حیقت کو اپنے جدا گانہ انداز میں محسوس کرتا ہے کہ اپنے مخصوص مزاج کے تقاضے پورے کر سکے ربیوں نے زور دیا کہ ہر ایک پیغمبر کا خدا کا تجربہ مختلف تھا کیونکہ ہر پیغمبر کے تصور خدا اس پر اس کی اپنی ذات کا اثر تھا دیگر وحدانیت پرستوں نے بھی کافی حد تک اسی قسم کا نقطہ نظر اختیار کیا آج بھی یہودی میں خدا کے متعلق نظریات ذاتی معاملہ اور مذہبی پیشوا ان کا نفاذ نہیں کرتا ۔

کوئی بھی سرکاری عقیدہ خ دا کی باطنیت کو محدود نہیں کرتا ربیوں نے کہا کہ وہ قطعی طور پر نا قابل ادراک ہے موسی بھی کدا کے راز سے پردہ نہ اٹھا پائے تھے بادشاہ داؤد نے گہری تحقیق کے بعد اقرار کیا تھا کہ اسے سمجھنے کی کوشش کرنا بیکار تھا کیونکہ وہ انسانی ذہن میں نہیں سما سکتا

یہودیوں کو اس کا نام تک لینے سے منع کر دیا گیا تھا یہ اس بات کی زبردست یاددہانی تھی کہ اسے بیان کرنے کے کوئی بھی کوشش اکارت جائے گی الوہی نام کو کی صورت میں لکھا اور صحیفے کی تلاوت کے دوران بولا نہیں جاتا تھا ہم فطرت میں خدا کی کارفرمائیوں کی حمد تو کر سکتے تھے لیکن ربی کے بقول یہ حقیقت کل کی محض ایک حقیر ترین جھلک ہے تصور خدا کا اصل مطمع نظر واضح حل کا تلاش کرنے کے بجائے یہ تھا کہ زندگی پر اسرایت جلال کے احساس کو فروغ دیا جائے ربیوں نے تو اسرائیلوں کو خدا کا ذکر بار بار کرنے سے بھی خبردار کیا کیونکہ ان کے الفاظ ناقص ہو سکتے تھے۔

اس ماوراء اور نا قابل ادراک ہستی کا دنیا کے ساتھ کیا تعلق واسطہ ہو سکتا تھا ربیوں نے اس کا جواب ایک پراڈوکس کے ساتھ دینا کی کوشش کی خدا اس دنیا کا ایک مقام ہے لیکن دنیا اس کا مسکن نہیں خدا نے دنیا کو اپنے گھرے اور نرغے میں لے کر رکھا تھا لیکنخ وہ دیگر مخلوقات کی طرح اس میں آباد نہ تھا انھوں نے اپنی ایک پسندیدہ تمثیل میں کہا کہ خدا دنیا میں یوں سما ہوا ہے کہ جیسے روح بدن میں ی حاضر مگر ماورا یا پھر انھوں نے یہ استعارہ بھی استعمال کیا کہ خدا ایک گھوڑسوار کی طرح ہے سوار جب گھوڑئے کے اوپر ہو تو اس کا دورومدار اسی پر ہوتا ہے اور وہ اس سے بالاتر اور بااختیار ہے یہ ناگریز طور پر محض تشبیہا ت اور استعارے ہیں یہ اپنی زندگی کے دوران ہماری کسی بہت مہیب نا قابل بیان چیز کو بیان کرنے کی تخلیاتی کوششیں ہیں۔

خدا کے ربیوں کا ایک پسندیدہ ترین نام شینکاہ تھا جو عبرانی لفظ سے اخذ ہوا اس کا مطلب ساتھ آکر رہنا ہے اب چونکہ معبد سے جا چکا تھا در بدریوں کے دوران بنی اسرائیل کے ساتھ ساتھ رہنے والے تصورت خدا نے خدا کے نا قابل رسائی ہونے کا خیال پیدا کیا کچھ نے کہا کہ زمین پر اپنے بندوں کے ساتھ آباد شینکاہ اب بھی معبد والے پہاڑ پر رہتا تھا حالانکہ وہ تباہ و برباد ہو چکا تھا کچھ دیگر ربیوں نے رائے دی کہ تباہی بعد معبد نے شینکاہ کو آزاد کر دیا اور باقی کی دنیا میں جا کر رہنے کی اجزت ددی ربیوں نے پیچھے مڑ کر اپنے لوگوں کی تاریخ پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ وہ ہمیشہ سے ان کے ساتھ ساتھ رہا ہے اسرائیل اور اس کے خدا کے درمیان اس قدر مضبوط تھا کہ جب اس نے انھیں ماضی میں نجات دلائی تھی تو وہ بھی خدا کو کہا کرتے تھے تو نے خود کو نجات دلا دی ربیوں نے اپنے مخصوص یہودیوں والے انداز کو کہا خدا کی تفہیم کو نفس کے ساتھ تشبیہ دینا شروع کر دی تھی۔

شیکناہ کے تصور نے جلاوطنوں کے ذہن میں ی خیال پیدا کیا کہ وہ چاہے کہیں بھی ہوں مگر خدا ان کے پاس ہی ہوتا ہے اب وہ ہر یہقو دی کے ہر معاملے کی نگرانی کرتا تھا ابتدائی عیسائیوں کی طرح اسرائیلیوں کو ربیوں نے یہ حوصلہ دلایا کہ وہ خود کو ایک جسم اور ایک روح کی برداری خیال کریں برداری نیا معبد تھا جس میں خلقی اور حاضر و ناظر خدا رہتا تھا چنانچہ جب وہ عبادت گاہ میں داخل ہوتے اور ایل مل کر ایک سوچ اور ایک ہی آواز کے ساتھ شیما پڑھتے تو اس صورت میں وہ واپس آسمان پر چلا جاتا تھا جہاں فرشتے ایک آواز اور ایک سر ہو کر اس کی حمد گاتے تھے آسمان پر خدا اور اسرائیل کا شاندار اتحاد اسی وقت ممکن ہو سکتا تھا جب زمین پر اسرائیلیوں مین یگانیت اور اتحاد موجود ہوتا ربی انھیں مسلسل بتاتے رہے کہ جب یہودیوں کا کوئی گروہ مل کر توریت کی تلاوت کرتا ہے تو شکناہ ان کے درمیان آبیٹھتا ہے۔

جلاوطنی میں یہودیوں نے اردگرد کی دنیا کی سختی محسوس کی خدا کے حاضر ہونے کے اس تصور نے انھیں ایک مہربان خدا کے سائے تلے

ہونے کا احساس دیا وہ ان زیورات کے تحفے کی مانند تھے جو کسی بادشاہ نے اپنی بیوی کو اورزیادہ خوبصورت بنانے کے لئے دیے تھے یہ آسان نہ تھا تالمود میں کچھ لوگوں کو یہ سوچتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ آیا خدا اس تاریک دنیا میں کوئی فرق ڈال سکتا ہے یا نہیں ربیوں کی تروحانیت یہودیت میں ایک معمول کی بات بن گئی نہ صرف یروشلم سے بھاگنے والوں میں بلکہ ہمیشہ غیر یہودی دنیا میں آباد یہودیوں کے درمیان بھی اس کی وجہ یہ تھی کہ یہودیت کی بنیاد مستحکم نظریات پر تھی شریعت کی بہت سی رسوم کوئی منطقی مفہوم نہیں رکھتی تھیں ربیوں کا مذہب اس لئے قبول کرلیا گیا کیونکہ وہ کارآمد ثابر ہوا تھا ربیوں کی بصیرت نے اپنے لوگوں کو مایوسی کا شکار ہونے سے بچالیا تھا۔

تاہم اس قسم کی روحانیت ڈرف مردوں کے لیے تھی کیونکہ عورتوں کو ربی بننے توریت پڑھنے یا عبادت گاہ میں جاکر نماز ادا کرنے کی اجازت نہ تھی خدا کا مذہب بھی اس دور کے دیگر نظریات جتنا ہی پدری بنتا جارہا تھا عورتوں کا کردار صرف گھر میں رہ رسوماتی پاکیزگی برقرار رکھنا ہی تھا عملی طور پر انھیں کمتر خیلا کیا گیا حالانکہ ربیوں نے تعلیم دی تھی کہ عورتوں پر خدا کی رحمت ہے مگر مردوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ صبح کی عبادت میں کدا کا شکرادا کیا کریں اس نے انھیں غلام غیر یہودی یا عورت نہیں بنایا البتہ شادہ کو ایک مقدس فرض اور خاندانی زندگی کو پاک قرار دیا گیا ربیوں نے قانون سازی میں اس کی تقدیس پر زوردیا جس کو اکثر غلط مفہوم میں لیا گیا حیض کے دنوں میں مجامعت کی ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ عورتوں کو گندا یا غلیظ سمجھا جاتا تھا اجناب کا عرصہ مخصوص کرنے کا مقصد مرد کو اپنی بیوی کو غیر اہم شے سمجھنے سے باز رکھنا تھا چونکہ مرد اپنی بیوی سے بہر قریب ہونے کے باعث اکتا جاتا ہے تو اس لیے توریت کا کہنا ہے کہ حیض کے بعد سات روز تک جنسی عمل سے دور رہے تاکہ بعد شادی کے پہلے دن کی بطرح چاہا جائے مرد کو حکم دیا گیا کہ تیاہار کے دن کنشت جانے سے پہلے رسوماتی طور پر غسل کرے تا کہ مقدس عبادت کے لئے زیادہ پاک صاف ہوجائے اسی مفہوم میں عورت کو حیض کے دن ختم ہرنے پر رسومناتی غسلل کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاجکہ وہ خود اپنے شوہر کے حضور پیش ہونے کے لئے پاک کرلے اس انداز میں جنسی عمل کے مقدس ہونے کا تصور عیائیت میں اجنبی تھا عیسائیت میں کبھی کبھئی خدا اور جنسی عمل کو ناقابل مفاہمت سمجھا گیا بیشک بعد میں یہودیوں نے ان ربانی ہدایات کو غلط رنگ دیے دیا لیکن ربی حضراتے رایبانہ اور مجرد زندگی کے حامی تھے۔

اس کے برعکس انھوں نے اصرار کیا کہ خوش وخرم رہنا یہودیوں کا فرض تھا انھوں نے اکثر تصویر کشی کی کہ روح مقدس داؤد جیسے بائبلی کردارؓ کو بیمار یا ناخوش ہونے پر چھوڑ کر جارہی ہے روح کے جانے پر کبھی کبھی زبور ۲۲ میں ان سے کہلوایا گیا اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا یہ چیز مصلوب مسیح کی پراسرا پکار کے بارے میں ایک دلچسپ سوال اٹھاتی ہے کہ ربیوں نے تعلیم دی کہ خدا نہیں چاہتا کہ مرد اور عورتیں دکھ سہیں جسم کا احترام اور دیکھ بھال ہونی چاہیئے کیونکہ یہ خدا نہیں چاہتا کہ مرد اور عورتیں دکھ سہیں جسم کا احترام اور دیکھ بھال ہونی چاہیے کیونکہ یہ خدا کا برعکس تھا شراب یا جنس جیسی لذتوں سے کنارہ کش ہونے سے گناہ بھی ہوسکتا تھا۔۔۔خدا نے یہ چیزیں انسان کو مسرت کے لئے فراہم کی تھیں خدا تکلیف اور زہد و یاضت میں ملنے والا نہیں تھا جب انھوں نے اپنے لوگوں پر زیادہ زوردیا لکہ وہ روح مقدس کے حامل بننے کے لئے عملی طریوے اختیار کریں تو ایک لحاظ سے وہ انھیں ایک اپنا سا تصور خدا بنانے کے کلئے یہ کہہ رہے تھے انھوں نے تعلیم دی کہ یہ بتانا مشکل ہے کہ انسان کا کام کہاں ختم اور خدا کا نام کہاں سے شروع ہوتا ہے پیغمبروں نے ہمیشہ خدا کو اپنی بصیرتوں

کے ذریعہ اس زمین پر حاضر دکھایا تھا اب ربی ایک ایسے کام میں مشغول نظر آئے جو بیک وقت انسانی بھی تھا اور الوہی بھی جب انھوں نے نئی شریعت تشکیل دے تو اسے خدا کا اور اپنا بھی خیال کیا وہ دنیا میں توریت کی تعداد بڑھانے کے ذریعہ دنیا میں اس کی موجودگی کو وسیع اور موثر بنا رہے تھے خود انھیں بھی تو توریت جیسا احترام دیا جانے لگا وہ شریعت میں اپنی مہارت کی وجہ سے کسی بھی شخص کے مقابلے میں زیادہ خدا نما تھے۔

باطنی خدا کے اس مفہوم نے یہودیوں کو انسانیت کی تحریم کرنے میں مدد دی ربی اکیا نے تعلیم دی کہ mitzavah تم اپنے پڑوسی سے ویسی ہی محبت کرو گے جیسی اپنے ساتھ کرتے ہو کسی ساتھی انسان کے خلاف جرم خود خدا کی تردید کے مترادف تھا جس میں مرد عورت کو اپنی شبیہ پر تخلیق کیا تھا یہ لادینی کے برابر اور خدا کو نظر انداز کرنے کی ایک گستاخانہ کوشش قرار پائی لہذا قتل سنگین ترین جرم تھا کیونکہ یہ ایک مذہبی گناہ تھا کسی انسان کی خدمت کرنا بہت بڑی نیکی قرار پائی یہ خدا کی رحم لی اور محبت کی عکاس تھی چونکہ سبھی نسلی تخلیق کی شبیہ پر ہوئی اس لئے سبھی برابر تھے حتیٰ کہ مہا پادری بھی اگر کسی کو تکلیف پہنچاتا تو اسے بھی زدوکوب کیا جا سکتا تھا خدا نے ہمیں یہ تعلیم دینے کے لئے واحد انسان آدم کو تخلیق کیا تھا کہ جو کوئی بھی ایک انسان کی زندگی کو نقصان پہنچائے گا اسے ساری دنیا کو تباہ کرنے جتنی سزا ملے گی اسی طرح ایک جان کو بچانا ساری دنیا کو نجات دلانے کو مساوی تھا یہ محض ایک بلند بانگ جذابہ ہی نہیں بلکہ ایک بنیادی اصول بھی تھا اس کا مطلب تھا کہ کسی بھی فرد کی جموعت کی خاطر قربان نہیں کیا جا سکتا تھا کسی غلام کی بے عزتی کرنا ایک سنگین جرم ٹھراؤ کیونکہ یہ قتل اور خدا کے احکامات کی خلاف ورزی تھا حق آزادی کی اہمیت حاصل تھی سارے ربانی میں قید کی ایک بھی مثال ملنا محال ہے کسی شخص کے خلاف جھوٹی افواہ پھیلانا بھی خدا کے وجود سے انکار کے مترادف بتایا گیا یہودی خدا اپنے ہر ایک فعل کے نگران بڑے بھائی کے طور پر نہیں بلکہ پھر انسان کے اندر موجو خدا تصور سمجھتے تھے تاکہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک یقینی ہو جائے۔

جانوروں کو اپنی فطرت کے مطابق زندگی گزارنے میں کوئی مشکل درپیش نہ تھی لیکن مردوں اور عورتوں کو انسان بن کر رہنا بہت مشکل معلوم ہوتا تھا اسرائیل کا خدا کبھی کبھی ناپاک اور غیر انسانی ظلم کو فروغ دینے والا لگتا تھا لیکن صدیوں کے عرصہ میں یہواہ ایک تصور بن گیا تھا جو انسانوں کو اپنے ساتھی انسانوں کے ساتھ حسن سلوک میں مدد دے سکتا تھا ربیوں کے خیالات دوسرے خدا یہ مذہب قریب تر تھے جن کی جڑیں بھی عین اسی روایت میں تھیں۔

عیسائیت کا آغاز

جب فیلو سکندریہ میں اپنی افلاطونی یہودیت پر غور و فکر کر رہا تھا اور ہل اور شمع یروشلم میں رائے زنی کر رہے تھے تو ایک کرزماتی شافی نے شمالی فلسطیم میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا ہم حضرت عیسی کے بارے میں بہت کم کچھ جانتے ہیں ان کی زندگی کا پہلا مفصل بیان مرقس کی انجیل تھی جو کہیں حضرت عیسی کی زندگی کے ۴۰ برس سن ۷۰ عیسوی میں لکھی گئی اس وقت تک راتیخ حقائق پر صوفیانہ عناصر غلبہ پا چکے تھے جنھوں نے پیروکاروں کو عیسی کی تفہی دی مرقس کسی واضح تصویر کشی کی بجائے یہ مفہوم ہی ہم تک پہنچاتا ہے اولین عیسائیوں نے عیسی کو ایک نیا موسی ایک نیا یشوع نئے اسرائیل کا بانی سمجھا بدھ کی مانند عیسی بھی اپنے بہت سے معاصرین کی امنگوں کو یکجا کرنے اور اوع یہودی لوگوں کے

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

صدیوں پرانے خوابوں کو تعبیر دینے والے لگتے تھے ان کی زندگی کے دوران فلسطین میں بہت سے یہودیوں کو یقین تھا کہ وہ ایک مسیحا ہیں وہ یروشلم میں لائے اور ابن داؤد قرار دیئے گئے لیکن چند ہی روز بعد انھیں سخت ترین رو،من سزا یعنہ کہ صلیب دے دی گئی تا ہم ایک عام مجرم کی طرح صلیب پر مرنے کی رسوائی کے باوجود شاگردوں کو یہ یقین تھا کہ یہ ان کا ایمان متزلزل ہوگیا ہے ان کے جی اٹھنے کی افواہیں اڑیں کچھ نے کہا کہ تصلیب کے تین روز ان کا مقبرہ خالی پایا گیا دیگر نے انھیں خوابوں میں دیکھا کہ اور ایک موقع پر تو ۵۰۰ لوگون نے انھیں بیک وقت بھی دکھا ان کے شاگردوں کو یقین تھا کہ وہ جلدی ہی واپس آ کر خدا کی مسیحائی بادشاہت قاء،کریں گے اور چونکہ اس عقیدے میں کوئی لحہ انہ بات نہ تھی اس لیے ان کا عقیدہ ہیل کے پوتے ربی گمالی جیسے یہودیوں نے بھی مسند مان لیا عیس کے پرو کار بھی ہپر روز معبد میں راسخ الوقیدہ یہودیوں کی طرح ہی عبادت کرتے تھے تاہم انجام کار عیسی کی حیات موت اور تجسیم نو سے فیض یافتہ نیا اسرائیل ایک غیر یہودی عقیدہ بن گیا جس نے اپنا ایک جداگانہ تصور خدا تشکیل دیا تقریبا ۳۰ عیسوی میں عیسی کی وفار کے وقت یہودی پرجوش وحدانیت یافتہ انسان ہی ہوتا کچھ ایک ربیوں نیت کہا کہ اس کا نام اور شناخت خدا کو روز ازل سے ہی معلوم رہی چنانچہ اس مفہوم میں مسیحا کو بالکل اسی انداز میں ابتدائے آفرینش سے ہی خدا کے ساتھ کہا جا سکتا تھا کتاب امثال اور احبار میں دانش کو اس کے ہمراہ بتایا گیا یہودیوں نے توقع کہ کہ القایافتہ مسیح بادشاہ دایود کی اولد میں سے ہوگا کیونکہ اس بادشاہ اور روحانی رہنما نے یروشلم میں پہلی خود مختاری یہودی سلطنت قائم کی تھی زبور میں کہیں کہیں داؤد کو خدا کا بیٹا کہا گیا لیکن یہ محض یہواہ کے ساتھ اس کی قربت کو بیان کرنے کا ایک انداز تھا بابل واپسی کے بعد کوئی یہ تصور بھی نہیں ک سکتا تھا کہ یہواہ کا حقیقتا کوئی بیٹا تھا۔

مرقس کی انجیل کو اولین حیثیت حاصل ہونے کی وجہ سے عموما مستند بھی خیال کیا جاتا ہے یہ عیسی کو مکمل طور پر ایک نارمل انسان کے روپ میں پیش کرتی ہے جس کے خاندان میں بھائی اور بہنیں شامل تھے کسی فرشتے نے اس کی ولادت کا گیت نہ گایا اور نہ ہی اس کی اطلاع دی بچپن یا بلوغت کی عمر میں انھیں کسی بھی ارتبار سے غیر معمولی نہ بتایا گیا جب انھوں نے تبلیغ کا آغاز کیا تو ناصرۃ ان میں ان کے اہل قصبہ حیران ہوئے کہ مقامی ٹھئی کا بیٹا اس قسر بارسوخ ہوگیا سیلانی زاہد مرتاض نے اپنے یوحنا ہپٹٹ john the baptist کا شاگرد رہے ہوں گے یوحنا نے یروشلم کی اشرافیہ کو نہایت بے ایمان خیلا کیا اور اس کے خلاف پرغیض خطبات دیئے اس نے عوام الناس پر زور دیا گیا اور دریائے اردن میں بپتسمہ کے ذریعہ طہارت کی ایسنی روایت قبول کر لیں اور اپنے گناہوں پر نادم ہوں لوقا نے کہا کہ درحقیقت عیسی اور یوحنا آپس میں منسلک تھے عیسی نے یوحنا سے بپتسمہ لینے کے لئے ناصرۃ سے یہواہ تک کا طویل سفر کیا تھا جیسا کہ مرقس ہمیں بتاتا ہے ابھی وہ پانی سئے باہر آیا ہی تھا کہ اس نے آسمانوں کو شق ہوتے اور روح کو ایک فاختہ کی مانن اس نے اوپر وار ہوتے دیکھا تم میرے پیارے بیٹے ہو میں تم پر مہربان ہوں یوحنا ہپٹٹ یا باتپت نے فورا جان لیام کہ وہ مسیح تھے عیسی کے بارے میں ایم ایک بای نستے ہیں کہ امنھوں نے گلیلی کے تمام شہروں اور قصبات میں تعلیمات پھیلائی شرعو کی تھیں اور یہ اعلان کیا کہ خدا کی بادشاہت آ گئی ہے مسیح کے مشن اصل نوعیت کے بارے میں کچھ اندازے لگائے گئے لگتا ہے کہ اناجیل میں ان کی بہت کم اقوال ریکارڈ ہوئے اور ان میں بھی زیادہ تر مسیح کی وفات کے بعد سینٹ پال کے قائم کردہ کلیاءء کا اثر ہورہا ہوگا باہمہ ان کے کیریئر کی بنیادی طور پر یہودی نوعت کے کچھ ایک اشارے ملتے ہیں اس

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

بات کی نشاندہی کی گئی کہ گلیلی میں شفاء دینے والے کوئی نئی چیز نہ تھےعیسی کی طرح وہ بھی تبلیغ کرنے اور بیماریوں و بدنصیبوں کو شفاء دینے والے مریض تھے گلیلی کے یہ مقدس افرادعیسی کی ہی طرح عموما کافی بڑی تعداد میں پیروکار خواتین رکھتے تھے دیگر نے دلیل کہ مسیح غالبا کی طرح یل والے مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے فریسی تھےپال نے دعوی کیا تھا کہ وہ عیسائیت قبول کرنے سے قبل فریسی تھے یقیناًعیسی کی تعلیمات فریسیوں کے بنیادی عقائد سے مطابقت رکھتی تھی کیونکہ انھیں یقین تھا کہ خیرات مہربانی اہم ترین ہے فریسیوں کی طرح وہ توریت سے عقیدت رکھتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ انھوں نے اس کے مطابق عمل کرنے کی نہایت سختی کے ساتھ تلقین کی عیسی نے ہیل ایک زرین قانون کی بھی تبلیغ کی کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ ساری شریعت کا خلاصہ ایک مقولے میں پیش کیا جا سکتا تھا دوسروں کے ساتھ وہی کرو جو تم اپنے رب کے ساتھ کرتے ہو متی کی انجیل میں عیسی کے منہ فریسیوں کے پیروکاروں کے خلاف شدید کلمات کہلوائے گئے اور ابھیں بے ترتیب منافقین کہا گیا مگر ان کی جانب ے فریسیوں کی یہ تردید قطعا وغیرہ معتبر ہے مثلا لوقا نے اپنی انجیل اور پیغمبروں کے اعمال دونوں میں فریسیوں کو کافی جگہ دی اور اگتر دریسی یسوع مسیح کے جانی دشمن ہوتے تو پال اپنی فریسیائی بیک گرائنسڈ ہی چھپا سکتا متی کی انجیل کی سامی مخلاف روش ۸۰عیسوی کی دہائی میں یہودیوں اور عیسائیوں میں تناؤ کی کیفیت کی غماز ہے اناجیل میں اکثر جگہوں پر عیسی کو فریسیوں کے بحث کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے لیکن گفتگو دوستانہ ہے یا پھر زیادہ کٹر مکتبہ فکر شمع کے ساتھ تضاد کے بارے میں ہے۔

یسوع مسیح کی وفات کے بعدان کے] یروکاروں نے فیصلہ کیا کہ الوہی حیثیتا ختیار کر گھئے تھے ی سب عیسوی تک حتمی صورت اختیار نہ کر سکا اوتار عیسائی یقین کی نشونما ایک درجہ بدرجہ اور پیچیدہ عمل تھا یقیناً مسیح نے خود کبھی بھی خدا ہونے کا دعوی نہیں کیا تھا لیکن یہ غالبا اس بات کی محض ایک توثیق تھی کہ وہ پیارے مسیح تھے فلک سے اس منوی کے متعلق کوئی چیز غیر معلومی نہ یجی ربیوں نے اکثر بنت قول کا تجربہ کیا جو بصیرت کی ایک قسم تھی جس نے زیادہ براہ راست پیغمبرانہ مکاشفات کی جگہ لے لی تھ ایک بنت قول نے موقع پر ربی یوہانان بن زئی کے مشن کی تصدیق کی تھی مسیح کو انسان کا بیٹا بھی کہا کرتے تھے ان کے خطاب کے بارے میں کادفی زیادہ مخلافانہ بحث ہو چکی ہے لیکن لگتا ہے کہ اصل آرامی بارناصرۃ نے ڈرف انسانی حالت کی کمزوری اور فانی پن پر زور دیا تھا اگر ایسا ہے تو غالبا مسیح نے جان بوجھ کر اس بات پر زور دیا تھا کہپ اوہ ایک فانی انسان ہیں جنھیں ایک روز مرنا ہے ۔اناجیل ہمیں بتاتی ہے کہ خدا نے حضرت عیسی کو مخصوص الوہی اختیارات تفویض کیے تھے جنھوں نے انھیں اس فانی حالت میں بھی خدا جیسے کام کرنے کے قابل بنایا مثلا بیماروں اچھا کرنا اور گناہوں کو بخشنا چنانچہ جب لوگوں نےعیسی کو حالت عمل کر دیکھا تو انھیں خدا کی ایک جیتی جاگتی تصویر نظر آئی ایک موقع پر ان کے تین شاگردوں نے دعوی کیا کہ انھوں نے یسوع کو معمول سے بھی زیادہ واضح طور پر دیکھا یہ کہانی تینوں پہلے صحائف یعنی متی ،مرقس اور لوقا کی اناجیل میں محفوظ ہو گئی اور عیسائیوں کی آنے والی نسلوں نے انھیں بہت اہم خیلا کیا یہ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت عیسیپطرس جیمس اور یوحنا کو ایک بلند پہاڑ پر لے گئے روایت کے مطابق وہ گلیلی میں کوہ تابور تھا یہاں انھوں نے ان پر خود مختاری کو الوہی روپ میں آشکار کیا اس کا چہرہ آفتاب کی مانند دمکا اور لباس نور سے بھر گیا شریعت اور پیغمبروں کے نمائندے موسی اور علیحدہ اچانک ان کے پاس ظاہر ہوئے اور تینوں نے آپس میں گفتگو کی پطرس جذبات مغلوب ہو کر چلایا اور کچھ سمجھ نہ آنے پر بولا کہ انھیں اس مکاشفے کی یاد مین تین شامیانے بنانے چاہئیں کوہ سینا پر چھا جانے

www.pdfbooksfree.blogspot.com

والے ایک کالے بادل نے پہاڑ کی چوٹی کو ڈھانپ لیا اور بنز قول سنائی دیا یہ میرا پیرا بیٹا ہے اس پر میری خاص رحمت ہے اس کی بات سنو صدیوں بعد جب یونانی عیسائیوں نے اس مشاشفہ کے مفہوم پر غور کیا تو اس فیصلہ پر پہنچے کہ خدائے اختیارات یسوع کی ماروائی انسانیت میں جلوہ گر ہوئے تھے۔

انھوں نے ی بات بھی ٹوٹ کی کہ مسیح نے کبھی بھی اختیارات کا مالک ہونے کا دعوی نہیں کیا تھا عیسی نے بار بار اپنے شاگردوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ان کا یمان راسخ ہے تو وہ بھی ان اختیارات کا لطف اٹھائیں بلاشبہ عقیدے سے ان کی مردوست الہیات کو اپنانا نہیں ن بلکہ خدا کے سامنے عاجزی اور کھلے پن کا ایک داخلی رویہ پیدا کرنا تھی اگر ان کے شاگرد خود کو خدا کے لئے کھول دیتے تو وہ بھی اسی کام جیسے تمام کام سرانجام دے سکتے تھے ربیوں کی طرح عیسی کو یہ یقن تھا کہ روح المقدس صرف ایک مراعات یافتہ طبقے کے لئے تھی ان کے خیال میں تمام نیک لوگ اس کے مالک بننے کے قابل تھے اگر ان کے شاگرد یقین کامل رکھتے تو نہ صرف بڑے کارنامے کر سکتے تھے بلکہ اب پہاڑ بھی اٹھا کر سمندر میں پھینکنے کے قابل ہوتے انھیں پتہ چلا کہ ان کی ناپائیدار اور فانی زندگیوں کو خدا قوتوں نے بدل کر رکھ دیا تھا جو مسیحائی بادشاہت کی دنیا میں متحرک تھیں ۔

ان کی وفات کے بعد شاگرد عقیدہ ترک نہ کر سکتے تھے کہ مسیح کسی نہ کسی لحاظ سے خدا کی تجسیم تھے انھوں نے بہت ابتدا میں ہی ان کی عبادت شرعو کر دی تھی حضرت پال کو یقین تھا کہ خدا کی قوتیں ساری برادری کے لئے دستیاب طبنانی چاہیئں انھوں نے اس علاقے میں تبلیغ کی جہاں اب ترکی مقدونیہ اور یونان واقع ہیں وہ اس بات کی پوری طرح قائل تھے کہ غیر یہودی افراد موسوی شریعت پر پوری طرح عمل نہ کرنے کے باوجود نئے اسرائیل کے رکن بن سکتے تھے اس چیز نے شاگردوں کے اصل روپ کو ناراض کر دیا جو مخصوص طور ایک یہودی فروہ ہی رہنے پر مصر تھے اور انھوں نے ایک زبردست جھگڑے کے بعد پال کا ساتھ چھوڑ دیا پال کے ساتھ ایمان لانے والے زیادہ افراد جلاوطن ہونے والے یہودی یا پھر خدا سے ڈرنے والے تھے چنانچہ نیا اسرائیل گہرائی میں یہودی رہا پال نے کبھی بھی عیس کو خدانی ککہا اس نے انھیں یہودی مفہوم میں خدا کا بیٹا کہا یقیناً انھیںیہ یقین نہ تھا کہ عیسی خود خدا کا اوتار تھے وہ محض خدا کی قوتوں اور روح کے حامل تھے جس نے زمین پر خدا کی کارکردگی کو منکشف کیا اور اسے باقابل رسائی الوہی جوہر نہیں سمجھنا چاہیے اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ غیر یہودی دنیا میں نئے عیسائیوں نے ان طیف امتیازات کا مفہوم ہمیشہ ہی برقرار نہیں رکھا لہذا انجام کار ان کی کمزور فانی انسانیت کو الوہی سمجھا گیا یٔہدیوں نے مسیح کے خدا کا دیوتا ہونے عقیدے کو ہمیشہ بدنام کیا اور بعد میں مسلمانوں نے اسے خدا کی شان می گستاخی خیلا کیا یہ ایک مشکل عقیدہ ہے عیسائیوں نے عموماً اس کی وضاحت بہت خام انداز مین کی تاہم اس مقسم کا اوتاری عقیدہ مذہب کی تاریخ میں کافی مستقل حیثیت کا حامل رہا ہم دیکھیں گے کہ یہودیوں اور مسلمانوں نے بھی حیرت انگیز طور پر اسی قسم کی الہیات بنا ڈالیں ۔

تو ریبا اسی دور میں ہندوستان میں کچھ صورتوں کا مختصر کجائزہ لینے پر ہم عیسی کی اس جلال الوہیت مین کارمحرک دیکھ سکتے ہیں بدھ مت اور ہندمت دونوں پر جلال ہستیوں سے پرشوق وابستگی کا جذبہ موجود تھا مثلاً خود مہاتما بدھ اور انسانی صورت میں زمین پر آنے والے ہندو دیوتا اس قسم کی ذاتی عقیدت کو بھگتی کا نام دیا گیا ہے جو مذہب کی انسانی صورت کے لئے انسانی امنگ کا اظہار کرتی ہے یہ ایک نئی بالکل نئی ابتداء

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

تھی مگر پھر بھی اسے دونوں عقائد مین بنیادی ترجیحات پر کوئی سمجھوتہ کیے بغیر مذہب کا حصہ بنا لیا گیا۔

شھٹی صدی کے قبل مسیح میں گوتم بدھ مت کی وفات کے بعد لوگ اس کی ایک یادگار چاہتے تھے تاہم انھوں نے محسوس کیا کہ مجسمہ غیر موزوں تھا کیونکہ وہ نروان پانے کے بعد عام مفہوم میں معدوم ہو گیا تھا البتہ بدھ کے لئے ذاتی محبت پیدا ہوئی اور اس کی نروان یافتہ انسانیت پر غور وفکر کی ضورت اس قدر شدید ہو گئی کہ پہلی صدی عیسوی کے دوران ہندوستان کے شمال مغربی علاقے گندھارا اور دریائے جمنا کے کنارے متھرا میں اولین مجسمے نمودار ہوئے ان شبیہوں کی قوت اور فیض نے انھیں بودھی روحانیت میں ایک مرکزی اہمیت دلا دی حالانکہ ذات سے باہر کی کسی ہستی کے ساتھ یہ بھگتی گوتم کے پرچار کردہ داخلی نظ ، سے بہت مختلف تھی ت، مام مذاہب تبدیل اور نمو پذیر ہوئے اگر وہ تندیل نہ ہوئے تو انھیں ترک کر دیا گیا بودھیوں کی اکثریت نے بھگتی کو نہایت قابل قدر جانا اور محسوس کیا کہ یہ انھیں کچھ لازمی سچائیوں کی یاد دہانی کرواتی تھی کو معدوم ہو جانے کے خطرے سے دوچار تھیں جب بدھ نے چشم بصیرت حاصل کی تو اسے تحریص ہوئی کہ اس چیز کو بس اپنے ہی تک محدود رکھے لیکن انسانی دکھ کے لیے اس کے جذبات اور انسانیت سے محبت نے اسے آئندہ چالیس برس تک راستے کا پرچار کرنے پر مجبور کیا تاہم لگتا ہے کہ پہلی صدی عیسوی تک آتے آتے اپنے حجروں میں بند ہو کر نروان پانے کی کوشش کرنے والے بودھ بھکشو اس نروان کا نظارہ کھو چکے تھے بھکشو کی حالت بھی ایک زبردست حالت تھی جسے بہت برسوں نے اپنے اپنے دور پایا پہلی صدی عیسوی کے دوران ایک نئی قسم کا بودھی ہیرو ابھر کر سامنے آیا یعنہ کہ بودھستو جس نے بدھ کی مثال پر عمل کیا اور اپنا نروان ترک کر دیا خود کو لوگوں کی خاطر قربان کر دیا وہ دکھ زدہ لوگوں کو نجات دلانے کے لئے دوبارہ جنم کی ذلت برداشت کرنے کو تیار تھا۔

مزید آبرں بودھستو کا ایک لامحدود وسیلہ پایا تھا جو روحانی طور پر کمتریوں لوگوں کی مدد کر سکتا تھا کسی بودھستو کی عبادت کرنے والا شخص بودھیوں کی بہشتوں میں سے ایک دوبارہ جسم لے سکتا تھا اس بہشت کے حالات میں نروان آسان پانا ہو جاتا ہے،

صحائف زور دیتے ہیں کہ ان وصوارات کی لفظی تفسیر نہ کی جائے دنیا کی عام منطق اور واقعات ان کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہ تھا کہ بلکہ وہ محض زیادہ سراب انگیز سچائی کی علامات تھے دوسری صدی عیسوی کی ابتداء میں شنیہ یعنی کہ لائیت نامہ مکتبہ فکر کے بانی ناگ ارجن نے عام صوراتی زبان کی غیر موزونیت ثابت کرنے کے لئے ایک پیراڈاکس اور جدید مالیاتی طریقہ کار استعمال کیا اس نے اصرار کیا کہ مطلق سچائیاں صرد مراقبہ کے ذہنی قواعد کے ذریعہ وجدانی انداز میں قابل ادراک ہیں حتیٰ کہ بدھ کی تعلیمات بھی روایتی انسان کے بنائے ہوئے تصورات پر مبنی تھیں جو اس کی پرچار کردہ حقیقت سے انصاف نہیں کرتیں اس فلسفہ کو اختیار کرنے والے بودھیوں میں ایک عقیدہ پیدا ہو کر ہمارے تجربہ میں آنے والی تمام چیزیں سراب ہیں مغرب میں عینیت پسند کہا جاتا ہے حقیقت مطلق جو تمام چیزوں کا جوہر ہے شنیہ یعنی کہ لاشے ہے شنیہ کو نروان سمجلینا قدرتی بات تھی چونکہ گوتم جیسے ایک بدھ نے نروان حاصل کر لیا تھا اس لیے اس کا مطلب متلاشی بدھوں جیسی حالت پانے کی جستجو میں تھا۔

یہ دیکھنا کوئی مشکل نہیں کہ برھوں اور بودھیوں کے ساتھ یہ بھگتی مسیح کے ساتھ عیسائیوں کی بھگتی جیسی تھی اس نے عقیدے کو زیادہ لوگوں نا قابل رسائی بنا دیا اسی دور میں ہندومت میں ہندومت میں بھی اسی قسم کی بھگتی گروغ پا رہی تھی جس کا مرکز دو اہم ترین ویدک دیوتا

اور وشنو تھے ایک مرتبہ پھر شخصی محبت اپنشدوں کی فلسفانہ خانقاہیت سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئی نتیجتاً ہندوؤں نے ایک تثلیث بنائی برہمن شو وشنو ایک ہی حقیقت مطلق کی تین علامتیں یا پہلو تھے۔

کبھی کبھی نیکی اور شر دونوں کے دیوتا شو کے حوالے سے خدا کی سریت Mystry پر غور وفکر کرنا زیادہ مددگار رہتا ہے شو مارنے اور پیدا کرنے والا بھی ہے حکایت کے مطابق شو ایک عظیم یوگی بھی تھا چنانچہ اس نے بھگتوں کو ریاضت کے ذریعہ الوہیت کے ذاتی تصورت سے ماورا ہونے کا فیض بھی عطا کیا وشنو بالعموم زیادہ مہربان اور کھلنڈرا تھا وہ خود کو مختلف اوتاروں کی صورت میں انسانوں کی کے سامنے کنکشف کرنے کے عادی تھا اس کا ایک مشہور ترین اور تارکن کرشن تھا جس نے ایک اعلی گھرانے میں جنم لیا لیکن ایک گوالے کے طویل پر پرورش پائی عوامی کہانیوں میں گوپیوں کے ساتھ اس کے معاشقوں کا ذکر کیا گیا جنھوں نے خدا کو روح کے عاشق کے طور پر پیش کیا تاہم بھگوت گیتا میں جب دشنہ راجہ ارجن کا سامنے ظاہر ہوتا ہے تو یہ ایک دہشت ناک تجربہ ہے کسی نہ کسی طرح ہر چیز کرشن کے جسم میں موجود وہ کوئی آغاز اور کوئی اختتام نہیں رکھتا جگہ نہیں گھیرتا اور تمام ممکن دیوتا اس کے اندر ہی شامل ہیں وہ س کی نہ تھکنے والی روح انسانیت کا جوہر بھی ہے تمام چیزیں کرشن کی جانب جاتی ہے جیسے دریا سمندر کی جانب یا پتنگے شمع کی جانب ارجن بے سدھ اور بدحواس ہو کر اسے دیکھتا اور کانپتا رہا،

بھگتی کے فروغ نے مطلق کے ساتھ ایک قسم کے ذاتی تعلق کے لئے انسانکی گہری انسان کی گہری ضروریا تکا جواب پیش کیا برہمن کو قطعی طور پر ماورا بنا دینے سے ایک خطرہ یہ ہے کہ وہ قدیم آسمان دیوتا کی طرح اس قدر دور ہو جائے کہ انسانی شعور سے ہی کر محو ہو جائے بدھ مت میں بودھستو کے تصور کا ارتقاء اور دشنو کے اوتار مذہبی ترقی میں ایک اور مرحلہ لگتے ہیں جب لوگوں نے اصرار کیا کہ مطلق حقیقت مطلق کو صرف انسان سے کمتر نہیں ہوسکتی علامتی عقائد اور داستانیں اس بات کو مسترد کرتی ہیں کہ حقیقت مطلق کو صرف ایک ہی تمثیل میں بیان کیا جاسکتا ہے متعدد بدھ موجود تھے اور دشنو کے کئی قسم کے اوتار تھے یہ داستانیں انسانیت کے لیئے آیہڈیل بھی پیش کرتی ہیں وہ نوع انسان ی کو حقیقی معنوٰں میں بصیرت یافتہ دکھاتی ہے ۔

پہلی صدی عیسوی تک یہودیت میں بھی الوہی باطنیت کت لئے اسی قسم کلی پیاس موجود تھی لگتا ہے کی عیسی مسیح کی شخصیت نے اسی ضرورت کو پورا کیا عیسائیت نامی مذہب کے بانی اور ابتدائی ترین عیسائی لکھاری سینٹ پال کو یقن تھا کہ اب توریت کی بجائے مسیح دنیا خدا کا مظہر تھے یہ جاننا آسان کام نہیں کہ اس بات سے ان کی کیا مراد تھی پال کے خطوط ایک مفصل الہیات کی بجائے محض اکا دکا سوالات کے جواب دیں بلاشبہ اس کو یقین تھا کہ عیسی ہی مسیح تھے لفظ چیرس عبرانی کا رجمی تھا جس کا مطلب ہےفہض یافتہ پال میں مسیح کے متعلق ایک عام انسان ہونے کی حیثیت میں بھی بات کی پھر بھی ایک یہودی کے طور پر پال کو مسیح کے خدا کا اوتار ہونے یا یقین نہ تھا اس نے نمسیح کا تجربہ بیان کیا کہ بار بار مسیح میں کئی اصطلاح استعمال کی اجئے ویسائی مسیح میں زندگی فزارتے ہیں انھیں اس کی موت میں پتمسہ دیا گیا ہے کلیاء بہت سے لوگوں کسی نہ کسی طرح ان کا جسم ہے یہ ایسی سچائی نہیں جسے پال نے استدلال کے ساتھ پیش کیا ہو بہت سے یہودیوں کی طرح اس نے بھی یونانی منطق کا ایک دھندلا عکس لیا جسے بے وقوفی قرار دیتا ہے یہ ایک موضوعی اور باطنی تجربہ تھا جس کے باعث اس نے مسیح کو ایک قسم کے

ماحول میں پیش کیا جس میں ہم زندگی گزارتے اور ہست ہوتے ہیں مسیح پال کے مذہبی تجربہ کا ماخذ بن گئے تھے چنانچہ ان کے بارے مین ایسے بات کررہا تھا کہ جیسے ان کے کچھ معاصرین خدا کے بارے میں بات کرتے تھے۔

جا پال نے اپنے سپرد کیے گئے عقیدے کے متعلق بات کی تو کہا کہ عیسی نے ہمارے گناہوں کے عوض تکلیف سہی اور مصلوب ہوئے یوں پال نے بہت ابتدا ہی عیسی کی موت کی بدنامی سے پریشان شاگردوں کو دکھایا کہ ان کی موت ہمارے فائدے کے لئے تھی سترھویں صدی دیگر یہدیوں نے ایک اور مسیح کے بدنام انجام کے لئے اسی قسم کی توجیہ پیش کی ابتدائی عیسائیوں نے محسوس کیا کہ مسیح ایک پر اس انداز میں ابھی تک زندہ تھے وہ انھوں نے اپنے وعدے کے مطابق خود کو حاصل قوتوں کی صورت اختیار کرلی ہم پال کے خطوط کے توسط سے جانتے ہیں کہ ابتدائی عیسائیوں کو اس بارے میں تمام غیر معمولی قسم کے تجربات ہوئے کہ جو ایک نئی قسم کی انسانیت پسندی کے حیا کی نوید بن سکتے تھے کچھ شفا دینے والے بن گئے کچھ نے آسمانی زبان میں بات کی کچھ دیگر نے اپنی انست میں الہامات کا پرچار کیا کیلیا کی عبادات کہ عیسی کی موت ایک اعتبار سے واقعی فائدہ بخش ثابت ہوئی تھیں انھوں نے ایک نئی قسم کی زندگی اور ایک نئی تخلیق کا اجرکیا تھا۔

تاہم تصلیب کے ایک کفارہ ہونے کے حوالے سے کوئی تفصیلی تھیوز موجود نہ تھیں اس اصل گناہ کا کفارہ جو آدم سے سرزرہوا تھا آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ اس یہ اہلیات چوتھی صدی عیسوی تک ہی بنی ہوئی تھی اس کی اہمیت صرف مغرب میں ہی تھی پال اور عہد نامہ جدید کے دیگر مصنفین نے کبھی بھی اپنی تجربہ کردہ نجات کے بارے میں واضح اور دو ٹوک وضاحت کرنے کی کوشش نہ کی تاہم مسیح کی قربانی کی موت کا نظریہ اس دور کے ہندوستان میں ارتقاء پذیر بودھستو کے تصور جیسا تھا بودھستو کی طرح مسیح بھی آخر کار انسانیت اور حقیقت مطلق کے درمیان ایک ثالث بن گئے۔۔۔فرق بس یہ تھا کہ مسیح واحد ثالث تھے اور ان کی لائی اور ہوئی نجات مستقبل کے لیے ایک غیر تکمیل شدہ تمنا نہ تھی پال نے اصرار کیا کہ مسیح کی قربانی بے مثال تھی اگرچہ پا کو یقین تھا کہ اس کی اپنی تکالیف دوسروں کے لئے فائدہ مند تھیں مگر وہ اس بارے میں بالکل واضح تھا مسیح کی تکالیف ایک قطعی مختلف معاہدہ تھا یہاں ایک بہت بڑا خطرہ درپیش تھا لاتعداد بدھوں سا اور اوتاروں نے معتودوں کو یہ یاددہانی کروائی کہ حقیقت مطلق کو کسی بھی انداز میں درست طور پر بیان نہیں کیا جاسکتا خدا کی الاانتہا حقیقت ایک ہی انسان میں جلوہ گر ہونے کا عیسائی عقیدہ بت پرستی کی نہایت غیر پختہ صورت کی جانب لیجا سکتا تھا۔

مسیح نے زور دیا کہ تھا کہ خدا کی قوتیں صرف انھی کے لئے نہیں تھیں پال نے یہ دلیل دے کر یہ بصیرت حاصل کی مسیح انسانیت کی ایک کئی نئی قسم کی پہلی مثال تھی وہ نہ صرف وہ تمام کام کرنے میں کامیاب ہوگئے جس میں پرانا اسرائیل ناکام رہا بلکہ وہ نئے آدم بن گئے۔۔۔نئی انسانیت جس میں تمام انسانوں کو کسی نہ کسی طرح شریک ہونا تھا یہ چیز بھی اس بطودھی عقیدے سے مختلف نہیں چونکہ بدھ حقیقت مطلق میں سما گیا تھا انسانی آئیڈیل بدھ میں شرکت اختیار کرنا تھا۔

فلپی کے مقام پر کیپا کے نام اپنے کط میں پال نے وہ بات کہی جسے ایک نہایت ابتدائی عیسائی حمد سمجھا جاتا ہے یہ اقتباس کچھ اہم سوالات اٹھاتا ہے وہ نومبایعین کو بتاتا ہے کہ انھیں بھی بالکل عیسی جیسا ایثار ذات اختیار کرنا ہوگا۔

اگرچہ کہ وہ خدا کی صورت پر تھا

مگر اس نے خدا کے برابر ہونے کو اپنے قبضہ قدرت میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا

بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی اور انسانوں کو مشابہ ہو گیا

اور انسانی صورت میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمابردار رہا کہ

موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی

اسی واسطے خدا نے بھی اسے بہت سربلند کیا

اور اسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلی ہے

خواہ آسمانایوں کا ہو خواہ زمینوں کا

خواہ ان کا جو زمین کے نیچے ہیں۔

اور خدا باپ کے جلال کے لئے ہر ایک زبان اقرار کرے کہ

یہ اقتباس ابتدائی عیسائیوں میں اس عقیدے کا غماز لگتا ہے کہ عیسی نے ایک بودھستو کی طرح فنانی الذات ہونے سے پہلے خدا کے ساتھ ایک قسم کی سابقہ ہستی کا تجربہ کیا پال اس قدر یہودی تھا کہ مسیح کہ یہواہ کے ساتھ ازل ہونے کے تصورت کو قبول نہ کر سکا اوپر دیئے گئے اقتباس سے ظاہر ہے کہ مسیح کے یہواہ اپنی رفعت کے بعد بھی خدا سے الگ اور کمتر ہے جس نے اسے اٹھایا اور اسے خداوند کا خطاب دیا وہ خطاب خود تو اختیار نہ کر سکا بلکہ یہ خباب خدا باپ کے جلال کے لئے دیا گیا۔

تقریبا ۴۰ برس یوحنا کی انجیل سن تحریر انداز ۱۰۰ عیسوی کے مصنف نے بھی اسی قسم کی بات کہی ابتدائیہ میں اس نے لوگوس یعنی کہ لفظ کی تفسیر کی جو ازل سے ہی خدا کے ساتھ ہم وجود تھے سب چیزیں پیدا نہیں ہوئی اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے ایک چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی یوحنا مصنف یونانی لفظ لوگوس کو فیلو وا؛ لے معنی میں ہی استعمال نہیں کر رہا تھا وہ ہیلینیائی یہودیت کی بجائے فلسطینی یہودیت کے ساتھ ساتھ زیادہ ہم آہنگ معلوم ہوتا ہے اس دور میں مرتب کیے جا رہے عبرانی صحائف کے آرامی تراجم میں اصطلاح ممراہ یعنی لفظ کا ستعمال دنیا میں خدا کی فعالیت کو بیان کرنے کے لئے ہوا ہے یہ بھی دیگر اصطلاحات مثلا جلال روح مقدس وغیرہ جیسا کام کرتی ہیں جو دنیا میں خدا کی موجودگی اور خود کو خدا کی نا قابل ادراک حقیقت کے مابین فرق پر زور دیتی ہیں الوہی دانش کی طرح لفظ بھی تخلیق کے لیے خدا کے اصل منصوبے کی علامت ہے جب پال اور یوحنا عیسی کی ایک سابق ہستی کے بارے میں بات کرتے تو انھیں بعد کے تثلیثی مفہوم میں دوسرا الوہی شخص نہیں کہہ رہے ہوئے وہ یہ نشاندہی کر رہے تھے کہ عیسی نے وجود کی جسمانی اور انفرادی حالت سے ماورائیت حاصل کر لی تھی چونکہ کسی نہ کسی انداز میں عیسی کی ظاہر کردہ قوت اور دانش خدا سے ماخوذ سرگرمیاں تھیں اس لئے انھوں نے ایک ایسی چیز کا مظاہرہ کیا جو ازل سے ہی موجود تھی۔

یہ خیالات ایک کٹڑ یہودی مفہوم میں قابل فہم تھے البتہ بعد کے عیسائیوں نے ایک یونانی بیک گراؤنڈ کے ساتھ ان کی تعبیر مختلف طور پر کی بنیوں کے اعمال سن تحریر انداز ۱۰۰ عیسوی میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اولین عیسائی ابھی تک خدا کے بارے میں ایک مکمل یہودی تصور رکھتے تھے

پینٹ کوسٹ کی ضیافت مین جب تمام علاقوں کے سینکڑوں یہودی کوہ سینا توریت کے تحفے کی یاد منانے کے لیے یروشلم میں جمع ہوئے تو روح مقدس مسیح ساتھیوں پر نازل ہوئی تھی شاگرد فورا باہر کو دوڑے اور میسو پوٹیمیا یہوادہ کیپاڈوشیا پونٹس اور ایشیاء فریجیا اور پامضیلیا مصر اور رسائی رینے کے اردگرد لیبیا کے علاقوں سے آئے ہوئے یہودیوں اور خدا خوفوں کے مجمعے کو تبلیغ کرنے لگے یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ایک نے شاگردوں کو اپنی ہی زبان میں تبلیغ کرتے ہوئے سنا جب پطرس لوگوں سے خطاب کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو اس مظہر کو یہودیت کی اوج ثریا کے طور پر پیش کیا پیغمبروں نے ایسے دن کی پیش گوئی کر دی تھی جب خدا اپنی روح کو اس طرح انسانوں پر انڈھیلے گا وہ عورتیں بچے اور غلام بھی اہلام اور خواب دیکھیں گے یہ دن مسیحائی بادشاہت کا روز آغاز ہو گا جب خدا لوگوں کے ساتھ زمین پہ آ کر رہنے لگے گا پطرس نے یہ دعوی نی کہ ا مسیح ناصری خدا تھے وہ خدا کی جانب سے تمہاری طرف بھیجا گیا ایک انسان تھا ان کی بے رحم موت کے بعد خدا نے انھیں زندہ اٹھایا اور اپنے دائیں طرف ایک خصوصی مقام تک رفعت دی تھی پیغمبروں اور اہل زبور نے ان واقعات کی پیش گوئی پہلے ہی کر دی تھئے چنانچہ اسرائیل کا سارا گھرانہ عیسی کے مسیح ہونے کا یقین کر سکتا تھا جس کا بہت عرصے سے انتظار کیا جا رہا تھا یہ تقریر ابتدائی ترین عیسائیوں کا پیغام معلوم ہوتی ہے۔

چوتھی صدی عیسوی کے اختتام پر عیسائیت اوپر بیان کردہ تمام مقامات پر مستحکم ہو گئی تھی پال کی اصطلاح شدہ یہودیت ان کے بہت سے مسائل اور الجھنوں کا جواب دیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے وہ بہت سی زبانیں بھی بولتے تھے اور ان میں ایک متحدہ اور ہم آہنگ حالت کا فقدان تھا باہر کے علاقوں کے بہت سے یہودی یروشلم میں معبد کی پاجا کرنے آئے تھے جو جانوروں کے خون مین لتھڑا ہوا ایک قدیم اور وحشیانہ ادارہ تھا رسولوں کے اعمال مین سٹیفن کی کہانی مین یہ نکتہ محفوظ ہو گیا ہے ستفنس سٹیفن ایک ہیلینائی یہودی تھا جس نے مسیح کا عقیدہ اختیار کیا اور یہودیوں کی مجلس عاملہ نے اسے توہین مذہب کے الزام مین سنگسار کروا دیا سٹیفن نے آخری جذابت سے لبریز تقریر مین کہا کہ معبد خدا کی فطرت کی توہین تھا وہ اعلی ترین انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے گھر مین نہیں رہتا یروشلم سے باہر کے کچھ یہودیوں نے معبد کی تباہی کے بعد ربیوں کی بنائی ہوئی تالمودی یہودیت کو اپنا لیا تھا کچھ دیگر نے جانا کہ عیسائیت توریت کی حیثیت اور یہودیت کی ہمہ گیریت کے بارے میں ان کے کچھ سوالات کے جواب دیتی ہے یہ بلاشبہ سب سے زیادہ خدا خوفوں کے لئے باعث کشش تھی جو تمام ۶۱۳ متزوا کے بغیر نئے اسرائیل کے رکن بن سکتے ء تھے۔

پہلی صدی عیسوی کے دوران عیسائی یہودیوں کی طرح ہی خدا کے بارے میں سوچتے اور اس کی عبادت کرتے رہے انھوں نے ربیوں کی طرح دلیل بازی بازی کی اور ان کی عنبادت خانے کنشت جیسے ہی تھے ۸۰ء کے عشرے م، یں اس وقت یہودیوں کے ساتھ ان کے جھگڑے ہوئے جب عیسائیوں کو باقاعدہ طور پر کنشوں سے نکال دیا گیا کیونکہ وہ توریت کی پیروی کرنے سے انکار کرتے تھے ہم نے دیکھا کہ پہلی صدی کے ابتدائی عشروں میں یہودیوں نے بہت سے نو مذہبوں کو اپنی جانب مائل کر لیا تھا لیکم ۷۰ کے بعد جب یہودی لوگ سلطنت روما کے ہاتھوں مشکل میں پھنسے تو ام کی حیثیت کمتر ہو گئی پہلے دور میں یہودیت کی جانب رجحان رکھنے والے پاگان اب عیسائیت کی جانب متوجہ ہو گئے لیکن وہ غلام اور پست طبقات کے افراد ہی تھے کہیں دوسری صدی عیسوی میں آ کر اعلی تعلیم یافتہ پاگان عیسائی ہوئے

اور وہ نئے مذہب کو متشکک پاگان دنیا پر واضح کرنے کے قابل تھے۔سلطنت روما میں عیسائیت کو پہلے یہودیت کی ایک شاخ کے طور پر کیا گیا لیکن جب عیسائیوں نے یہ بات واضح کردی کہ اب وہ کنشت کے رکن نہیں رہے تو انھیں حقارت کے ساتھ ایک ایسا فرقہ سمجھا جانے لگا جنھوں نے پدری عقیدے سے تعلق توڑ کر سنگین گناہ کنارہ کیا تھا رومن مزاج نہایت کٹڑ ااور بنیاد پرست تھا اس نے پدری نظام اور اجداری رسم کی حاکمیت کی قدر افزائی کی عہدزریں کی جانب مراجعت کو آگے جانا خیال کیا گیا ماضی کے ساتھ ایک سوچیہ سمجھی غیر وابستگی کو اس طرح تخلیقی نہ سمجھا جاتا تھا جیسا کہ آج ہمارے معاشرے میں سمجھا جاتا ہے اجتہاد کو خطرناک اور غلط قرار دیا گیا اہل روم ایسی عوامی تحریکوں کے بارے میں نہایت متشکک تھے جو روایت کی پابندیاں توڑ ڈالتی تھیں اور وہ اپنے شہریوں کو مذہبی جعلسازی سے بچانے کی فکر میں رہتے تھے تاہم سلطنت میں بے چینی اور پریشانی کا ایک تاثر موجود تھا ایک بہت بڑی سلطنت مین زندگی گذارنے کے تجربے نے پرانے دیوتاؤں کو حقیر اور نا کافی بنا دیا لوگ اجنبی پریشان کن تہذیبوں سے متعارف ہوئے وہ نئے روحانی حلوں کے متلاشی تھے یورپ میں مشرقی عقائد کو درآمد کیا گیا روم کے روایتی دیوتاؤں اور ریاست کے محافظوں کے ساتھ ساتھ آئسس اور سیمیلی جیسی دیویوں کو بھی پوجا جانے لگا پہلی صدی عیسوی کے دوران نئے باطنی مذاہب نے اپنے مبتدیوں کو نجات کی پیشکش کی اور اگلی دنیا کے نظارے دکھائے لیکن کسی بھی بئے مذہبی والے نے پرانے نظام کے لئے خطرہ پیش کردیا مشرقی ویدتا بنیادی سطح پر تبدیلی مذہب اور ملتے جلتے رسم ورواج کی تردید کا تقاضا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ایک تازہ نقطہ نظر اور ایک وسیع تر دنیا کا مفہوم عطا کرنے والے نئے اولیا تھےکوئی جتنے باطنی مسالک چاہتا اختیار کرسکتا تھا بشرطیکہ وہ پرانے دیوتاؤں کے ساتھ الجھیں اور نیچے دبے رہیں کوئی بھی یہ توقع نہیں کرتا تھا کہ مذہب ایک چیلنج بنے گا یا زندگی کے مفہوم کا جواب دے گا اس قسم کی وضاحتوں کے لیے لوگ فلسفہ کی جانب متوجہ ہوئے موخر دورک سلطنت روما میں لوگ کسی بحرانی صورتحال میں دیوتاؤں سے مدد مانگتے تھے تاکہ ریاست کے لئے الوہی رحمت مانگیں اور ماضی کے ساتھ تسلسل کی ایک شفاء بخش قوت کا تجربہ کریں مذہب خیالات کی بجائے مسلک اور رسوم کا معاملہ تھا اس کی بنیاد جذبات پر تھی نہ کہ نظریات اور اختیار کردہ تھیوری پر آج یہ طرز عمل انوکھا ہمارے معاشروں میں مذہبی عبادتوں میں شریک ہونے والے بہت سے؛ لوگ الہیات میں دلچسپی نہیں رکھتے کچھ بہت زیادہ پیچیدگی نہیں چاہتے کے خیال کو ناپسند کرتے ہیں انھیں پتہ چلتا ہے کہ جاری اور طے شدہ رسوم ورواج انھیں روایت سے جوڑتے اور ایک قسم کا احساس تحفظ دیتے ہیں وہ خطبے میں شاندار اور فکرانگیز خیالات کی توقع نہیں رکھتے اور کلیسائی عبادت میں کسی بھی تبدیلی سے پریشان ہوتے ہیں کافی حد تک اسی انداز میں موخر قدیم عہد کے بہر پاگان اپنے اجداری دیوتاؤں کی عبادت کرنا پسند کرتے تھے جیسا کہ نسل در نسل ہوتی آرہی تھی پرانی رسومات نے انھیں ایک قسم احساس شناخت دیا مقامی روایات کو مشہور کیا اور اس بات کی یقین دہانی کروائی کہ چیزیں اپنی موجودہ حالت میں ہی قائم ودائم رہیں گی اگر کوئی نیا عقیدہ ان کے پدری دیوتاؤں کو نظرانداز کرنے کی کوشش کرتا تو وہ بہت خطرہ محسوس کرتے چنانچہ عیسائیت دونوں میں بدترین سلوک کا شکار تھی اس میں یہودیت والی قابل احترام قدیمیت کا فقدان تھا اور پاگان ازم والی پرکشش رسوم بھی نہ تھیں جنھیں ہر کوئی دیکھتا اور سراہتا ای ایک زبودست خطرہ بھی تھا کیونکہ عیسائیوں نے اصرار کیا کہ ان کا خدا واحد اور یہ کہ تمام دیگر دیوتا محض سراب اور فریب نظر ہیں رومن سوانح نگار gaius suetonius کی نظر میں عیسائیت غیر منطقی اور عام روش سے منحرف تحریک تھی جسے صرف نیا

ہونے کی وجہ سے برا بھلا کہا گیا۔

پڑھے لکھے پاگان بصیرت کے لئے مذہب کی بجائے فلسفے کیجانب دیکھتے تھے ان کے اولیاء اور اہل بصیرت افلاطون فیثا غورث اور جیسے قدیم فلسفی تھے حتی کہ انھوں نے ان فلسفیوں کو خدا کے بیٹوں کے طور پر دیکھا مثلا افلاطون کو اپالو کا بیتا قرار دیا گیا تھا فلسفیوں نے مذہب کے لئے احترام کا جذبہ دکھایا لیکن اسے اپنی تمام کارگزاریوں سے مختلف خیال کیا وہ ہاتھی دانت کے میناروں میں بیٹھے ہوئے خشک دانشور نہیں تھے کہ اپنے معاصرین کی روحوں کو بچانے کے لئے معتقدوں کو اپنے مکتبہ فکر کی جانب راغب کرتے افلاطون اور ارسطو دونوں ہی اپنے اپنے فلسفہ کے حوالے سے مذہبی رہے تھے اور انھوں نے یہ محسوس کیا کہ ان کی سائنسی اور مابعدالطبیعاتی تحقیقات نے انھیں کائنات کی شان وشوکت کی بصیرت عطا کی تھی چنانچہ پہلی صدی کے عیسوی تک آتے آتے ذہن اور صاحب فکر لوگ زندگی کے مفہوم کی وضاحت ایک فیض رساں آئیڈیالوجی اور اخلاقی تحریک کے لئے ان ک جانب پلٹے عیسائیت ایک بربری عقیدہ لگتی تھی عیسائی خدا غضبناک قدیم دیوتا معلوم ہوتا تھا جو انسانی معالموت کے غیر منطقی پن میں مداخلت کرتا رہا وہ ارسطو جیسے فلسفیوں کے ماضی قدیم کے تبدیلی سے عاری خدا کے ساتھ کوئی قدر مشترک نہیں رکھتے تھے افلاطون یا سکندر یا اعظم کے رتبے کے افراد کو خدا کے بیٹے قرار دینے کی ایک بنیاد دیۂ بی تھی لیکن رو،من سلطنت کے کسی دوردراز علاقے میں ذلت کی موت مرنے والا یہودی ایک بالکل الگ معاملہ تھا۔

افلاطونیت موخر قدیم دور میں مقبول ترین فلسفیوں میں سایک تھی پہلی اور دوسری صدی عیسوی کے نوفلاطونی اخلاقی اور سیاسی مفکر افلاطون کے لیے نہیں بلکہ صوفی افلاطون کی جانب کشش محسوس کرتے تھے اس کی تعلیمات نے فلسفیوں کو تشخیص ذات میں مدد دیں لہذا انھوں نے افلاطون کی روح کو مقید جسم سے آزاد کیا اور الوہی دنیا میں جانے جانے کے قابل بنایا یہ ایک اعلی نظام تھا جس نے یکونیات کو تسلسل اور ہم آہنگی کے ایک استعارہ کے طور پر پیش کیا واڈھ مراقبہ ذات میں مزات زمان ومکاں سے پرے موجود تھا تمام عالم ہست واحد لے لازمی نتیجے کے طور پر صادر ہوا ازلی صورتیں واحد میں سے نکلیں اور پھر انھوں نے سورج چاند اور ساتروں کو ان کے مخصوص مداروں میں بنایا آخر مین دیوتاوؤں نے جنھیں اب واحد کے وزیر سمجھا جاتا تھا انسانوں ک یدنیا میں الوہی اثر وسوخ پہنچایا افلاطونیوں کو کسی ایسے دیوتا کے بربری اقتدار کی کوئی ضرورت نہ تھی جس نے اچانک دنیا کو تخلیق کرنے کا فیصلہ کیا اور انسانوں ک ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ براہ راست طور پر پیغام رسانی کے لئے قائم شدہ سلسہ مراتب کو نظر انداز کردیا اسے مصلوب مسیح کے ذریعے نجات کی کوئی ضروت نہ تھی چونکہ تمام چیزوں کو حیات دینے والے خدا سے ملتا جلتا تھا اس لیے ایک فلسفی بھی منطقی انداز میں کوشش کرکے الوہی دنیا تک رفعت حاصل کرسکتا تھا۔

عیسائی اپنے عقیدے کو پاگان دنیا پر کیسے واضح کرسکتے تھے ایک طر ح یہ رومن مفہوم میں مذہب نہیں لگتا تھا اور دوسری طرف یہ ایک فلسفہ بھی نہیں تھا مزید برآں عیسائیوں نے اپنے عقائد کی گہرست پیش کرنا مشکل پایا اور شاید ایک امتیازی نظام بنانے کا شعور نہیں رکھتے تھے اس حوالے سے وہ اپنے پاگان پڑوسیوں جیسے تھے ان کا مذہب کوئی ہم آہنگ دینیات نہیں رکھتا تھا لیکن اسے زیادہ درست طور پر عزم قرار دیا جا سکتا تھا جب وہ اپنے عقائد کریڈز کی تلاوت کرتے تو بنیادی جکلیات جس کا مطلب اپنا دل دینا تھا جب کریڈو یا یونا یکھتے تو اس سے عقلی کی بجائے جذابتی حالت مراد ہوتی چنانچہ ۳۹۲ سے ۴۲۸ھ تکسلیشا میں کے بشپ تھیوڈور نے اپنے معتقدوں کو وضاحت کی۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

www.pdfbooksfree.blogspot.com

جب تم کہتے ہو کہ میں نے خود کو منہمک کر لیا ہے تو مظاہرہ کرو کہ تم ثابت قدمی سے اس کے ساتھ رہے گے کہ تم کبھی بھی اس سے الگ نہ ہو گے اس کے ساتھ زندگی گذارنے کو کسی بھی چیز پر ترجیح دو گے اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی گذار دو گے۔

بعد میں عیسائیوں کو اپنے عقیدے کا ایک زیادہ تھیوریٹیکل بیان دینے کی ضرورت پڑی اور انھوں نے اپنے اندر دینیاتی بحث کا شوق پیدا کیا جو مذہب کی ساری تاریخ میں بے مثال ہے مثلاً ہم نے دیکھا کہ یہودیت میں کوئی سرکاری یا باقاعدہ راسخ العقیدگی موجود نہ تھی لیکن خدا کے بارے میں خیالات لازمی طور پر ایک نجی معاملہ تھے ابتدائی عیسائیوں نے بھی یہی رویہ اختیار کیا ۔

تاہم دوسری صدی عیسوی کے دوران عیسائیت قبول کرنے والے کچھ پاگان افراد نے اپنے مذہب کو روایت سے کٹا نہ ہوا ثابت کرنے کی غرض سے اپنے دین لادین پڑوسیوں کے پاس جانے کی کوشش کی ان اولین مبلغین میں سے ایک سیرازیا کا جسٹن ۱۶۵۔۱۰۰ تھا جو عقیدے کی خاطر شہید ہوا معنی کے لئے اس کی بے چین جستجو میں ہم عہد کی روحانی پریشانی کو محسوس کر سکتے ہیں جسٹن ایک عمیق النظر اور نہ ہی اعلیٰ مفکر تھا عیسائیت قبول کرنے کرنے سے پہلے وہ ایک روایتی فیثا غورث کے معتقد فلسفی کے قدموں میں بیٹھا لیکن ان کے فکری نظاموں کے بارے میں جاننے کیں ناکام رہا اس میں فلسفے کے لئے ضروری تحمل اور ذہانت کا فقدان تھا لیکن محض ایک مسلک کی پرستش سے کچھ زیادہ کا متلاشی نظر آتا تھا اسے اپنے مسائل کا حلک عیسائیت میں ملا اپنی دو تحریروں میں اس نے دلیل پیش کی کہ عیسائی محض افلاطون کی پیروی کر رہے تھے جس نے یہ بھی کہا تھا کہ خدا صرف ایک ہے یونانی فلسفی اور یہودی پیغمبر دونوں ہی نے مسیح کی آمد کی پیش گوئی کر دی تھے یہ ایک ایسی دلیل تھی جو اس کے دور کے پاگان افراد کے لئے متاثر کن رہی کیونکہ بشارتوں کے لئے ایک نیا ولولہ پایا جاتا تھا اس نے یہ بھی کہا کہ مسیح لوگوس یا الوہی منطق کی تجسیم تھے جسے رواقیوں نے کائنات کے نظم وضبط میں دیکھا تھا لوگوس ساری کی ساری تاریخ میں مستعد رہے تھے اور انھوں ن نے عبرانیوں اور یونانیوں کو ایک ہی طرح سے فیض پہنچایا تھا تاہم اس نے اپنے اس کچھ حد تک تخیلاتی دعوے کی کوئی دلیل نہ پیش کی ایک انسان لوگوس کی تجسیم کیسے ہو سکتا تھا لیا لوگوں کا مفہوم بھی وہی تھا جو بائبلی تصور لفظ دانش کا اس کا خدائے واحد کے ساتھ کیا تعلق تھا۔

دیگر عیسائی کہیں زیادہ زنقلابی خیالات کو ترقی دے رہے تھے بالخصوص غناسطی یعنہ کہ اہل علم فلسفے کی جانب پلٹے اور الوہی دنیا سے علیحدگی کی شدید تفہیم کی وضاحت کی اساطیر نے خدا کے الوہی کے متعلق ان کی لاعلمی کا مقابلہ کیا جسپر وہ بہت نادم اور رکھ زدہ ہوئے ۱۳۰ اور ۱۶۰ء کے درمیان سکندریہ میں تعلیم دینے والے باسیلیدیں اور اس کے ہمعصر ایلینٹینس جو روم میں پڑھانے کی خاطر مصر کو شھوٹ آیا تھا دونوں کے بہت سے شاگرد بن گئے اور انھوں نے دکھایا کہ عیسائیت قبول کرنے والے بہت سے لوگ بے سہارا پریشان اور کھوئے ہوئے تھے۔

تمام غناسطیوں نے ایک ناقابل ادراک حقیقت سے آغاز کیا جسے گوڈ ہیڈ تھے کیونکہ یہ اس کی کمتر ہستی کا ماخذ تھا جسے ہم خدا کہتے ہیں ہم اس کے بارے میں کچھ بھی کہنے سے قاصر تھے کیونکہ یہ ہمارے محدود ذہنوں سے بالکل ماورا تھا انسان ہمیشہ ہی اس مطلق کے بارے میں قیاس آرائیاں کی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی خیلا کافی ثابت نہ ہوا گاڑ ہیڈ کو بیان کرنا قطعی ناممکن تھا جو نہ شر ہے حتی کہ اسے موجود بھی نہیں کہا جا سکتا باسیلیسیس کسی بھی انداز میں موجود نہیں تھا ۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

لیکن اس لاشے نے خود جاننے کی خواہش کی اور گہرائی اور وہ خاموشی میں تنہائی رہنے پر قانع نہیں تھا اس کی اتھارہ گہری ہستی کے اندر ایک انقلاب تھا جس کے نتیجے میں مکاشفات کا ایک سلسلہ جاری ہوا جو بالکل قدیم پاگان اساطیر میں بیان کردہ تجلیوں جیسا تھا ان میں سے اولین تجلی خدا تھا جسے ہم جانتے اور پوجتے ہیں حتہ کہ خدا بھی ہمارے لیے نا قابل رسائی تھا اور مزید مکاشفات کا متقاضی تھا نتیجتا خدا میں سے پئے ظہور جوڑوں کی صورت میں ہوئے جن میں سے ہر ایک نے ایک کسی ایک مخصوص خوبی کو ظاہر کیا خدا جنس سے ماورا تھا جیسا کہ اینو ایلش میں لیکن ہر جوڑا ایک نر اور ایک مادہ پر مشتمل ہوتا تھا۔۔اس منصوبے کا بے مقصد زیادہ روایتی وحدانیت کے مردانہ رنگ کو ہلکا کرنا تھا ظہور میں آنے والا ہر جوڑا آہستہ آہستہ کمزور ہوتا گیا حتی کہ وہ اپنا الوہی ماخذ کھو بیٹھے انجام کار اس قسم کے تین ظہور یا ادوار کے بعد یہ سلسلہ رک گیا اور الوہی دنیا کی تکمیل ہو گئی۔

غناسطیوں نے ایک ابتدائی تباہی کو کئی طریقوں سے بیان کیا کہ کچھ نے کہا کہ آخری ظہور سوفیا دانش نے نا قابل رسائی گائیڈ کے ممنوعہ علم کی تمنا کر کے اپنا رتبہ کھو یا وہ خدفا کی نظروں میں گر گئی اور اس کے دکھ اور پریشانی نے دنیا کا مادہ تخلیق کیا جلا وطن اور بے سروسامان دانش کائنات میں بھٹکی اور اپنے الوہی ماخذ میں واپسی کی تمنا کرتی رہی مشرقی اور پاگان تصورات کے اس ملغوبے نے غناسطیوں کی یہ عمیق سوچ ظاہر کی ہماری دنیا ایک اعتبار سے افلا کی دنیا کی بگڑی ہوئی صورت تھی جس نے لاعلمی اور گمراہی سے جنم لیا دیگر غناطسیوں نے تعلیم دی کہ مادی دنیا کو خدا نے بنایا تھا ای ایک جگ کی پیداوار تھی جسے خالق کہتے ہیں اس نے خدا کے حسد میں آ کر پیلرو ما کا مرکز بننے کی خواہش کی نتیجتا اس کا رتبہ گرا اور نا قاما دنیا تخلیق کر دی انجام کار اس قسم کی ویسا ئیتب کو دبا دیا گیا ہم دیکھیں گے کہ صدیوں بعد یہودی عیسائی اور مسلمان دوبارہ اس کی جانب آئے اور اسے اپنا تجربہ خدا بیان کرنے کے لئے اسے راسخ العقیدہ دینیہات کی نسبت زیادہ موزوں پایا ۔

ان کہانیوں کا مقصد تخلیق اور نجات کے ادبی بیانات جیسا ہر گز نہیں تھا وہ ایک داخلی سچائی کے علامتی اظہار تھیں خدا اور خدا کی بیرونی حقیقتیں نہین تھیں بلکہ عین اندر پائی جاتی تھیں پیلرو ماروح کے ایک نقشے کی نمائندگی کرتا تھا اس تاریک دنیا میں بھی الوہی بصیرت حاصل کی جا سکتی تھی بشرطیکہ یہ معلوم ہوتا کہ دیکھنا کہاں ہے ابتدائے آفرینش میں دانش یا حاسد دیوتا کی تنزلی کے وقت کچھ الوہی شعلے بھی حقیقت میں سے گرے اور مادے میں سما گئے تھے غناسطی ایک الوہی شعلے کو اپنی روح کئے کے اندر ڈھونڈ کر خود میں موجود الوہی عنصر سے آگاہ ہو سکتے تھے جو انھیں منزل پر پہنچے میں مدد دیتا۔

غناسطیوں نے دکھایا کہ عیسائیت قبول کرنے والے بہت سے نئے لوگ یہودیت سے ملنے والے روایتی تصور خدا سے مطمئن نہ تھے انھوں نے دنیا کا تجربہ بطور خیر نہ کیا اسہ قسم کی ایک ثنویت کا مظاہرہ مارسیون ۱۵۶۔۱۰۰ء کے مسلک نے کیا جس نے روم میں اپنے مخالفانہ کی بنیا د رکھی اور بہت سے معتقد حاصل کر لیے مسیح نے کہا تھا کہ ایک مضبوط درخت اچھا پھل دیتا ہے تو ایک اچھے خدا کی بنائی ہوئی دنیا شر اور دکھ سے بھر پور کیوں تھی مارسیون نے فیصلہ کیا کہ اصل اور خدا موجود تھا جس کا ذکر یہودی صحائف میں کبھی نہیں آیا یہ ثانی خدا نرم خیر اندیش اور پرام،ن تھا وہ دنیا کے خالق سے بالکل مختلف تھا چنانچہ ہمیں دنیا سے منہ موڑ لینا چاہیے جو کریم دیوتا سے کوئی تعلق نہیں عرکھتی اور اس کے علاوہ عہد نامہ عتیق کو بھی مسترد کر کے صرف عہد نامہ جدید کو اپنی توجہ کا مرکز بنانا چاہیے جو مسیح کی روح کا امین تھا مارسیونی تعلیمات کی

مقبولیت دکھاتی ہے کہ اس نے عام لوگوں کے مسائل پیش کیے تھے ایک موقع پر تو ایسا لگنے لگا کہ وہ ایک کیلسیا قائم کر رہا ہے اس نے عیسائیہ وقیدے میں ایک اہم چیز کی نشاندہی کی تھی عیایئوں کی کئی پشتوں نے مادی دنیا کے ساتھ تعلق کے مثبت پن کو بیان کرنے میں مشکلات کا سامنا کیا تھا اور بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جنھیں سمجھ نہ آتی تھی کہ عبرانی خدا کا کیا کریں ،

تاہم شمالی افریقہ کے ماہر دینیات ترتولیان نے نشاندہی کہ مارسیون کا خدائے کے بجائے یونانی فلسفہ خدا کے ساتھ زیادہ کچھ مشترک رکھتا تھا اس ناقص دنیا سے قطعی بے پرواہ یہ متعین معبود عیسی مسیح کے یہودی خدا کی نسبت ارسطو کے غیر متحرک محرک سے کہیں زیادہ قریب تھا در حقیقت رومی یونانی دنیا میں بہت سے لوگوں نے بائبلی خدا کو ایک غضبناک دیوتا پایا جو عبادت کے لائق نہ تھا تقریبا ۱۷۸ء میں پاگان فلسفی سیلس نے ویسائیوں کو خدا کا ایک تنگ نظر رویہ اپنانے کا الزام دیا خدا تمام انسانوں کو دستیاب تھا لیکن ایک چھوٹے سے گروہ کی صورت میں پھرنے والے عیسائی دعوی کرتے تھے خدا نے ساری دنیا کو آسمانوں کی حرکت کو چھوڑ دیا ہے اور صرف ایک ہمیں پر توجہ مرکوز کرنے کے لئے وسیع وعریض دنیا سے لاتعلقی اختیار کر لی ہے جب رومن حکام نے عیسائیوں کو ایذا ارسانی شروع کی تو انھیں الحاد الزام ٹھرایا کیونکہ ان کے تصوت خدا نے رومن اخلاقیات کو بری طرح پامال کیا تھا لوگوں کو خوف تھا کہ روایتی دیوتاوؤں کو ان کا حق نہ دے کر عیسائی ریاست کو خطرے سے دوچار کر رہے ہیں انھیں عیسائیت ایک بعربری مسلک لگتا تھا جس نے تہذیب کی حاصلات کو نظر انداز کر دیا تھا۔

تاہم دوسری صر عیسوی کے اختتام تک کچھ راسخ العقیدہ پاگان بھی عیسائیت قبول کرنے لگے اور ہو بائبل کے سامی خدا کو یونانی رومی تصور کے مطابق ڈھالنے کے قابل تھے ان میں سے پہلا سکندریہ کا کلیمنٹ ۲۱۵ـ۱۵۰ تھا جس نی عیسائیت قبول کرنے سے پہلے غالبا ایتھرز میں فلسفہ کا مطالعہ کیا کلیمنٹ کو اس بارے میں کوئی شک نہ تھا کہ یہواہ اور یونانی کی خصوصیت رکھتا تھا وہ ہر قسم کے تغیر وتبدیل سے ماورا تھا عیسائی لوگ خدا کی مطلق سکون کی حیرت انگیز حد تک ربیوں کے بنائے ہوئے اصولوں جیسا تھا بس ایک فرق یہ تھا کہ روایتی تصور کے ساتھ زیادہ مشترک رکھتا تھا ایک عیسائی کو اپنی زندگی کی ہر تفصیل میں خدا کی اطعت کرنی چاہیے اسے ٹھیک طریقے سے بیٹھنا آرام سے بولنا تشدد سے باز رہنا اور حتی کہ ڈکار بھی دھیمی آواز میں لینا چاہیے زندگی کے ہر شعبے میں یہ نرم روی عیسائیوں کو اپنے اندر موجود سکون سے کوئی خلیج حائل نہ رہی تھی ایک مرتبہ عیسائیوں نے خود کو الوہی تصور سے ہم آہنگ کر لیا تو انھیں معلوم ہو گیا کہ الوہی ساتھی ان کے ساتھ گھر مین رہتا میز پر بیٹھا اور ہماری زندگی کی تمام اخلاقی جدوجہد میں حصہ لیتا ہے ۔

البتہ کلیمنٹ کو مسیح کے خدا ہونے پر یقین تھا کہ ایک زندہ خدا جس نے دکھ جھیلا اور معبود ٹھرا اگر عیسائی لوگ مسیح کی پیروی کرتے تو وہ خود بھی معبود بن جاتے مغرب میں لائنز کے بشپ ۲۰۰،۱۳۰ ئے بھی اسی قسم کی تعلیم دی تھی مسیح الوہی شخص ہوا کرتا تھا انسان بننے پر اس نے انسانی ترقی کے ہر مرحلے کو مقدس بنا دیا اور عیسائیوں کے لئے ایک مثالی نمونہ بن گیا کلیمنٹ اور irenaeus ہی یہودی خدا کو ان نظریات کی مطابقت میں لانے کی کوشش کر رہے تھے جو ان کے اپنے دور میں ثقافت کی خوبیاں تھے کلیمنٹ کا مسلک پیغمبروں کے خدا سے کوئی قدر مشترک نہ رکھنے کے باوجود عیسائی نظریہ خدا کی بنیاد بن گیا یونانی دنیا میں لوگوں نے جذبات سے بالاتر ہو کر ایک ماورائے انسان طمانیت پانے کی کوشش کی یہ تصور اپنے خلقی پیراڈاکس کس کے باوجود حاوی رہا۔

کلیمنٹ کی دینیات نے کچھ اہم سوالات کوحل طلب ہی چھوڑ دیا محض ایک انسان الوہی علت کیسے ہوسکتا تھا یہ کہنے کا اسخدا کی مسیح کی شکل میں دکھ کیسے بھگت سکتا تھا عیسائیوں نے اس الوہی ہونے کا یقین کیسے لکر لیا اس تھ ہی ساتھ یہ بھی اصرار کیا کہ خدا صرف ایک ہے تیسری صدی کے دوران عیسائی لوگ ان کے مسائل سے پوری طرح آشنا ہوتے جارہے تھے صدی کے ابتدائی برسوں کے دوران روم میں یاک sabelius نامی شخڈ نے کہا کہ بائبلی اصطلاحات باپ،، بیٹا اور روح کا موازنہ ڈرامے کے دوران اداکاروں کے پہنے ہوئے ماسکس کے ساتھ کیا جاسکتا تھا اس طریقہ سے خدائے واحد دنیا کے ساتھ تر عیسائی اس کی اس تھیوری سے پریشان ہوئے اس میں کہا گیا تھا کہد کھ درد سے ماورا خدا نے بیٹے کا کردار ادا کرتے ہوءے تکلیف سہی تھی یہ تصور انھیں قطعی نا قابل قبول ہوگا تاہم جب انوٹچ کے بشپ ساموساتا کے پال ۲۶۰ تا ۲۷۲ء نے یہ رائے دی تھیی کہ عیسیٰ محض ایک انسا تھے جن میں خدا کا قول دانش رہتی تھی تو اسیبھی اتنا ہی غیر عقائدانہ خیال کیا گیا پالل کی الہیات کو ۲۶۴ء میں کفر قرار دیا گیا تاہم وہ پلمائرا ا کی ملکہ نوبیا کی حمایت کے ساتھ اپنے عہدے کو قائم رکھنے میں کامیاب ہوگیا اس عیسائی عقیدے سے سمجھوتا کرنا بہت مشکل ہوتا جارہا تھا کہ عیسیٰ الوہی تھے اور ساتھ ہی سا رتھ خدا ایک تھا ۔

۲۰۲ء میں جب کلیمنٹ نے یروشلم کے بشپ کی خدمت میں پادری بننے کے لئے سکندریہ کو خیر باد کہا تو مدرسے میں اس کا عہد اس کے ایک ذہین شاگرد نے سنبھالا جو اس وقت بیس برس کا تھا نوجوان اوررِیگن اس بات کا قائل تھا کہ شہادت بہشت پانے کی راہ ہے اس کا باپ لیونیدیس چار سال قبل مقابلے کے دوران مارا گیا تھا اور ریگن بھی اس کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کی تھی تاہم ماں نے اسے کپڑوں میں چھپا کر بچالیا تھا اور ریگن نے اس عقیدے کے ساتھ آغاز کیا تھا کہ عیسائی زندگی کا مطلب دنیا سے منہ موڑ لینا تھا لیکن بعد میں اس نے یہ نکتہ نظر مسترد کیا کہ عیسائی فلاطونیت کو ترقی دی اوریگن نے خدا اور دنیا مابین ایک نا قابل گذر خلیج دیکھنے کی بجائے ایک علم دین بنایا جس نے دنیا میں خدا کے جاری ساری ہونے پر زور دیا اس کا دین روشنی امید اور مسرت کی رتوحانیت تھا کوئی عیسائی مرحلہ بہ مرحلہ وجود کی کڑیاں تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھ سکتا تھا اور یوں اس کے لئے اپنی آخری منزل یعنی خدا کو پانا ممکن تھا ۔

ایک افلاطونی ہونے کے ناطے اورگن خدا اور روح کے درمیان تعلق کی موجودگی کا قائل تھا خدا کا علم انسانیت کے لئے ضروری تھا خصوصی قواعد وضوابط کے ذریعہ اس علم کو متحرک کیا جاسکتا ہے اوریگن نے اپنے افلاطونی فلسفہ کو سامی صحائف کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لئے بائبل پڑھنے کا یاک علامتی طریقہ بنایا لہذا مسیح کی ایک کنواری ماں کے بطن سے پیدائش کو ابتدا میں لغوی معنوں میں نہیں لیا جاتا تھا یہ محض روح میں الوہی دانش کے جنم کی علامت تھا اس نے غناسطیوں کے کچھ خیلات بھی اپنا لیئے روح ایک طویل مستقل سفر طے کرکے جوموت کے بعد بھی جاری رہتا خدا رفعت ھا صل کرسکتی تھی یہ درجہ بدرجہ جسم کے بندھن توڑ کر اور جنس سے ماورا ہوکر پاک روح بن سکتی تھی مراقبہ کے توسطسے روح خدا کے علم میں آگے بڑھتی تھی اور خدا اسے الوہی بنا سکتا تھا خدا بہت پر اسرار تھا اور ہمارے کوئی بھی الفاظ یا تصورات اسے بیان کرنے میں ناکافی تھے لیکن روح میں خدا کو جاننے کی صلاحیت تھی کیونکہ الوہی فطرت میں شریک تھی عیسیٰ نامی انسان کی الوہیت پر یقین محض ایک مرحلہ تھا یہ ہمیں اپنی راہ پر پروانہ ہونے میں مدد دے سکتا تھا ۔

نویں صدی عیسویں میں کیلسیا نے اوریگن کے کچھ خیلات کو کافرانہ قرار دیا اور یگن اور نہ ہی کلیمنٹ کو یقین تھا کہ خدا نے دنیا کو لاشے سے

تخلیق کیا جو بعدازاں بنیادی عیائی طعقیدہ بن گیا مسیح الوہیت اور انسان کی نجات کے بارے مین اوریگن کا نکتہ نظر یقیناً موخر سرکاری عیسائی تعیمات کے ساتھ نیل نی کھاتا تھا اسے یہ یقین تھا کہ عیسی کی موت نے انسانیت کو نجات دلا دی تھی بلکہ اس کا خیال تھا کہ ہم اپنے بل بوتے پر ہی خدا تک رفعت حاصل کرتے ہیں نکتہ یہ ہے کہ جب اوریگن اور کلیمنٹ اپنی افلاطونی عیسائیت کا پرکا پرچار کررہے تھے تو کوئی سرکاری مسلک موجود نہ تھا کوئی بھی یقینی طور پر نہیں جانتا تھا کہ کیا دنیا خدا نے تخلیق کی تھی یا کیا انسان الوہی تھے چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی کے شورش انگیزای کتر بانگیز جدوجہد کے بعد ہی راسخ عقیدے کی ایک تعریف پر منتج ہوئے۔

غلابا اوریگن اپنے آپ خصوصی کرنے والے سے سب سے زیادہ جانا جاتا ہے اناجیل میں عیسی نے کہا تھا کہ وہ کچھ لوگوں نے کدا کی بادشاہت کی خاطر خود کو خصی بنالیا تھا اوریگن نے اس بات پر عمل کردکھایا کہ قدیم میں آختہ کاری یا خصی کرنے کا عمل ایک عام آپریشن تھا اور یگن نے ایک دم چاقو نہیں اٹھالیا اور نہ ہی اس کا یہ فیصلہ جنسیت سے نفرت کی وجہ سے تھا جیسا کہ سینٹ جروم ۳۴۲ تا ۴۲۰ جیسے ماہرین الہیات کے معاملے میں تھا۔

پلوٹینس (۲۰۵ تا ۲۷۰ء) نے سکندریہ اور اوریگن کے بوڑھے استاد آمونیئس ساکس سے تعلیم پائی اور بعدازاں انڈیا جانے کی امید لے کر رومن فوج میں بھرتی ہوا وہ ہمدوستان جا کر پڑھنے کا مشتاق تھا بدقسمتی سے مہم کا ناکام رہی اور پلوٹینس بھاگ کر Antioch چلا گیا بعد میں اس نے روم میں فلسفہ کا ایک شاندار مکتبہ بنایا ہم اس کے بارے مین اور کچھ کم ہی جانتے ہیں کیونکہ وہ ایک نہایت کم گو آدمی تھا جس نے کبھی اپنے بارے میں اور کچھ کم بات کی حتی کہ اپنی سالگرہ بھی نہ مناتا تھا سیلس کی طرح پلوٹینس نے بھی عیسائیت کو ایک نہایت قابل اعتراض مسلک پایا اس نے تینوں خدائی مذاہب میں وحدانیت پرستوں کی آئندہ نسلوں کو متاثر کیا چنانچہ اس کے تصور پر کچھ تفصیلی روشنی ڈالنا ضروری ہے پلوٹینس کو ایک برساتی قرار دیا جاتا ہے اس نے تقریبا ۸۰۰ برس کے یونانی غوروفکر کے مرکزی دھاروں کو لیا اور انھیں ایک ایسی صورت دی جو ہماری تاریخ میں ٹی ایلس ایلیٹ اور ہنری برگساں جیسی اہم شخصیات پر اثر دکھائی دی پلوٹینس نے افلاطونی تصورات کی بنیاد پر نفس کی بصیرت حاصل کرنے کے لئے ایک نظام وضع کیا وہ بھی کائنات کی ایک سائنسی توضیع لرنے یا حیات کے طبع ماخذ کی وضاحت کرنے کی کوشش کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا اس کی بجائے پلوٹینس نے ایک معروضی توضیع کے لئے دنیا سے باہر دیکھتے ہوئے اپنے شاگردوں پر زور دیا کہ اپنی ذات کو مرکز بنائیں اور سائیکی کی گہرائیوں کا کھوج لگانا شروع کریں۔

بنی نوع انسان اپنمی حالت میں کوئی حالت میں کوئی خرابی موجود ہونے کے امر سے آگاہ ہیں وہ خو کو راہ گم کردہ محسوس کرتے ہیں تضاد اور سادہ پن کا فقدان ہماری ہستی کی خصوصیت لگتا ہے تاہم ہم بے پناہ مظاہر کو متحد کرنے اور انھیں ایک منظّم کل کی شکل دینے کے خواہشمند ہیں کسی شخص پہ نگاہ پڑنے پر ہم ایک بازٹانگ اور ایک سر نہیں دیکھتے بلکہ خودبخود ان عناصر کو ایک مکمل انسانی صورت میں منظّم کردیتے ہیں پلوٹینس کا یقین تھا کہ یہ اتحاد کی یہ تضحریک ہمارے اذہان کی کوکردگی میں اساسی حیثیت کی حامل ہے اور یہ بحثیت مجموعی چیزوں کے جوہر کی عکاسی بھی کرتی ہے حقیقت کی تہ میں موجود سچائی کو پانے کے لئے روح کا اپنا انداز نئے سرے سے بنانا چاہیے تعطہر کے ایک ایسے میں گذرتا اور مراقبہ میں غرق ہونا چاہیے جیسا کہ افلاطون نے مشورہ دہیا تھا اس کا مطلب ہماری ذات سے باہر موجود کسی حقیقت کی جانب

رفعت نہیں بلکہ ذہین کے عمیق ترین حصوں میں اترنا ہے ۔

حقیقت مطلق ایک ازلی اتحاد تھا جسے پلوٹینس نے واحد کہا تمام چیزوں کا منبع ای قوت بخش حقیقت تھا چونکہ واحد بذات خود سادگی ہے اس لئے اس کے بارے میں کہنیکو کچھ نہیں بس تھا اس میں اپنے جو ہر ممتاز کوئی خاصیتین نہیں تھی کہ عام انداز میں اسے بیان کرنا ممکن ہوتا یہ تو بس تھی کہ نتیجتا واحد بے نام ہے پلوٹینس نے وضاحت کی کہ اگر ہم واحد بارے میں مثبت طور پر سوچیں تو خاموشی میں زیادہ سچائی ہوگی ہم ی نہیں کہہ سکتے کہ یہ موجود ہے کیونکہ وجود بالا ذات حیثیتمیں ایک چیز نہیں بلکہ تمام چیزوں سے ممتاز ہے اس نے مزید وضاحت کی کہ ہر شے لاشے ہے ہم دیکھین گے ک یہ تفہیم خدا کی تاریخ میں مستقل موجود رہے گی لیکن یہ خاموشی کامل سچائی نہیں ہوسکتی تھی پلوٹینس نے کہا کہ ہم الوہی ہستی کا کچھ علم حاصل کربے کے قابل ہیں اگر واحد اپنے نا قابل نفوذ ابہام میں ہی ملفوف رہتا تو ایسا ممکن نہ ہو پا تا واحد کو آپ غیر کامل ہستیوں کے لیے قابل فہم بنانے کی خاطر اپنے آپ سے ماوداہونا پڑا ہوگا اس ماورائیت کو وجدان کہا جاسکتا ہے یہ اپنی ذات باہر نکلنے کا عمل ہے پلوٹینس نے واحد کو تمام انسانی زمروں categories) بشمول شخصیت سے مادا سمجھا اس نے تمام موجودات کی وضاحت کرنے کے لیے صدود emanation کی قدیم داستان سے رجوع کیا اور اس عمل کو متعدد تمثیلات کے ذریعہ بیان کیا یہ سورج سے آنے والی روشنی یا آگ سے خارج ہونے وایل حرارت جیسا تھا پلوٹینس کی پسندیدہ ترین تشبہات میں سے ایک یہ تھی کہ واحد ایک دائرے کے وسط جیسا ہے میں مستقبل کے تمام ممکنہ دائرشامل ہوتے یہ تلالات کے پانی میں پتھر مارنے سے پیدا ہونے والی لہروں جیسا ہے اس کے قریب تر ہونے پر حرارت بڑھتی جاتی تھی غناسطی داستان کی طرح یہاں بھی کوئی واحد میں اپنے ماخذ سے قریب ہوتے جانے کے ساتھ سا تھ کمزوری پڑتا جاتا پلوٹینس نے نے پہلے دو مکاشفات کو الوہی خیال کیا کیونکہ وہ ہمیں خدا کی حیات میں شریک ہونے کے قابل بناتے ہیں واحد کے ساکل کرانھوں نے الوہیت کی ایک مثلث بنائی جو کچھ اعتیار سے عیسائیت کے حتمی تثلیث سے کافی قریب تھی پہلا مکاشفہ ذہن پلوٹینس کی سکیم میں افلاطون کی اقلیم تصورات سے مطابقت رکھتا تھا اس نے واحد کی سادگی کو قابل ادراک بنادیا لیکن علم یہاں وجدانی اور براہ راست تھا یہ محنت و مشقت اور تحقیق و تدلال کا نتیجہ نہیں بلکہ اسی طرح ہمارے اندر جذب تھا جیسے ہماری حسیات اپنے ادراک میں آنے والی چیز میں کچھ پیتی ہے روح جس کا صدر ذہن میں سے ہوا نسبتا کچھ زیادہ غیر کامل ہے اور اس اقلیم میں علم محض عقلی طور پر حاصل ہوسکتا ہے لہذا اس میں مطلق سادگی اور ہم آہنگی کا فقدان ہوتا ہے روح کے متعلق ہم جانتے ہیں اس لئے یہ حقیقت سے تعلق رکھتی ہے باقی تمام طبعی اور روحانی ہستی کا صدر روح میں سے ہوا جو ہماری دنیا کو اتحاد و یگانگت دیتی ہے اس بات پر ایک دفعہ پھر زور دیتے چلیں کہ پلوٹینس نے واحد ف ذہن اور روح کی اس تثلیث کا احاطہ بیرونی خدا کے طور پر نہیں کیا تمام ہستی موجودات کا جز وتھی خدا مختار کل تھی اور کمتر مخلوقات کا دارومدار واحد کی ہستی مطلق میں شرکت پر تھا ۔

اس ژہور کے باہر کی جانب بہاؤ کی راہ میں واحد کی اجانب واپسی کی حرکت حائل تھی جیسا کہ م اپنے ذہنوں ک کارکردگی کی اور تضاد و کثرت سے اپنی بیزاری کے ذریعہ جانتے ہین تمام مخلوق قات اتحاد کی آرزو ،مند ہیں وہ واحد مین سما جانے کی تمنائی ہیں یہ بھی کسی خارجی حقیقت تک رفعت نہیں بلکہ ذہیب کی گہرائیوں میں ایترنے کے مترادف ہے روح کو اپنی فراموش کردہ سادگی کو یاد کرنا اور اپنے حقیقی نفس کی

جانب واپس جانا لازمی ہے چونکہ تمام روحوں میں ایک ہی حقیقت جلوہ نما ہے لہذا انسانیت کا موازنہ ایک منڈ یکٹر کے گرد کھڑی سنگیت منڈلی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے اگر کسی ایک کی بھی توجہ ہوتو سنگیت کی لے جائے گی لیکن اگر سبھی کا رخ کنڈ یکٹر کی جانب رہے تو ساری منڈلی کو فائدہ ہوگا ۔

واحد نہایت واضح طور غیر شخصی ہے اس کی کوئی جنس نہیں اور وہ ہمارے اذہان سے مکمل طور پر باہر ہے اسی طرح ذہن گرامر جکیا عتبار سے مذکر اور روح مونث ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پلوٹنس نے جنسی تر وازن اور ہم آہنگی کا پرانا پاگان تصور کیسے محفوظ رکھا بابلی خدا کے برعکس یہ ہمیں ملنے اور گھر تک پہنچانے نہیں آتا یہ ہمارا متمنی یا ہمیں پیار کرنے والا نہیں اور نہ ہی خود کو منکشف کرتا ہے اسے اپنے سے ماورا کسی چیز کا کوئی علم نہیں بایں ہمہ روح انسان گاہے بگاہے واحد کے وجدانی ادراک کی حالت پہنچی پلوٹینس کا فلسفہ ایک منطقی عمل نہ تھا اس کا معبود کوئی بیگانی ہستی نہیں بلکہ ہماری اپنی ہی ذات تھی ۔عیسائیت ایک ایسی دنیا اپنا روپ اختیار کر رہی تھی جہاں افلاطونی خیالات کا دور دورہ تھا اس کے بعد جب عیسائی مفکرین نے اپنے ذاتی مذہبی تجربہ کی وضاحت کرنے کی کوشش کی تو نظری طور پر پلوٹنس اور اس کے موخر پاگان شاگردوں کے نوفلاتی تصورات سے رجوع کیا انسانی درجات سے ماورا اور انسانیت کے لئے فطری ایک غیر شخصی بصیرت کا نظریہ ہندوستان کے ہندو اور بودھی نکتہ نظر سے قریب تر تھا جہاں جا کر پلوٹینس کو تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا چنانچہ مصنوعی اختلافات کے باوجود وحدانی اور دیگر تصورات حقیقت کے مابین گہری یکسانیت موجود تھی یہ لگتا ہ کہ جب انسانوں نے مطلق ہستی پر غور کیا تو ان کے ذہن میں کافی حد تک ایک جیسے خیالات اور تجربات تھے حقیقت مطلق کے حاضر ہونے کا احساس بصیرت اور خوف ۔۔۔۔انھیں نروان واحد برہمن یا خدا کہہ لیں ۔۔ ایک ایسی ذہنی حالت ایسا ادراک معلوم ہوتا ہے جس کے انسان ہمیشہ متمنی رہتے ہیں ۔

کچھ عیسائی یونانی دنیا کے ساتھ دوستی کرنے کا راسخ عزم لئے ہوئے تھے دیگر کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا ۱۷۰ء کی دہائی میں ایذا رسانی کے دور میں کچھ تعطیل آنے پر ایک نئے مونٹینسا می پیغمبر نے جدید ترکی کے علاقے فریجیا میں سر اٹھایا جو ایک اوتار ہونے کا دعوے دار تھا میں مطلق خدا ہوں جو انسانوں پر نازل ہوا میں باپ ، بیٹا اور پیرا قلیت ہوں اس کے ساتھیوں پریسلا اور میکسی میلا نے بھی اسی قسم کے دوعے کیے مونٹینس کا خدا نہایت خوف ناک تھا نہ صرف اس کے پیروکاروں نے دنیا سے منہ موڑ لیا اور تجربہ کی زندگی گذار دی بلکہ انھیں یہ بھی بتایا گیا شہادت ہی خدا تک پہنچے کا یقینی راستہ ہے عقیدے کی خاطر ان کی کرب ناک موت مسیح کی جلد آمد کا باعث بنتی شہدا شرکی قوتوں کے ساتھ بر سر پیکار خدائی مجائد تھے اس دہشت ناک مسلک نے عیسائی روح میں خوابیدہ ایک انتہا پسندی کو پکارا افریقہ میں مضبوط تھا جہاں کے لوگ انسانی قربانی مانگنے والے دیوتاؤں کے عادی تھے ان کا بعل کا عقیدہ جو پہلے بچے کی قربانی کا تقاضا کرتا تھا شہنشاہ نے دوسری صدی میں ہی ختم کیا تھا کفر نے جلد ہی ترتولیا جیسے شخص کو بھی اپنی جانب کھینچ لیا جو لاطینی کلیاء کا سرکردہ ماہر دینیات تھا مشرق میں کلیمنٹ اور یگن منے خدا کی ایک کرامن اور پر مسرت واپسی کا پرچار کیا لیکن مغربی کلیا میں ایک زیادہ پر ہیبت خدا نے موت کا تقاضا نجات کے ایک وسیلہ کے طور پر کیا اس موقع پر عیسائیت مغربی یورپ شامالی افریقہ میں اس پاؤں رگڑتا ہوا مذہب تھی اور ابتداء ہی سے اس میں انتہا پسندی کٹرپن موجود تھا ۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

تاہم مشرق میں عیسائیت بڑے بڑے قدم اٹھا رہی تھی اور ۲۳۵ء تک یہ سلطنت روما کے اہم ترین مذاہب میں سے ایک بن چکی تھی اب عیسائی انتہا پسندی اور انحراف پسندی سے مبرا عقیدے کی واحد حکمرانی کے ساتھ ایک عظیم کلیسیا کے بارے میں بات کرتے تھے ان راسخ العقیدہ ماہرین دینیات نے عناسطیوں، مارسیون اور مونٹینس کے سیت پسندانہ نظریات کو ترک کر کے درمیانی راہ اپنالی تھی عیسائیت ایک مذہب اور شہرہ مسلک بنتی جارہی تھی اب ایسے اعلیٰ ترین ذہانت کے حامل افراد کو اپیل کرنے کا لگا تھا جو عقیدے کو یونانی رومی دنیا کے لئے قابل فہم خطوط پر ترقی دینے کے اہل تھے نئے مذہب نے عورتوں کو بھی اہمیت دی اس کے صحائف نے تعلیم دی کہ مسیح مرد یا عورت نہیں تھے اور زور دیا کہ مرد اپنی عورتوں کو اسی عزیز رکھیں جیسے مسیح نے کلیسیا کو رکھا عیسائیت کو وہ تمام فوائد حاصل ہو گئے تھے جنھوں نے کبھی یہودیت کو ایک نہایت پرکشش مذہب بنا دیا تھا پاگان لوگ کلیسیا کے قائم کردہ فلاحی نظام اور عیسائیوں کے باہمی مشفقانہ طرز عمل سے خصوصی طور پر متاثر ہوئے کلیسیا نے اپنی طویل جدوجہد کے دوران ایک مستعد تنظیم بھی بنالی تھی جس نے اسے ایک لحاظ سے خود سلطنت کے لئے چھوٹے پیمانے کی مثال بنا دیا کثیر القومی کیتھولک بین الاقوامی ہمہ گیر اور باصلاحیت اشرافیہ کے زیر انتظام تھی ۔

یوں یہ استحکام کی ایک وقت بن گئی تھی اور اس نے شہنشاہ کانسٹنٹائن جو ۳۱۲ء میں ملومان پل کی جنگ کے بعد خود بھی عیسائی ہو گیا کو اپنی جانب متوجہ کیا اور اگلے برس عیسائیت کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی اب عیسائی لوگ جائیداد رکھنے آزادانہ عبادت کرنے اور عوامی زندگی میں نمایاں شراکتیں کرنے کے قابل ہو گئے تھے اگرچہ پاگان ازم مزید دو سو سال تک پھلتا رہا لیکن عیسائیت سلطنت کا سرکاری مذہب بنی اور نئے پیروکار حاصل کرنے لگی جو مادی ترقی کے لئے کلیسیا میں آئے تھے جلد ہی کلیسیا جس نے اپنی زندگی کا آغاز تحمل اور بردباری کے لئے درخواست گذار ایک ایذا سیدہ فرقے کے طور پر کیا تھا نے اپنے اصول وقوانین کی سختی سے پیروکاری کیے جانے کا مطالبہ کیا عیسائیت کی فتح کی وجوہ مبہم ہیں ہقینا اگر سلطنت روما کی مدد حاصل نہ ہوتی تو یہ کامیاب نہ ہو پاتی اولین حل طلب مسائل میں سے ایک خدا کا نظریہ تھا جسے ہی کانسٹنٹائن نے کلیسیا کے ساتھ امن قائم کیا تو اندر سے ایک خطرہ ابھرا جس نے عیسائیوں کو شدید مخالف دھڑوں میں بانٹ دیا۔

تثلیث عیسائی خدا

تقریباً ۳۲۰ عیسوی میں ایک شدید دینیاتی جوش وجذبے نے مصر شام اور ایشیائے کوچک کے کلیساؤں پر غلبہ پا لیا تھا جہاز ران اور مسافر ان مقبول عام گیتوں کے ٹکڑے گا رہے تھے جن میں کہا گیا تھا کہ صرف باپ ہی حقیقی ناقابل رسائی اور بے مثال خدا ہے لیکن بیٹا نہ تو آفرنیش میں اس کا شریک اور نہ ہی غیر مخلوق شدی ہے کیونکہ اس نے باپ سے حیات پائی اور ہست ہوا ہم ایک بینکار کے متعلق سنتے ہیں جس سے شرح تبادلہ پوچھی گئی تو اس نے اپنا جواب دینے سے پہلے ایک تخلیق کیے گئے نظم مخلوق خدا کے بارے میں طویل پوچھی گئی تو اس نے ایک نباتی کے بارے میں بھی جس نے اپنے گاہکوں کو بتایا کہ باپ بیٹے سے عظیم تر تھا لوگ ان دنوں پیچیدہ سوالات اسی طرح بحث کر رہے تھے جیسے آج فٹبال میچ کے بارے میں کرتے ہیں تنازعہ کی آگ سکندریہ کے ایک مسحور کن اور خوبصورت شخصیت کے لاک آسدمی اریئس نے بھڑکائی جس کی آواز نرم اور باثر تھی اس نے ایک چیلنج جاری کیا تھا جسے اس کے بشپ الیگزینڈر نے نظر انداز کرنا مشکل پایا اور مسترد کرنا اور بھی زیادہ مشکل چیلنج یہ تھا کہ عیسیٰ بالکل مسیح باپ خدا کو طاقتور خدا اور مکمل خدا کہا لیکن اس نے دلیل دی کہ مسیح کو فطرتاً الوہی سمجھنا کفر ہے مسیح

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

نے دوٹوک طور پر کہا تھا کہ باپ اس سے عظیم ہے الیگزینڈر زاور اس کے نوجوان ذہین شاگرد اتھا تھانیس نے فوری ایرئیس خدا کی اس کی حیثیت الجھن سے زیادہ نہ تھی ایرئیس خدا کی فطرت کے بارے میں اہم سوالات پوچھ رہا تھا دریں اثناء پراپیگنڈا کے ماہر ایرئیس نے اپنے خیالات کو موسیقی کی جانب لگا لیا تھا اور جلد ہی عوام بھی اپنے بشپس کی طرح اس معاملے پر زور وشور سے بحث کر رہے تھے۔

تنازعہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ شہنشاہ کانسٹائن نے ذاتی مداخلت کی اور، سئلہ حل کرنے کے لئے نکایا جدید ترکی میں اجلاس بلایا آج ایرئیس کا نام کفر کا مترادف ہے لیکن جب تنازعہ کھڑا ہوا تو کوئی سرکاری بنیادی نکتہ نظر موجود نہ تھا اور ایرئیس کے غلط ہونے کا کوئی جواز نہ تھا اس نے کوئی نئی بات نہیں کہی تھی دونوں فریقین کے لئے باعث احترام اورگن نے بھی اسی قسم کے عقیدے کا پرچار کیا تھا تاہم اورگن کے عہد کے بعد سے سکندریہ میں عقلی ماحول تبدیل ہو گیا تھا اور لوگ اب اس بات کے قائل نہ رہے تھے کی افلاطون کے خدا کو بائبل کے خدا کے ساتھ مدغم کیا جا سکتا ہے مثلاً ایرئیس، الیگزینڈر اور اتھانا نیس ایک ایسے عقیدے پر ایمان لے آئے تھے جو افلاطون پسندوں کے لئے بھی باعث حیرت تھا ان کا خیال تھا کہ خدا دنیا کو عدم میں سے تخلیق کیا انھوں نے اپنی دلیل کے لئے صحیفے کو بنیاد بنایا درحقیقت کتاب پیدائش نے یہ دعوی نہیں کیا تھا اس کے مصنف نے اشارہ کیا کہ خدا نے دنیا کو ابتدائی بے ترتیبی میں بنایا اور خدا کا ساری دنیا کو عدم سے جود میں لانے کا خیال بالکل نیا تھا یونانی فلسفہ اس سے آشنا تھا اور افلاطونی نظریہ صدرو پر یقین رکھنے والے کلیمنٹ اور یگن جیسے ماہرین الہیات بھی اس کی تعلیم دی لیکن چوتھی صدی عیسوی میں عیسائی لوگوں نے غناسطیوں کی پیروی منیں دنیا میں دنیا کو خلقی طور پر غیر کامل اور ناپائیدار تلیم کر لیا عدم سے تخلیق کیے جانے کے نئے نظریئے نے کائنات کے اسی تصور پر زور دیا اب خدا اور انسانیت تعلق دار نہ رہے تھے جیسا کہ یونانیوں کا خیال تھا خدا نے ہر ایک ہستی کو ایک تاریک لاشیئیت سے نکالا اور کسی بھی وقت اس پر سے پانا ہاتھ اٹھا سکتا تھا اب ازل سے خدا میں سے جاری شدہ کوئی سلسلہ صدور موجود نہیں تھا مرد اور عورتیں اب اپنی کوشش سے خدا تک رفعت حاصل نہیں کر سکتے خدا نے خدا نے ہی انھیں لاشیئیت میں سے نکالا اور مسلسل قائم رکھا چنانچہ وہی ان کی ابدی نجات کو یقینی بنا سکتا تھا۔

عیسائیوں کو معلوم تھا کہ عیسیٰ مسیح نے انھیں موت اور تجسیم نو سے بچا لیا تھا اب وہ فنا نہیں ہو سکتے تھے اور ایک دن آئے گا جب وہ خدا کی ہستی میں حصہ دار بنیں گے جو بذات خود زندگی اور وجود تھا ایک لحاظ سے مسیح نے انھیں خدا اور انسانیت کے مابین حائل خلیج پار کرنے کے قابل بنا دیا تھا دوال ڈرگ یہ تھا کہ اسے کیسے پار کیا جائے وہ اس وسیع خلیج کی کس جانب تھا اب دانش یعنی کہ مسیح کا تعلق یا تو الوہی اقلیم سے تھا جہاں اب صرف خدا کی حکمرانی تھی یا وہ فانی اور ناپائیدار مخلوق نظم سے تعلق رکھتا تھا ایرئیس اور اتھانا نیس ءنے اسے خلیج کی متضاد اطراف میں رکھا اتھانا ئیس نے الوہی دنیا اور ایرئیس ءنے مخلوق دنیا میں۔

ایرئیس نے لاثانی خدا اور اس کی مخلوقات کے مابین لازمی فرق پر یہ زور دینا چاہا ایرئیس مقدس صحائف کو اچھی طرح جانتا تھا اور اس نے اپنے بندوں کو اس دعوے کی حمایت میں اقتباسات کا انبار لگا دیا کہ مسیح جیسے ایک عام انسان ہو سکتے تھے ابتدائے آفرینش میں دانش خدا کے ہمراہ تھی خدا نے دوسری مخلوقات کو وجود میں لانے کے لئے لوگوس کا استعمال کیا تھا چنانچہ یہ دوسری انسانی مخلوقات سے قطعی طور مختلف اور ممتاز حیثیت کا حامل تھا لیکن یہ یعنی کہ لوگوس خدا کے ہاتھوں تخلیق ہونے کے باعث بنیادی طور پر خدا سے الگ اور مختلف تھا۔

یوحنا واضح کیا کہ یہ یسوع مسیح لوگوس تھے انھوں نے یہ کہا تھا کہ لوگوس خدا تھا تاہم ایرئیس نے اصرار کیا کہ وہ اپنی فطرت میں خدا نہیں تھا بلکہ اسے خدا نے ہی الوہی رتبے تک رفعت دی وہ ہم باقیوں سے مکتلف تھا کیونکہ خدا نے براہ راست خود میں جبکہ باقیوں کو اپنے توسط سے تخلیق کیا تھا خدا نے پیش بنی کر لی تھی کہ جب لوگوس انسان بنے تو اس خدا کی کامل اطاعت کرے اور یوں کہہ لیں کہ اس مسیح کو پیشگی ہی الوہیت عطا کی گئی ہے لیکن مسیح کی الوہیت ان میں فطری تھی یہ محض ایک انعام یا تحفہ تھی ایرئیس نے ایک مرتبہ پھر اپنی بات کی حمایت میں صحائف میں سے بہت سے دلیلیں پیش کر دی مسیض کی جانب سے خدا کو باپ کہہ کر پکارے جانے کی حقیقت ہی امتیاز کی دلیل تھی پدریت اپنے وجود میں ہی سابق جسم اور بیٹے پر مخصوص فوقیت والی نوعیت رکھتی ہے ایرئیس نے بائیبل کے ان اقتباسات پر بھی زور دیا جس میں مسیح کی گھائل پذیری اور منکسر المزاجی کا ذکر کیا گیا ہے ایرئیس کا خدا یونانی فلسفیوں کے خدا سے کافی قریب تھا۔۔۔ بہت دور اور دنیا سے قطعی ماورالھذا اس نے بھگی یونانی نظریہ نجات اپنایا مثلا رواقیوں نے ہمیشہ یہ تعلیم دی تھی کہ ایک نیک انسان الوہی بن سکتا ہے افلاطونی نقطہ نظر میں بھی یہ بات لازمی تھی ایرئیس اس بات پر جوش معتقد تھا کہ عیسائیوں کی نجات اور الوہیئے کا اہتمام کیا گیا تھا اور وہ اور وہ خدا کی طرف میں حصہ دار تھے یہ صرف اس وجہ سے ممکن تھا کہ مسیح کہ ہمارے لیے ایک شمع روشن کی انھوں نے ایک کامل انسانی زندگی گذاری انھوں نے صلیب پر موت آنے خدا کی اطاعت کی جیسا کہ سینٹ پال نے کہا مسیضح کی تا حیات فرمانبداری کی وجہ سے ہی خدا نے انھیں خصوصی امتیازی مقام تک رفعت دی اور انھیں خداوند کا خطاب عطا کیا اگر مسیح ایک انسان نہ ہوتےء ہمارے لئے کوئی موجود نہ ہوتی اگر وہ اپنی فطرت میں خدا ہوتے تو ان کی زندگی میں کوئی کامل فرزادانہ فرمابنرداری کی وجہ سے ہی عیسائی خود بھی الوہی ہو گئے وہ بھی کامل مخلوق یعنی مسیح کی پیروی کر کے خدا نا قابل تغیر اور غیر متغیر مخلوقمیں شامل ہو جائیں گے ۔

لیکن اتھائیس خدا کے لئے انسان کی اہلیت کا ایک نسبتا کم رجائیت پسندانہ نظریہ رکھتا تھا اس نے انسانیت کو خلقی طور پر نا پائیدار خیال کیا ہم عدم سے وجود میں آئے اور گناہ کے مرتکب ہو کر دوبارہ معدومیت کا شکار ہو گئے ۔

لوگوس کے ذریعہ خدا میں شرکت کر کے ہی انسان فنا سے بچ سکتا تھا کیونکہ صرف خدا ہی ایک کامل ہستی تھا اگر لوگوس خود بھی ذو پذیر مخلوق ہوتا تو انسان کو فنا سے بچا سکتا وہ ہمیں خدا کی پائیداری اور لافانیت میں شریک کرنے کی خاطر فنا اور بگاڑ کی اس فانی دنیا میں نازل لیکن اگر لوگوس اس بذاتخود ایک ناپائیداری مخلوق ہوتا تو یہ نجات ناممکن ہوتی اس دنیا کا خالق ہی اسے بچا سکتا تھا اس کا مطلب یہ ہوا کہ گوشت پوست سے بنا لوگوس یعنی مسیح بھی اپنے باپ والی نوعت رکھتا ہوگا ۔

اس مسئلے کا حل نکالنے کے لئے ۲۰ مئی ۳۲۵ ویسوی کو جب پشس ایرئیس نکایا جمع ہوئے تو چند ایک ہی تھا اتھانائیس کے مسیح کے متعلق نظریہ کے حامی تھے زیادہ تر نے ایرئیس اور اتھانائیس کے درمیان کی راہ اپنائی بایں باہمہ اتھانائیس وفود سے اپنی الھیات منوانے کے قابل ہو گیا اور اور شہنشاہ کے زبردست دباؤ کے باوجود ایرئیس اور اس کے دو بہار در ساتھی اس کے عقیدے پر دستخط کے قابل ہو سکے اس کیبعد عدم میں سے تخلیق کا مسلک پہلی مرتبہ سرکاری عیسائی عقیدہ بن گیا جو زور دیتا تھا کہ مسیح محض ایک انسان نہ تھے ۔

اتفاق رائے کے اظہار نے فلسطین constantine کو خوش کر دیا جو دینیاتی معاملات کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں رکھتا تھا لیکن درحقیقت نکایا

میں کوئی اتفاق رائے پیدا نہ ہوا تھا مجلس کے بعد بشپس بدستور اپنے اپنے خیالات کی تبلیغ کرتے رہے اور ایریئس والا جھگڑا ساٹھ برس تک جاری رہا ایریئس اور اس کے ساتھیوں نے دوبارہ لڑائی کی اور شہنشاہ کی حمایتواپس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اتھانائیس کم از کم پانچ مرتبہ جلاوطن ہوا اس کا مسلک بہت سے اہم سوالات اٹھاتا تھا مثلا اس نے کہا کہ مسیح الوہی تھا ۳۳۹ عیسوی میں انکائرا بشپ مارسلیس ۔۔

نے دلیل پیش کی کہ لوگوس کا ایک ابدی ہستی ہونا ممکن نہیں وہ محض خدا کے اندر ایک خلقی جوہر خصوصیات تھا اس نے ایک اصطلاح homoousion کے ذریعہ مصالحت پیدا کرنا چاہی اس بحث کا تھا دینے والی نوعیت کافی مضحکہ خیزی کو تحریک دینے کا باعث بنی بالخصوص گبن نے اس کا مذاق اڑایا جس کے خیال میں یہ سمجھنا فضول تھا کہ عیسائی اتحاد اس ایک فلسفانہ بحث کی وجہ سے خطرے میں تھا لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ عیسائیوں نے کس قدر تفکر کے ساتھ مسیح کی الوہیت پر بحث کی وجہ سے حلانکہ اسے تصوراتی حوالے سے بیان کرنا بہت مشکل تھا مارسلیس کی طرح اور بھی بہت سے عیسائی الوہی اتحاد کو لاحق خطرے کی وجہ سے مشکل میں تھے مارسلیس اس عقیدے کا حامل لگتا ہے کہ لوگوس محض ایک عبودی مرحلہ تھا یہ تخلیق کے وقت خدا میں سے ظاہر ہوا مسیح کی صورت میں تجسیم پائی اور نجات مکمل ہونے پر واپس الوہی فطرت میں چلا گیا چنانچہ خدائے واحد مالک کل ہے۔

انجام کار اتھانائیس مارسیلیس اور اس کے شاگردوں کو قائل کرنے کے قابل ہو گیا کہ انھیں اتحاد کر لینا چاہیے کیونکہ ان میں ایریئس کے پیرو کاروں کی نسبت کچھ مشترک تھا لوگوس کو باپ جیسی ہی فطرت کا حامل بتانے اور یہ عقیدہ رکھنے والے آپس میں بھائی بھائی تھے کہ وہ اپنی فطرت میں بالکلیا جیسا تھا اصل ترجیح ایریئس کی مخالفت کرنا ہونی چاہیے جس نے کہا کہ بیٹا سے قطعی مختلف تھا کسی باہر کے آدمی کی نظر میں دینیاتی سلائل لازما وقت کا ضیاع تھے کوئی بھی شخص کسی بھی چیز کو ممکنہ طور پر ثابت نہیں کر سکتا تھا اور جھگڑا مزید اتفاق کا ہی باعث بنتا تاہم شرکاء کے لئیہ کوئی بیکار بحث نہیں بلکہ عیسایہ تجربے کی نوعیت کے حوالے سے نہایت تشویشناک معاملہ تھا ایریئسا تھانائیس اور مارسیلس سبھی اس بات کے قائل تھے کہ مسیح کے ساتھ دنیا میں کچھ نئی چیز آئی تھی اور وہ اس تجربے کو تصوراتی علامتوں کی صورت دینے کی کوشش کر رہے تھے تا کہ انھیں اپنے دوسروں کے لئے واضح کر سکیں الفاظ محض علامتی دینیکی کوشش کر رہے تھیکیونکہ وہ جس حقیقت کو بیان جکر رہے تھے وہ لامحدود تھی تاہم بدقسمتی سے ایک عقائدانہ عدم تحمل عیسائیت میں در آیا تھا جس نے انجام کار درست یا بنیادی عقیدے کی علامتوں کو اپنانا اہم اور لازمی بنا دیا عیسائیت میں یہ بے مثال خطبڑی آسانی کے ساتھ انسانی علامت اور الوہی حقیقت کے مابین گڑبڑ پر منتج ہو سکتا تھا عیسائیت ہمیشہ سے ایک متناقض عقیدہ رہا تھا ابتدائی عیسائیوں کا زبردست مذہبی تجربہ مصلوب مسیحا کی موت کی رسوائی کے حوالے سے ان کی نظریاتی اعتراضات پر غالب آ گیا تھا اب نکایا میں کلیسیا نے تجسیم کے لئے پیراڈاکس کو منتخب کیا حالانکہ یہ وحدانیت کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتا تھا ،

اتھانائیس نے life of antony مشہور تارک الدنیا راہب میں یہ دکھانے کی کوشش کی کہ اس کے نئے عقیدے نے کس طرح عیسائی کروحانیت کو متاثر کیا راہبانیت کے باپ طور پر جانا جانے والا مرتاض انتونی مصری صحرا میں مکمل زہد و پارسائی کی زندگی گذارتا رہا تا ہم ابتدائی مرتاضوں کے اقوال پر مشتمل ایک نامعلوم مصنف کی لکھی ہوئی کتاب میں وہ ایک انسان اور گھائل پذیر آدمی کے طور پر نظر آتا

ہے جو باریت سے اکتا تا انسانی مسائل پر کرب میں مبتلا ہوتا اور سادہ و دٹوک نصائح کرتا ہے تاہم اتھانائیس اس کی سوانح میں اسے ایک بالکل مختلف انداز میں پیش کرتا ہے مثلاً انتھونی مقبروں مین شیطانوں کے ساتھ لڑائی میں بیس برس گذارنے کے بعد جب باہر نکلا تو اس کے جسم پر بڑھاپے کے کوئی آثار نہ تھے وہ ایک کاملی عیسائی تھا جس کی متانت نے اسے باقی لوگوں سے الگ کردیا اس کی روح پرسکون اور ظاہری حالت مطمئن تھی اتھانائیس نے کہیں بھی مراقبے کا ذکر نہ کیا جو کلیمنٹ جیسے عیسائی افلاطیوں کے مطابق الوہیت اور نجات پانے کا ذریعہ تھا اب محض فانیوں کا اس طریقے سے اپنی فطری قوتوں کے توسط سے خدا تک رفعت پانا ممکن نہ رہا تھا اس کی بجائے عیسائی دانش کی مادی دنیا میں تنزلی کی نقل کرتے تھے۔

لیکن عیسائی ابھی تک کنفیوز تھے اگر صرف ایک خدا موجود تھا تو لوگوس بھی کس طرح الوہی ہوسکتا تھا انجام کار مشرقی ترکی میں کیپاڈوشیا کے تین الٰہیات دانوں نے ایک حل پیش کیا جس نے مشرقی آرتھوڈوکس کلیسیا کو مطمئن کردیا۔۔۔۔کیساریا کا بشپ باسل انداز ۷۹۔۳۲۹ عیسوی اس کا چھوٹا بھائی اور نیسا کا بشپ گریگوری ۹۵۔۳۳۵ عیسوی اور اس کا دوست نار یہانزس کا گریگری ۹۱۔۳۲۹ عیسوی سبھی کیپاڈوشیائی بڑے گہرے روحانی آدمی تھے انھوں نے خیلا آرائی اور فلسفہ سے بہت حظ اٹھایا؛ لیکن اس بات کے قائل تھے کہ صرف مذہبی تجربہ ہی خدا کے مسئلے کی کنجی تھا یونانی فلسفہ تربیت یافتہ ہونے کے باعث وہ سبھی سچائی کے واقعاتی مواد اور اس کے زیادہ سراب انگیز پہلوؤں کے درمیان اہم فرق سے آگاہ تھے ابتدائی یونانی منطق پسندوں نے اس جانب توجہ مبذول کروائی تھی افلاطون نے دلسفے اور ارسطوعات کے توسط سے پہنچنے والی تعلیمات میں فرق کیا جس نے سائنسی اظہار کو فریب دیا ہم نے دیکھا کہ ارسطو نے بھی اسی وقت یہی فرق بیان کیا جب لوگ کچھ سیکھنے کے لئے نہیں بلکہ تجربہ کرنے کی غرض سے باطنی مذاہب کی جانب مائل ہوتے تھے۔

دانشورانہ اور عامیانہ سچائی کے مابین امتیاز خدا کی تاریخ میں نہایت اہمیت کا حامل ہوگا یہ چیز صرف یونانیوں عیہسائیوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ یہودیوں اور مسلمانوں میں بھی دانشورانہ روایت پیدا ہوئی عقیدے کا راز لوگوں کو محبوس کر لینے میں نہیں تھا باسل نے اس امر کی جانب توجہ دلائی کہ سارا مذہبی سچ واضح اور منطقی انداز میں بیان کیے جانے لکے قابل نہیں کچھ مذہبی بصیرتیں داخلی بازگشت رکھتی تھیں جنھیں کوئی فرد اپنے وقت میں ہی سمجھنے کے قابل تھا چونکہ سارے، ذہب کا منشا ایک ہی لازوال اور ماروائے ادراک کی حقیقت تھی اس لئے ہماری زبان محدود اور گڈبڑ کر رکھ دینے والی ہے اگر لوگ اپنی چشم بصیرت سے ان سچائیوں کو نہ دیکھ سکیں تو وہ اپنی ناجربہ کاری کیت باعث قطعی نظریہ اختیار کر سکتے ہیں چنانچہ صحائف اپنے لفظی مفہوم کے علاوہ ایک روحانی اہمیت کے بھی حامل ہیں جسے نیان کرنا ممکن نہیں ہوسکا بدھ میں بھی کہا تھا کچھ سوال غیر مناسب یا غیر موزوں ہیں کیونکہ وہ الفاظ کے بیان سے ماورا ہوتے ہیں آپ صرف مراقبہ کے ذرتائع سے ہی ان کی تفہیم حاصل کر سکتے ہیں ایک لحاظ سے آپ کو انھیں اپنے مطابق دوبارہ تخلیق کرنا پڑتا ہے انھیں الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش لیونارڈو کی مونا لیزا کو بیان کرنے کے مترادف ہی ہوگی۔

مغربی عیسائیت ایک بہت زیادہ بحث مباحثے والا مذہب بن گئی اور اس کا زیادہ زور عوامی تبلیغ پر تھا تاہم یونانی آرتھوڈوکس کس کلیسیا میں تمام اچھی دینیات خاموش ہوگئی جیسا کہ نائسا گریگوری نے کہا تھا کہ خدا کا ہر تصور ایک من گھڑت مورتی ایک جھوٹی شبیہ ہے خدا کی اصلیت

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

کومنکشف کرنے کے قابل نہیں عیسائیوں کوابرہام جیسا ہونا چاہیے جس نے خدا کے متعلق تمام نظریات کو برطرف کر دیا ار ہر تصور میں سے ہر خالص اور پاک چیز اپنالی۔

کیپاڈوشیائی کی بھی روح القدس کے نظریے کوترقی دینے کے لئے بے قرار تھے لوگ روح القدس کے بارے میں گڈبڑاہٹ کا شکار تھے کیا یہ لفظ محض خدا کا ہی معنی تھا اس سے کچھ بڑھ کر گریگوری نے لکھا کچھ لوگ روح القدس کوایک حرکت کچھ مخلوق اور کچھ خدا بھی سمجھتے ہیں اور کچھ تو بالکل ہی اس کی تفہیم نہیں سینٹ پال نے روح القدس کوتجدید تخلیق اور تقدیس کرنے والا بتایا لیکن یہ تمام خوبیاں صرف خدا میں ہی ہوسکتی ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے اندر موجود ہماری نجات کی باعث روح القدس کومخلوق نہیں بلکہ الوہی ہون اچھے کیپاڈوشیاوؤں نے وہی فامولہ استعمال کیا جوا تھانائیس نے مباحثے کے دوران استعمال کیا خدا واحد جوہر اور ہماری قوت ادارک سے ماوراہے۔لیکن اس کے تین مظاہرس کا پتہ دیتے ہیں۔

کیپاڈوشیاؤں نے ناقابل ادارک خدا پر غوروفکر کا آغاز کرنے کی بجائے اس کےءتین مظاہر سے بات شرعوکی جوانسان کے لئے قابل فہم تھے چونکہ خدا جوہر عمیق اس لیے ہم اسے صرف ان مظاہر کے توسط سے ہی سمجھ سکتے ہیں جو ہم باپ بیٹے اور روح کے طور پر منکشف کیے گئے ہیں تاہم کیپاڈوشیائی تینوں الوہی ہستیوں پر یقین رکھتے تھے جیسا کہ کچگ مغربی ماہر دینیات نے خیال کیا یونانی زبان کے ساتھ ناواقف لوگوں کولفظ جوہر نے بہت گمراہ کیا کیونکہ اس کے بہت سے معنی تھے۔

لہذا باپ بیٹے اور روح خدا کے ساتھ شناخت کرنا چاہیے کیونکہ نسا کے گریگوری کے بقول الوہی فطرت کوکوئی نام دینا اس کی وضاحت کرنا ممکن نہیں باپ بیٹا اور روح محض اس کے تین مظاہر ہیں البتہ یہ الفاظ علامتی مفہوم بھی رکھتے ہیں کیونکہ انھوں نے لافانی حقیقت کوایسے مینی پہنائے جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں انسانوں نے خدا کا تجربہ ماورائی ناقابل رسائی نور میں ملدفوف باپ خالق دانش محیط کل روح القدس کے طور پر کیا لیکن یہ تینوں مظاہر الوہی فطرت کی محض ادھوری سی جھلکیاں ہیں جوخود اس قسم کی تمام خیلاآرائیوں سے ماوراہے چنانچہ تثلیث کو لفظی معنی مین نہیں لینا چاہیے ۔

نائسا کے گریگوری نے اپنے ایک خط میں ان تینوں مظاہر کے اپنے عقیدے پر روشنی ڈالی ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ خدا نے خ ودکوتین حصوں میں تقسیم کر لیا یہ تصور گستاخانہ ہوگا جب خدا نے خودکو دنیا پر منکشف کرنا چاہا توان سے ہر ایک مظہر میں خود مکمل اور کلی طور پہ آشکار کیا اس طرح تثلیث خدا نکل کر تخلیق تک جانے والے ہر رستے کا اشارہ دیتی ہے جیسا کہ مقدس صحیفہ باپ میں سے صادر ہوا بیٹے لکےتوسط سے ہم تک آیا اور مخفی روح نے اسے دنیا میں موثر بنایا لیکن اس عمل کے ہر ثانئے میں الوہی فطریت یکساں طور پر موجود رہی ہم اپنے ذاتی تجربے میں ان تینوں مظاہر کا باہم انحصار دیکھتے ہیں اگر بیٹا موجود روح کوشناخت کرنا نا ممکن تھا روح اسی طرح خدا کے قول ک سنگیت کرتی ہے جیسے سانس ہمارے منہ سے نکلنے والے لفظ کے ہمراہ ہوتی ہے یںوں ہستیاں اکوہی دنیا میں پہلو موجود تھیں ہم ان ک اموازنہ کسی انسان کے ذہن میں موجود علم کے مختلف شعبوں کے ساتھ نہیں کر سکتے فلسفہ طب سے مختلف تو ہوسکتا ہے لیکن یہ شعور کے کسی الگ حصے میں نہیں رہتا مختلف علوم ذہن مین ایک دوسرے لکےاوپر چڑھے ہونے کے بووجود جداگامہ حیثیت رکھتے ہیں۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

نتیجتاً تثلیث صرف ایک باطنی روحانی تجربے کی حیثیت میں ہی بامعنی اسے سوچنا نہیں بلکہ اس میں سے گذرنا لازمی ہے کیونکہ خدا انسانی تصورات سے کہیں دور تک رسائی رکھتا ہے یونانی اور روسی آرتھوڈوکس عیسائی بدستور اسی خیال کی جانب مائل رہے کہ تثلیث پر غور وفکر ایک الاہامی مذہبی تجربہ ہے تاہم بہت سے مغربی عیسائیوں کی نظر میں تثلیث محض ایک سر نہاں ہے منطقی اعتبار سے یقیناً یہ بے معنی تھا نازیانزس کے گریگوری نے اپنے ابتدائی خطبات میں وضاحت کی تھی مثلیث کے عقیدے کا نا قابل ادارک ہونا ہی ہمیں خدا کی مطلق باطینت کے مسئلے سے روشناس کراتا ہے یہ ہمیں یاد دہانی کرواتا ہے کہ ہمیں اسے سمجھنے ک ا دنہیں لگانی چاہیے یہ ہمیں خدا کے بارے میں مصنوعی بیانات جاری کرنے سے روکتا ہے خدا صرف منکشف ہونے پر ہی اپنی فطرت کو ظاہر کرتا ہے باسل نے ہمیں اس خیال سیت بھی خبردار کیا کہ تثلیث کے اندازِ عمل کے بارے میں تصور آرائی نہیں کرنی چاہیے یہ چیز غور وفکر سے ماوراء ہے۔

چنانچہ تثلیث کی تفسیر ایک لفظی حوالے سے ہونی چاہیے اٹھارہویں صدری میں عیسائی جب اس راسخ عقیدے کے باعث مشکل مین گفتار ہوئے اور انھوں نے اس مسئلے کا حل کرنا چاہا تو وہ خدا کو منطق کے عہد کے لئے قابل فہم بنانے کی کوشش میں تھے یہ چیز ان عوامل میں سے ایک تھی جو انسویں اور بیسویں صدی میں خدا کی موت منتج ہوئے جیسا کہ ہم آگے چل کر غور وکریں گے کیپاڈوشیوں کا ی مسلک اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ خدا کو منطقی بننے سے روکنا چاہتے تھے جیسا کہ وہ یونانی فلسفہ میں تھا ایک لادین ایرئیس کی الہیات تھوڑی سی زیادہ واضح اور منطقی تھی تثلیث عیسائیوں کو یاد دہانی کراتی تھی کہ جس حقیقت کو ہم خدا گردانتے ہیں جو انسانی عقل کے ذریعہ ادارک میں نہی آسکتی نکایا میں ظاہر کردہ عقیدہ تجسیم اہم تھا لیکن وہ ایک سادہ سی بت پرستی تک لیجا سکتا تھا شاید لوگ خدا کو بھی انسانی حوالے سے سوچنے لگتے حتی کہ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اسے اپنی ہی طرح سوچنا عمل اور منصوبہ بندی کرتا ہوا تصور کرتے اس کے بعد خدا کے بارے میں تمام قسم کی متعصّبانہ آرا دینا اور یوں اسے مطلق بنا دینا زیادہ مشکل نہ رہتا تثلیث اس رجحان کی درستگی کی ایک کوشش تھی اسے خدا کے متعلق حقیقت پر مبنی سٹیمنٹ خیال کرنے کے بجائے شاید ایک ایسی نظم کے طور پر دیکھنا چاہیے جس پر فانی انسان لفظ تھوری کے یونانی اور مغربی استعمال کے درمیان قابل غور ہے مشرقی فلسفہ مین لفظ theoria کا مطلب ہمیشہ مراقبہ ہے مغرب میں تھوری کا مطلب ایک منطقی مفروضہ بن گیا ہے جس کو دلیل سے ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے خدا کے بارے میں ایک تھوری بنا کنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ انسانی نظام فکر میں سما سکتا ہے نکایا میں صرف تین ماہرین دینیات ہوا کرتے تھے زیادہ تر مغربی عیسائی اس سطح پر بحث کرنے کے قابل نہ تھے اور چونکہ انھیں کچھ ایک یونانی اصطلاحات سمجھ میں نہیں آتی تھیں لہذا بہت سوں نے عقیدہ تثلیث سے ناخوشی محسوس کی شاید اس کا درست ترجمہ ممکن نہ تھا ہر تہذیب کو اپنا علیحدہ علیحدہ نظریہ خدا تخلیق کرنا پڑا اگر اہل مغرب نے تثلیثی تعریف کرنے والا لاطینی ماہر دین آگسٹائن تھا وہ بھی ایک پرجوش افلاطون پسند اور پلوٹنس کا معتقد ہونے کے ناطے اپنے کچھ ساتھیوں کی نسبت یونانی مسلک کی جانب زیادہ میلان رکھتا تھا۔

آگسٹائن کو مغربی روح کا بانی کہا جاسکتا ہے مغرب میں سینٹ پال ک ےسوا اور کوئی بھی دینی عالم اس جتنا اثر نہیں رہا ہم موخر کے دور کے کسی بھی عالم کے مقابلے میں اسے زیادہ قریبی طور پر جانتے ہیں اس کی بڑی وجہ اس کی confenssions ہے خدا کی دریافت کے بارے میں بلیغ اور پرشوق بیان آگسٹائن اوائل عمر سے ہی ایک الہیاتی مذہب کا دلدارہ تھا اس نے خدا کو انسانیت کے لئے لازمی سمجھا اس

نے ہمیں اپنے لیے بنایا اور ہمارے دل میں اس میں راحت پانے کے لئے بے ورار ہیں کارتھیج میں علم السان سکھانے کے دوران اس زامانی ازم غناسطیت کی ایک میسوپوٹیمائی صورت اختیار کر لیا جب اس نے کی تکونیات کو غیر تسلی بخش پایا تو اسے چھوڑ دیا تجسیم کا نظریہ اسے گستاخانہ لگا خدا کی بے توقیری لیکن اٹلی میں قیام کے دوران میلان کے بشپ ایمبر وزنے اسے قائل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی کہ عیسائیت افلاطون اور پلوٹینس کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی تھی تاہم آگستان ایک حتمی قدم اٹھانے اور بپتسمہ قبول کر لینے میں متذبذب تھا اس نے محسوس کیا کہ عیسائیت کے ساتھ تجر وابستہ تھا اور یہ قدم اٹھانے میں اسے اعتیر اض تھا وہ دعا کیا کرتا تھا اے خدا مجھے پاکیزگی دے لیکن ابھی نہیں۔

انجام کار اس کی تبدیلی مذہب سابقہ زندگی کی یکسر تردید اور تکلیف دہ پیدائش نو کے ساتھ ہوئی جو مغربی مذہبی تجربے کا خاصہ رہا ہے مغرب میں خدا کا تجربہ اتنا آسان نہیں رہا آگستائن کی تبدیلی مذہب ایک نفسیاتی سکون یابی لگتی ہے جس کے بعد نو مذہب مدہوش ہو کر خدا کی بانہوں میں گر پڑا زمین پر لیٹکر روتے ہوئے آگستائن کو ایک قریبی گھر میں بچے کی آواز سنی جو ایک ہی فقرے کا ورد کر رہا تھا اٹھو اور پڑھو اٹھو اور پڑھو آگستائن اسے ایک شگون خیال کر کے فوراً اٹھا واپس الائپس کے پاس گیا اور اپنا عہد نامہ چھینا اس نے اسے اس جگہ سے کھولا جہاں سینٹ پال رومیوں سے کہہ رہے ہیں شورشیں اور مدہوشی کی محفلیں نہیں شہوانیت اور بدکاریاں نہیں تفریقققق اور جنگجوئی نہیں بلکہ خداوند ویسوع کو مسیح کو اختیار کر و اور نشاط انگیزی اور شہوانیت کو کوئی جگہ دو طویل جدو جہد اختتام پذیر ہوگئی تھے مجھے مزید پڑھنے کی ضرورت اور نہ ہی خواہش ہے۔

تاہم خدا مسرت کا ماخذ بھی ہو سکتا تھا اپنی تبدیلی کے مذہب کے کچھ عرصہ بعد آگستائن نے ایک رات کو اپنی ماں مونیکا کے ساتھ اوسٹیا میں دریائے ٹائبر پر وجدان کا تجربہ کیا ایک افلاطونی کی حیثیت میں آگستائن جانتا تھا کہ خدا ذہن کے اندر ہی ملے گا اور اعترافات کی کتاب ۱۰ میں اس نے حافظے کی صلاحیت پر بنات کی یہ یادگیری کی صلاحیت سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور ماہرین نفسیات کے بقول لاشعور سے زیادہ قریب ہے آگاٹائن کے لئے حافظہ تمام ذہن شعور اور لاشعور کی نمائندگی کرتا تھا اس کی پیچیدگی اور تنوع نے اسے حیرت سے بھر دیا یہ ایک جلال عطا کرنے والی پر اسراریت تصورات کی ایک اتھارہ دنیا ہمارے ماضی اور بے شمار کھوہوں غاروں اور میدانوں کی موجودگی اس لبریز اندرونی دنیا کے ذریعہ ہی آگستائن اپنا خدا تلاش کرنے کی گہرائی میں اترامحض بیرونی دنیا میں ہی خدا کے وجود کا ثبوت تلاش کرتے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اسے صرف ذہن کی حقیقی دنیا میں دریافت کیا جا سکتا تھا چنانچہ خدا ایک معروضی حقیقت نہیں بلکہ ذات کی پر پیچ گہرائیوں میں پاک روحانی ظہور تھا آگستائن اس بصیرت میں نہ صرف افلاطون اور پلوٹینس بلکہ ہندو اور بودھ بھکشوؤں کے ساتھ بھی شراکت رکھتا تھا جو وحدانیت پرست نہ تھے تاہم اس کا معبود غیر شخصی نہیں بنلک یہودی عیسائی روایت کا نہایت شخصی خدا تھا یونانی الہیات دان عموماً اپنا تجربہ دینیاتی تحریروں میں نہ لائے لیکن آگستائن دینیات براہ راست اس کی قطعی ذاتی کہانی سے نکلی۔

آگستائن کی ذہن سے مسحوریت نے اسے اپنے مقالے de trinitate میں نفسیاتی تثلیث پسندی بنانے پر مائل کیا یہ مقالہ اس نے پانچویں صدی کے ابتدائی برسوں میں لکھا تھا چونکہ خدا نے ہمیں اپنی شبیہ پر بنایا اس لیے ہمیں اپنے ذہنوں کی گہرائیوں میں پاک تثلیث کا

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

ادارک کرنے کے قابل ہونا چاہیے آگسٹائن نے یونانیوں والی مابعدالطبیعاتی تجریدوں اور لفظی امتیارات کے ساتھ آغاز کرنے کے بجائے یہ کھوج صداقت کے ایک لمحے کے ساتھ شروع کی جسے ہم نے بہت سوں نے تجربہ کیا ہوگا خدا نور ہے خدا صداقت ہے جیسے جملے سننے پر ہم جبلتی طور پر روحانی دلچسپی میں ایک دم تحریک اور ساتھ ہی یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ خدا ہماری زندگیوں کو اہمیت اور معنی دے سکتا ہے لیکن اس لمحاتی بصیرت کے بعد ہم دوبارہ اپنی عمومی ذہنی حالت میں واپس چلے جاتے ہیں کوشش کرنے پر بھی اس ناقابل بیان کی تمنا کو دوبارہ حاصل نہیں کر پاتے سوچنے کے عام طریقے ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے اس کے بجائے وہ صداقت جیسے جملوں کے ذریعہ دل کی آواز سننا پڑتی ہے لیکن کیا کسی ایسی حقیقت سے محبت کرنا ممکن ہے جیسے ہم جانتے ہی نہیں آگسٹائن دکھاتا ہے کہ ہمارے ذہنوں میں خدا کی آئینہ نمائی کرنے والی تثلیث موجود نہ ہونے کے باعث ہم اپنے نقش اول کی جانب جانے کی تمنائی ہیں ۔۔۔۔۔۔۔وہ اصل نقش کی جس کی بنیاد پر ہماری صورت گری ہوئی۔

تاہم ہمارے ذہن کی کاردگی کی یہ تفہیم محض پہلا قدم ہے ہمیں اپنے اندر ملنے والی تثلیث بذات خوانہیں نہیں ہے کہ بلکہ ہمارے خالق خدا کا ایک نقش ہی ہے اتھانائیس اور نائسا کے گریگوری دونوں نے ہی انسانی روح میں خدا کی انتقال پذیر حاضری کی تشبیہ آئینے کے برعکس دی اور اسے درست انداز میں سمجھنے کے لئے ہمیں خود کو یاد دلانا ہوگا کہ یونانیوں کو آئینے والی شبیہ سچی ہونے کا یقین تھا ان کے خیلا میں یہ شبیہ اس وقت بنی جب دیکھنے والے کی آنکھ سے نکلنے والی روشنی معروض سے پھوٹتی ہوئی روشنی کے ساتھ ملی اور اس شیشے کی سطح پر منعکس ہوئی آگسٹائن یقین تھا کہ ذہن اندر موجود تثلیث بھی اس کا ہی ایک عک تھی جس میں خدا موجود تھا اور اس کا رخ اسی جانب تھا لیکن ہم آئینےمیں منعکس ہونے والی دھندلی شبیہ سے آگے خدا تک کیسے جائیں خدا اور انسان کے درمیان حائل وسیع فاصلوں کو پاٹنا صرف انسانی کوششوں کے ذریعہ ممکن نہیں چونکہ خدا اس مجسم کردہ دانش کی ذات میں ہم سے ملنے آیا اسی لیے ہم اپنے اندر خالی خدا کی شبیہ کو بحال کر سکتے ہیں جو گناہ کے باعث بدرئیت اور خراب ہوگئی ہے ہم خود کو الوہی گرمی کے سامنے کھولیں تو وہ ایک تہرے ضابطے کے تحت ہماری قلب ماہیئت کر دے گا آگاٹئن اس تہرے ضابطے کو عیقیدے کی تثلیث کہتا ہے تجسیم کی سچائیوں کو اپنے ذہنوں کے اندر خدا کی کو برقرار رکھنا ان پر غور وفکر کرنا اور انھیں اجرگر کرنا اس طریقہ سے اپنے ذہنوں کے اندر خدا کی موجودگی کے مسلسل احساس کے ساتھ تثلیث درجہ بدرجہ ہم پر آشکار ہوگی یہ علم محض معلومات کو اپنے ذہن میں جمع کر لینا ہی نہیں بلکہ ایک تخلیقی ضابطہ بھی تھا جو ہماری ذات کی گہرائیوں میں الوہی جہت منکشف کرنے کے ذریعے اندر سے ہمارے قلب مائیت کرتا ہے۔

یہ مغربی دنیا میں تاریک اور دردناک ادوار تھے بربری قبائل یورپ میں اُمڈے رہے تھے اور اپنے ساتھ سلطنت روما کا زوال لا رہے تھے مغرب میں تہذیب کہ النہدام نے ناگریز یزطور پر وہاں عیسائی روحانیت پر اثر ڈالا آگاٹائن کے عظیم گروایمبر نے ایک ایسے عقیدے کا پرچار کیا جو بنیادی طور پر دفاعی تھا ثابت قدمی اس کی تعلیمات کی اہم ترین نیکی تھی کلیسیا اور اپنے عقائد کو قائم رکھنا پڑا اور کنواری مرین کے پاک جسم کی طرح اسے بربریوں کے جھوٹے عقائد کے اثر سے محفوظ رکھنا پڑا آگسٹائن کی بعد کی تصانیف سے ایک گہرے دکھ کا بھی پتہ ملتا ہے روم کے زوال نے اس عقیدہ خلقی گناہ کو متاثر کیا جو مغربی لوگوں کے نظریہ دنیا میں مرکزی حیثیت اختیار کر گیا آگسٹائن کو یقین تھا کہ خدا

نے محض گناہ آدم آدم کے نتیجے میں انسانیت پر ابدی لعنت نازل ہوئی تھی یہ گناہ جنسی عمل کے ذریعہ آدم کی ساری کو ودشہ میں ملتا رہا چنانچہ جب مخلوق بس مدتی اور ہوس رانی میں مشغول ہوتو اس کی وجہ کو خدا کو بھول جانا ہوتی ہے اس دوران ہماری قوت استدلال بالکل زائل ہو جاتی ہے شہوت کے ہاتھوں عقل کی تذلیل کی یہ تصویر پریشان کن طور پر عقلیت کے ماخذ روم اور مغرب میں امن وامان کی صورتحال کی عکاس تھی جسے بربریوں نے اس حال کو پہنچایا ۔

عیسائی اور نہ ہی یونانی بنیاد پرست آدم کی تنزلی کو استباہ کن سمجھتے تھے بعدازاں مسلمانوں نے بھی خلقی گناہ کے اس تاریک مسلک کو اختیار کیا مگرب کا یہ بے مثال عقیدہ خدا کی ایک سخت گیر تصویر پیش کرتا ہے جو ترتولیان نے بتائی تھی ۔

آگسٹائن ہمارے لیے ایک مشکل ورثہ چھوڑ گیا ایک ایسا مذہب جو مردوں اور عورتوں کو اپنی انسانیت کو نہایت ناقص سمجھنے کی تعلیم دیتا ہے جو انھیں اپنے آپ سے بیگانہ کر سکتی ہے یہ بیگانگی کہیں بھی اتنی واضح نہیں جتنی کہ بالعصوم جنسیت اور بالخصوص عورت کی تذلیل میں نظر آتی ہے اگرچہ عیسائیت عورتوں کے حوالے سے قطعی مثبت رہی مگر آگسٹائن کے دور تک آتے آتے مغرب میں زن بیزاری کا رجحان فروغ پا چکا تھا جروم کے خطوط عورت کے خلاف جذبات سے لبریز ہیں ترتولیان نے عورتوں کو برائی کی جانب تحریص دلانے والی اور انسانیت کے لئے ایک ابدی خطرہ قرار دیا آگسٹائن نے بھی ترتولیان سے اتفاق کرتے ہوئے کہا خواہ وہ بیوی کی صورت میں ہو یا ماں کے روپ میں اس سے کیا فرق پڑتا ہے اس کے بوجود برائی کی جانب تحریص دلانے والی ہے جس سے ہمیں خبر دار رہنا چاہیے درحقیقت آگسٹائن اس بارے میں شکوک کا شکار کہ خدا نے مصنف نازک کو تخلیق کیا اگر آدم کو اچھے ساتھی اور بات چیت کرنے کے لئے کسی کی ضرورت ہی تھی تو ایک مرد اور ایک عورت کی بجائے فدو مردوں کو ہی دوست بنانا کہیں زیادہ بہتر رہتا عورت کا واحد وظیفہ بچے جننا تھا جس نے ازلی گناہ کو کسی چھوت کی بیماری کی طرح نسل درنسل آگے منتقل کیا صرف آدھی انسانی نسل کی نجات کے متمنی اور ذہن دل اور جسم کی ہر غیر ارادی حرکت کو ایک مہلک تنزلی کی نشانی سمجھنے والا ایک مذہب مردوں اور عورتوں کو محض ان کے حالات سے بیگانہ ہی کر سکتا تھا مغربی عیسائیت اس زن بیزاری سے کبھی بھی پوری طرح باہر نہیں آسکی جسے اب بھی عورتوں کو پادری بنانے کے نظریہ کے خلاف غیر متوازن ردعمل میں دیکھا جا سکتا ہے مشرق عورتیں تمام عورتوں کی مشترکہ پستی میں شریک تھی جبکہ عرب میں ان کی بہنیں ایک قابل نفرت اور گناہگار جنسیت کا اضافی دکھ بھی جھیل رہی تھیں جس نے انھیں خوف اور نفرت کے ساتھ سماج باہر کر دیا،

یہ دوگنا مضحکہ خیز ہے کیونکہ خدا کے جسم بننے اور ہماری انسانیت میں شریک ہونے کے خیال نے عیسائیوں کو اہمیت دینے پر مائل کیا ہوگا اس مشکل عقیدے کے بارے میں مزید بحثیں بھی ہوئیں چوتھی اور پانچویں صدیوں کے دوران اپالونیرئیس ،نیسطوریئس اور یوتیشیز جیسے لادینوں نے بہت مشکل سوالات کیے مسیح کی الوہیت اس کی انسانیت کے ساتھ کیسے مطابقت رکھ سکتی ہے یقیناً مریم خدا کے بجائے انسان عیسیٰ کی ماں نے تھی خدا ایک لاچار اور بے بس بچے کے روپ میں کیسے ہوسکتا تھا کیا یہ کہنا زیادہ درست نہ ہوگا کہ وہ اسی طرح مسیح کے ساتھ رہتا تھا معبد میں ان واضح نظریاتی نقائص کے باوجود آرتھوڈکس نے اپنے ہتھیار اٹھائے رکھے سکندریہ کے بشپ سیرل نے اتھانائیس کے عقیدے کو دوبارہ وقت بخشی خدا واقعی اس ناقص اور خراب دنیا میں آیا اور حتیٰ کہ اس موت اور تیاگ کا ذائقہ بھی چکھا اس عقیدے کی

مفاہمت اتنی ہی راسخ یقین کے ساتھ کرانا ناممکن لگتا تھا کہ خدا کسی بھی قسم کی تبدیلی سے ماورا اور نا قابل نفوذ تھا آرتھوڈوکس نے محسوس کیا کہ ایک دکھ زدہ اور لاچار خدا کے تصور کو گستاخانہ سمجھنے والے دین نے الوہیئت کی راسیت اور تحیر کو زائل کرنا چاہتے تھے تجسیم کا پیراڈاکس ہیلینائی خدا کا ایک تدراک لگتا تھا جس نے ہمارے تسائل کو ختم کرنے کے لئے کچھ نہ کیا اور جو کلیتاً استدلالی تھا ۔

۵۲۹ء میں شہنشاہ جسٹینئین نے ایتھنز میں فلسفہ کا مکتبہ بند کر دیا جو عقلی پاگان ازم کا آخری قلعہ تھا اس کا آخری حکمران پروکلس ۴۸۵-۴۱۲ پلوٹینس کا جوش معتقد تھا پاگان فلسفہ انڈر گراؤنڈ چلا گیا اور عیسائیت کے نئے جذبے مذہب کے ہاتھوں شکست خوردہ لگتا تھا تاہم چار برس بعد چار تصورفانہ مقالے منظر عام پر آئے جن کا مصنف سینٹ پال کے ہاتھ پر عیسائیت قبول کرنے والا یہ پہلا ایتھنی ڈینز سمجھا جاتا ہے در حقیقت انھیں چھٹی صدی کے ایک یونانی عیائی نے لکھا جس نے اپنا نام ظاہر نہ کیا تاہم یہ مصنف ایک علامتی وقت رکھتا تھا جو اس کی شناخت سے زیادہ اہم تھی نام نہاد ڈینز نوفلاطونیت کی بصیرتوں کو عیسائی بنانے اور یونانیوں کے خدا اور بائبل کے سامی خدا کے درمیان تعلق پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا،

ڈینز بھی کیپاڈوشیائی فادرز کا وارث تھا باسل کی طرح اس نے بھی عوامی پرچار اور عقیدے کے مابین فرق کو بہت سنجیدگی سے لیا اپنے ایک خط میں اس نے توثیق کی کہ دو دینیاتی روایتیں موجود تھیں جو دونوں ہی حواریوں سے شروع ہوئیں تبلیغی انجیل واضح اور قابل ادراک تھی روایتیں عقائدانہ انجیل خاموش اور باطنی قسم کی تھی تاہم دونوں ہی اندرونی طور طور پر باہم منحصر اور عیسائی، مسلک کے لئے لازمی تھیں ایک علامتی تھی اور دوسری فلسانہ ایک مذہبیہ سچائی موجود تھی جسے الفاظ منطق یا تبلیغ کے ذریعہ بیان کرنا ممکن تھا اس کا اظہار علامتی طور پر کلیسیائی عبادت یا عقائد کے توسط سے ہوتا تھا ۔

باطنی مفہوم مراعات بطقے بلکہ تمام عیسائیوں کے لیے تھا ڈینز کسی مجرد انداز میں حیات کا پرچار نہیں کر رہا تھا لہ جو صرف مرتاضوں اور راہوں کے لیے ہی مناسب ہو یتا کلیسیائی عبادت پر جو سب مل کرتے تھے خدا تک رسائی کا مرکزی راستہ اور اس کی دینیات کا غالب حصہ تھی ان ذاقتوں کے مخفی اور ایک حفاظتی پردے کے پیچھے ہونے کی وجہ مردوں اور عورتوں کو نا امید کرنا نہیں بلکہ تمام عیسائیوں کو خدا کی حقیقت بیان کرنے سے حسی ادراک اور تصورات سے بالاتر کرنا تھا در حقیقت ڈینز کا لفظ خدا کا استعمال کرنا پسند ہی نہیں تھا۔۔۔۔ غالباً اس وجہ سے کہ یہ نہایت غیر موزوں مفہوم اختیار کر گیا تھا۔

اپنے مقالے الوہی نام کے ہر باب میں وہ خدا کی منکشف کردہ تبلیغی سچائی کے ساتھ آغاز کرتا ہے اس کی اچھائی دانش باپ جیسی حیثیت وغیرہ اس کے بعد وہ دکھاتا ہے اگرچہ خدا نے اپنا تھوڑا بہت اظہار اسماء کے تحت کیا ہے اس نے اپنی ذات کو چھپائے رکھا اگر ہم واقعی خدا کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان ناموں اور صفات کو مسترد کرنا ہوگا چنانچہ ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ وہ خدا اور غیر از خد دونوں ہے ادراک اور عدم کا یہ پیراڈاکس ہمیں فرسودہ خیالات کی دنیا سے بلند کر کے نا قابل بیان حقیقت تک پہنچا دے گا چنانچہ مقدس صحائف کا پڑھنا خدا کے بارے میں حقائق دریافت کرنے کا عمل نہیں ہے۔

ڈینز وجدان کی بات کرتے وقت کسی ایک مخصوص ذہنی حالت یا شعور کی کسی متبادل حالت کا ذکر نہیں کرتا مجاہد کے نتیجے میں حاصل ہوتی

ہے یہ ایک زیسی چیز ہے جیسے ہر عیسائی اپنی عبادت کے متناقص طریقہ کار میں سمو سکتا ہے یہ ہمیں باتیں کرنے سے روک کر خاموش کر دا گا اس ماورائے عقل اندھیرے کے اندر جاتے ہوئے ہم الفاظ کو نہ صرف ناپانی پائیں گے بلکہ بے گفتار اور بے فہم بھی ہو جائیں گے نائسا کے گریولری کی طرح اسے بھی موسی کی کوہ طور والی کہانی تلقین آمیز معلوم ہوئی موسی نے کوہ طور پر خدا کو نہیں دیکھا تھا بلکہ اسے اس جگہ پر لایا گیا تھا جہاں خدا موجود تھا خدا ابہام کے ایک بادل میں لپٹا ہوا تھا اور موسی کو کچھ بھی دکھائی نہ دے سکا چنانچہ ہمیں نظریا ہمارے افدراک میں آنے والی ہر چیز محض ایک علامت ہے جو ماورائے سوچ کی حقیقت کی موجودگی کا پتہ دیتی ہے موسی کی تاریکی میں اترے اور یوں تفہیم سے بالاتر ہستی کے ساتھ اتحاد حاصل کیا ہم بھی ایک ایسی ہی وجدانی حالت حاصل کریں گیت جو ہمیں اپنے آپ سے باہر نکالے گی اور خدا کے ساتھ متحد کرے گی۔

یہ تبھی ممکن ہے جب خدا موسی کی طرح ہمیں بھی پہاڑ ہر ملنے آئے یہاں آ کت ڈینز نوفلاطونیت سے جدا ہوتا ہے جس کے مطابق خدا بہت دور اور انسانی کوششوں سے بے نیاز ہے یونانی فلسفیوں کا خدا صوفی سے لاعلم ہے جو گا ہے بگا ہے اس کے ساتھ وجدانی حالت میں اتحاد حاصل کر لیتا ہے جبکہ اسرائیل کا خدا انسانیت کی جانب متوجہ ہوتا ہے خدا بھی وجد کی حالت میں آتا ہے جو اسے اپنے آپ سے پرے مخلوقات کی ناپائیدار اقلیم میں لے آتی ہے مکاشفہ ایک خودکار عمل کی بجائے ایک پر جوش اور من چاہا فور شوق بن گیا تھا ڈینز کا استرداد کا طریقہ صرف ہماری کاروائی ہی نہیں بلکہ ہمارے ساتھ ہونے والا واقعہ بھی تھا۔

پلوٹینس کی نظر میں وجدان ایک بہت کم طاری ہونے والی وارفتگی تھا اس نے ساری زندگی میں صرف دو یا تین مرتبہ ہی یہ حالت پائی ڈینز نے وجدان کو ہر عیسائی کی ایک متواتر حالت کے طور پر دیکھا یہ مقدس صحائف کا باطنی یا علامتی پیغام تھا یہودیت کی طرح ڈینز کے ہاں بھی خدا کے دو پہلو تھے ایک ہماری طرف جو دنیا پر آشکار ہے اور دوسرا پرلی طرف جو ہمارے ادراک سے ماورا ہے وہ اپنی دائمی پر ساریت کے اندر ہی رہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تخلیق میں بھی پوری طرح ڈوبا ہوا ہے وہ دنیا سے علیحدہ کوئی ہستی نہیں ڈینز کا انداز فکر یونانی فلسفہ میں عام ہو گیا کہ جب مغرب ماہرین الہیات اس کی تفسیر وہ وضاحت کرتے رہے کچھ ایک تصور کیا کہ جب وہ خدا کہتے ہیں تو الوہی واقعتاً ان کے ذہنوں میں موجود تصور کے ساتھ مطابقت اختیار کر لیتی ہے کچھ دیگر نے اپنی ذاتی سوچوں کو خدا کے تصورات کے ساتھ سونپ کر دیا اور کہا کہ خدا ہی اس کا متقاضی تھا اسمیں بت پرستی کا زبردست خطرہ تھا تاہم یونانی راسخ العقیدہ طبقے کا خدا بدستور باطنی رہا اور تنث؛ لیث مشرقی عیسائیوں کو اپنے اعتقادات کی علاقائی نوعیت کی یاد دلاتی رہی آخر کار یونانیوں نے فیصلہ کیا کہ ایک مستند دینیات کو ڈینز کے دوہرے معیار پر پورا اترنا چاہیے اسے خاموش اور متناقص دونوں ہونا پڑے گا ۔

یئونانیوں اور لاطینوں نے بھی مسیح کی الوہیت کے قطعی مختلف نظریات قائم کئے تجسیم یونانی کا تصور تعین maximus the confessor نے کیا جو بازنطینی دینیات کا حامل نظر آتا ہے ماکسیمس کو یقین تھا یہ مغربی نقطہ نظر کی نسبت بسھسٹ تصور کے ساتھ زیادہ قربت کا حامل نظر آتا ہے ماکسیمس کو یقین تھا کہ انسان خدا کے ساتھ وصال پا کر ہی سیر ہو سکتے ہیں۔۔۔۔ بالکل اسی طرح جیسے یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ وجدان انسانیت کی ماز وں منزل مقصود تھی چنانچہ خدا ایک فالتو چوائس اجنبی خارجی حقیقت نہیں تمام مرد اور عورتیں

الوہی کیئے لئے قوت واہلیت رکھتے تھے اور اس کے حصول پر ہی بھرپور انسان بن سکتے تھے لوگو اگناہ آدم کی تلافی میں آنا تھی مردوں اور عورتوں کو لوگوس کی شبیہ پر بنایا گیا اور وہ اسسے تبھی بھرپور فیض حاصل کر سکتے ہیں جب یہ شباہت زیادہ کامل ہوتا بور پہاڑ پر مسیح کی جلال یافتہ انسانیت نے ہمیں الوہیئت یافتہ حالت دکھائی جس کے ہم سبھی متمنی ہیں قول کو جسم میں مجسم کرنے کا مقصد یہ تھا کلہ ساری نوع انسانی، سارے کا سارا انسان جسم وروح خدا بن جائے جس طرح وجدان اور بودھی کی حالت میں ایک ماوائی حقیقت وارنہیں ہوتی تھی بلکہ انسان فطری صلاحیتوں اور قوتوں کو ہی جلامل جاتی تھی اسی طرح الوہی یافتہ نے مسیح نے ہمارے سامنے وہ حالت پیش کر کی جسے ہم خدا کی رحمت سے حاصل کر سکتے ہیں عیسائی لوگ خدا کے بندے یسوع مسیح کے عظیم بالکل اسی انداز میں رسکتے تھے بودھی وجدان یافتہ بدھ کو احترام دیتے تھے وہ سچے انداز میں پرجلال اور تسکین یافتہ انسانیت کی پہلی مثال تھا۔

یونانی نظریہ تجسیم عیسائیت کو مشرقی روایت سے وریب ترلایا جبکہ مسیح کے بارے میں مغربی نظریے نے ایک اور بھی زیادہ باطنی راستہ اپنایا کلاسیکی دینیات کینٹر بری کے شپ اینسلم (۱۱۰۰۔۱۰۳۳ء) نے اپنے مقالے خدااسانکیوں بنایا میں بیان کی اس نے کہا کہ گناہ اتنی بڑی اکثریت میں موجود ہے کہ نسل انسانیہ کے لئے خدا کے منصوبے کو مکمل ناکامی سے بچانے کے لئے تلافی لازمی تھیہمارے دکھوں کا کفارہ ادا کرنے کی خاطر قول جسم کی صورت میں پیدا کیا گیا خدا کا عدل اس بات کا متقاضی تھا کہ یہ قرض کوئی ایسا شخص ادا کرے جو خدا اور انسان دونوں ن ہوگناہوں کا بھاری بوجھ اس امر کی جانب اشاری کرتا تھا کہ صرف خدا کا بیٹا ہی ہمیں نجات دلاسکتا ہے لیکن نجات دہندہ کا انسان ہونا بھی ضروری تھا کیونکہ ان گناہوں کی ذمہ داری انسان پر عائد ہوتی تھی یہ ایک جائز نقطہ نظر تھا جس نے خدا کو انسانی انداز میں سوچتے حساب کتاب لگاتے اور غوروفکر کرتے ہوئے پیش کیا اس نے سخت گیر خدا کے مغربی نقطہ نظر کو بھی تقویت دی جو صرف اپنے بیٹے کی موت سے ہی تسکین پا سکتا تھا۔

مغربی دنیا میں نظریہ تثلیث کو اکثر غلط طور پر لیا گیا لوگ تین الوہی ہستیوں کو بارے میں تصور کرنے یا پھر عقیدے اور خدا کے ساتھ مشابہت کو نظرانداز کرنے کا رجحان رکھتے اور مسیح کو ایک الوہی دوست بنا کر پیش کرتے ہیں مسلمانوں اور یہودیوں کو ی نظر انداز کرنے کا رجحان رکھتے ہیں تاہم دیکھیں گے کہ یہودیت اور اسلام دونوں میں صوفیا نے بہت حد اسی مچشا بہی تصورات بنائے مثلاً خود کو لاشے بنا دینے والی خدا کی بصیرت قبالہ اور صوفی ازم دونوں میں اہم حیثیت رکھتی ہے تثلیثمیں باپ اپنا سب کچھ بیٹے کو منتقل کر دیتا ہے باپ اپنا ایک بار قول جاری کرنے کے بعد خاموش ہو گیا ہمارے پاس اس کے متعلق کہنے کو کچھ بھی نہیں کیونکہ جس واحد خدا کو ہم جانتے ہیں وہ لوگوں یا بیٹا ہی ہے لیذا باپ کی کوئی شناخت کوئی میں نہیں اور وہ ہمارے نظریہ شخصیت کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے ہستی کے عین ماخذ میں الشے کے سوا کچھ بھی نہیں جس کی ایک جھلک نہ صرف ڈینیز بلکہ پلوٹینس فیلو اور حتی کہ بدھ نے بھی دیکھی چونکہ باپ کو عام طار پر عیسائی جستجو کی منزل سمجھا جاتا ہے اس لیے ءعیسائی کا سفر لاشے لامکان اور نیست کی جانب ہے شخصی خدا یا متشخص حقیقت مطلق کا تصور انسانیت میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل رہا ہے ہندوؤں اور بودھیوں کو عقیدت مندی کی متشخص صورت یعنی کہ بھگتی کے لئے جگہ بنانا پڑی لیکن تثلیث کی علامت بتاتی ہے کہ شخصیت پرستی سے بالاتر ہونا لازمی ہے اور یہ کہ خدا کو انسانی حوالوں سے تصور کرنا ہی کافی نہیں ہے۔

تجسیم کے عقیدے کو بھی بت پرستی کا خطرہ دور کرنے کی ایک کوشش کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے بطس ایک مرتبہ خدا کو باہر بالکل دوسری حقیقت سمجھ لیا جائے تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ ایک بت کا روپ اختیار کر سکتا ہے جو انسانوں کو اپنی ذات اور خواہشات کی پرستش کے قابل بنا دیتا ہے دیگر مذہبی روایات نے اس کی تاکید کے ساتھ اسے روکنے کہ سعی کی کہ حقیقت مطلق کسی کی کسی طرح انسانی حالت کے ساتھ مربوط ہے جیسا کہ بودا تما تمثیل میں ایئر۔ئیس اور بعد ازاں نیسطوریئس اور یوتی شیز،،۔۔۔۔۔۔نے مسیح کو الوہی یا پھر انسانی بنانا چاہا انسانیت اور الوہیت کو الگ الگ رکھنے کا رجحان جزوی طور پر ان کی راہ میں حائل ہوا یہ درست سہی کہ ان کے پیش کردہ زیادہ منطقی تھے لیکن تبلیغ کے برعکس عقیدے کو مکمل طور پر قابل بیان میں محدود نہیں کرنا چاہیے۔۔۔۔ ماسوائے شاعری اور موسیقی ے نظریہ تجسیم۔۔۔جیسا کہ اسے اتھانائیس اور مائیمس مئے مبہم طور پر بیان کیا۔۔۔۔اس ہمہ گیر بصیرت کو بیان کرنے کے لئے تھا کہ خدا اور انسان لازمی طور پر قابل علیحدگی مغرب میں جہاں تجسیم کو اس انداز میں پیش نہ کیا گیا خدا کو انسا سے باہر اور ہمیں معلوم دنیا کی متبادل حقیقت کے طور پر رکھنے کا رجحان موجود تھا نتیجتاً اس خدا کو بت بنا کر پوجنا بہت آسان ہو گیا جس کو اب مسترد کر دیا گیا ہے ۔

تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں نے مسیح کو اوتار بنا کر مذہبی سچائی کا ایک خصوصی نظریہ اختیار کیا مسیح نسل انسانی کے لئے پہلا اور آخری قول تھے اور یوں مستقبل میں کسی مسیح کی آمد غیر ضروری بنا دیا گیا ۔

نتیجتاً جب ساتویں صدی کے عرب میں ایک نبی ﷺ کی بعثت ہوئی تو یہودیوں کی طرح عیسائیوں کو بھی اسا ونا پڑا تاہم اسلام کی صورت اختیار کر لینے والی وحدانیت کی ایک نئی مثال نے حیرت انگیز تیزی کے ساتھ سارے مشرق وسطی اور ش، مالی افریقہ میں مقبولیت حاصل کر لی ان علاقوں میں جہاں ہیلن ازم کی جڑیں گہری نہ تھیں بہت سے پر جوش نو مذہبوں نے راحت کے احساس کے ساتھ یونانی تثلیث سے منہ موڑ لیا جو خدا کی باطنیت کو ایک غیر مانوس پیرایے میں بیان کرتی تھی انھوں نے الوہی حقیقت کے ایک زیادہ سامی نظریے کو ترجیح دی۔

وحدانیت اسلام کا خدا

تقریباً سن ۶۱۰ء میں حجاز کے بارونق شہر مکہ کے ایک تاجر کو ایک تجربہ ہوا جو دوسروں کے تجربات سے بہت مختلف تھا محمد ابن عبداللہ ہر سال اپنے اہل خانہ کو ساتھ لے کر شہر سے باہر واقع غار حرا میں ماہ رمضان کے دوران عبادت وریافت کرنے جایا کرتے تھے یہ جزیرہ نما عربوں کا دستور تھا حضرت محمد عربوں کے خدائے اعلی کی عبادت اور غریبوں کی خیرات کرنے میں وقت گذارتے تھے جو ان سے اس دوران ملنے آتے تھے غالباً انھوں نے کچھ عرصہ غور و فکر میں بھی غزارا ہمیں ان کی سوانح عمریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکہ کی حالیہ کامیابیوں کے باوجود وہاں کی جاہلانہ فضا کے بارے میں متفکر تھے صرف دو پشت پہلے اہل قریش عرب کے نخلستانوں میں خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے تھے ہر دن زندہ رہنے کے لئے سخت کوشش کا تقاضا کرتا تھا چھٹی صدی کئے آخری سالوں کے دوران انھیں تجارت میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور مکہ عرب بھر میں اہ ترین آبادی بن گیا انھوں نے کبھی خوابوں میں بھی اس قدر دولت و ثروت نہیں دیکھی تھے تاہم ان کے انداز حیات میں اس یکسر تبدیلی کا مطلب تھا کہ ایک ظالمانہ سرمایہ داری نظام نے پرانی قبائلی اقدار کی جگہ لے لی تھی لوگ خود کو بے سمت اور بے رہنما محسوس کرتے تھے حضرت محمد ﷺ کو معلوم تھا کہ قریش خطرناک راہ پر چل رہے تھے اور انھیں ایک ایسی آئیڈیالوجی کی ضرورت ہے جو انھیں اپنے

حالات سدھارنے میں مدد دے ۔

اس موقع پر کوئی بھی سیاسی حل مذہبی نوعت کا ہی ہوسکتا تھا حضرت محمد جانتے تھے کہ قریش پیسے کو مذہب بنا رہے ہیں اس میں زیادہ اچنبھے کی کوئی بات نہ تھی کیونکہ انھوں نے محسوس کیا ہوگا کہ ان کی نئی دولت نے انھیں خانہ بدوش انداز حیات کی سخت گیریوں سے بچالیا تھا اب ان کے پاس خوراک کی کوئی کمہ نہ تھی اور وہ مکہ کو بین الاقوامی تجارت کا مرکز بنا رہے تھے انھوں نے خود کو اپنی قسمت کا مالک محسوس کیا اور کچھ تو یہ بھی یقین تھا کہ خود انحصاری کا یہ تصور قبیلے کو منتشر کردے گا پرانے بادیہ نشینی کے دور میں قبیملہ اول اور فرد ثانوی حیثیت رکھتا تھا اس کے ہر رکن کو معلوم تھا کہ ان کی بقاء کا انحصار ایک دوسرے پر ہے نتیجتاً وہ اپنے گروہ کے لاچار اور ناتواں لوگوں کا خیال رکھنا اپنا فرض سمجھتے اب انفرادیت پسندی نے مثالی بھائی چارے کی جگہ لے لی تھی اور آپس میں مخذ آرائی معلوم بن گیا افراد اپنی اپنی دولت کمانے کی دھن میں لگ کر لاچار قریشیوں کو بھول گئے قبیلے کا دھڑا مکہ کی دولت میں اپنے حصے کے لئے باہم برسرپیکار تھا اور کچھ نسبتاً کم کامیاب خاندانوں جن میں حضرت محمد کا اپنا خاندان بنا ہاشم بھی شامل تھا میں نے اپنے وجود کو خطرے سے دوچار پایا حضرت محمد اس بات کے پوری طرح قائل تھے کہ جب اہل عرب اپنی زندگیوں کو ایک ماورائی اور اعلی تیر قدر مرکوز نہ کرلیں اور اپنے حسد وتکبر پر قابو نہ پالیں اتنی دیر تک معاشرہ فساد انتشار کا شکار ہی رہے گا۔

باقی عرب میں بھی صورتحال تاریک تھی حجاز اور نجد کے بدوی قبائل کئی صدیوں سے اشیائے مضروریہ کی خاطر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے لوگوں میں بھائی چارا پیدا کرنے کے لیئے عربوں نے ایک تصور مروہ قائم کررکھا تھا جو مذہب کے بہت سے وظائف پورے کرتا تھا روایتی مفہوم میں عربوں کے پاس مذہب کے لئے بہت کم وقت تھا ان کے معبدوں میں بت پرستی رکھے تھے لیکن ابھی وہ ارسطوعات سامنے نہیں آئی تھیں جو ان خداوؤں اور مقدس مقامات کا رشتہ روحانی زندگی کے ساتھ جوڑتی ان کے پاس حیات بعد الموت کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ قسمت یا مقدر کو مطلق سمجھتے تھے۔۔۔ یہ طرز عمل ایک ایسے معاشرے میں فطری تھا جہاں شرح اموات بہت بلند تھی مغربی محققین مروہ کا ترجمہ اکثر مردانگی کرتے ہیں لیکن اس کا مفہوم کہیں زیادہ وسیع ہے اس کا مطلب میدان جنگ میں شجاعت دکھ درد میں صبر واستقامت اور قبیلے کے ساتھ وفاداری بھی ہے مروہ کے یہ اصول تقاضا کرتے تھے کہ عرب اپنے سردار یا سید کا حکم فوری طور پر بجالائے اور اس معاملے میں اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ کرے قبیلے کے خلاف کسی بھی جرم کا بدلہ لینا اس کا فرض تھا قبیلے کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے سید ساری فدولت کو مساوی طور پر تقسیم کرتا اور اپنے قبیلے کے کسی رکن کے قاتل کو قتل کرنا تھا یہ چیز بھائی چارے کے اصول کو بہت واضح انداز میں دکھاتی ہے خود قاتل کو مارنے کا کوئی فرض موجود نہ تھا کیونکہ قبل از اسلام جیسے عرب معاشرے میں فرد بالکل غائب ہوسکتا تھا اس قسم کے معاملات میں دشمن قبیلے کے کسی بھی فرد کو بھی مارا جاسکتا تھا خون کے بدلے خون کسی مرکزی حاکمیت سے عاری علاقے میں سماجی تحفظ کو یقینی بنانے کا واحد ذریعہ تھا اگر کوئی سردار جوابی کاروائی نہ کرسکتا تو اس کے قبیلے کا احترام کجا تا رہتا اور دوسرے لوگ اس کے ارکان کو بے دریغ قتل کرتے چنانچہ قصاص فوری انصاف کی ایک صورت تھی جس کا مطلب تھا کہ کوئی قبیلہ آسانی کے ساتھ دوسرے قبیلے پر غلبہ نہیں پاسکتا تھا اس کا یہ بھی مطلب تھا کہ مختلف قبائل تشدد کے غیر مختتم سلسلے کا شکار ہوسکتے تھے جس میں ایک بدلے کے بعد دوسرا بدلہ لینا جاری رہتا ۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

مروہ بربری ہونے کے باوجود بہت سے مثبت پہلو بھی رکھتا تھا اس نے شجاعت و مردانگی کو فروغ دیا اور مادی اشیاء سے لا پروائی کا اظہار کیا فیاضی اور خیرات اہم خوبیاں تھیں اور اس نے عربوں کو کل کی فکر نہ کرنے کا سبق پڑھایا یہ صفات اسلام میں بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئیں جیسا کہ عمل ہم آگے کر دیکھیں گئے مروہ مے کئی صدیوں تک عربوں کی ضرورت پوری کی لیکن چھٹی صدی عیسوی کے اختتام پر جدید حالات کے تقاضے پر پورے نی کر سکی قبل از اسلام دور کے آکری مرحلے میں جسے مسلمان جاہیہ کہتے ہیں وسیع پیمانے پر بے اطمیانا نانیا ور روحانی بے چینی نظر آتی ہے دو طاقتور سلطنتوں نے عربوں کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا ساسانی فارس اور بازنطین مستقبل آباد علاقوں سے جدید خیالات عرب میں آنا شروع ہوگئے تھے شام یا عراق جانے والے تاجر اپنے ساتھ تہذیب کی رعنائیوں کے قصے لے کر آتے۔

تاہم لگتا ہے کہ عربوں کی قسمت میں دائمی بربریت لکھ دی گئی تھی قبیلے مسلس جنگ و جدل میں مصروف تھے جس کی وجہ سے اپنے قلیل ذرائع کو مجتمع کرنا اور متحدہ عرب کے عوام بننا ناممکن ہو گیا وہ اپنے قسمت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں لے کر ایک اپنی سی تہذیب کی بنیاد نہیں رکھ سکتے تھے اس کی بجائے بڑی طاقتیں مسلس ان کا استحصال کر رہی تھیں درحقیقت مغربی عرب کا زیادہ ذرخیز اور کمہذب خطہ جواب یمن میں ہے فارس کا محض ایک صوبہ بن کر رہ گیا تھا ساتھ ہی ساتھ علاقے میں ابھر آنے والے انفرادیت پسندی نے پران ءقبائلی روایات کی جڑیں کھوکھلی کر دیں مثلاً حیات بعد از موت کے عیسائی عقیدے نے ہر فرد کی ابدی تقدیر کو ایک مقدس قدر بنا دیا یہ اس قبائلی تصو کے ساتھ کے ساتھ کیسے میل کھا سکتی تھی جس کے مطابق گروہ میں فرد کی حیثیت ثانوی تھی اور جو اصرار کرتا تھا کہ مرد یا عورت کی لافانیت کا دارومدار صرف قبیلے کی بقا پر ہے۔

حضرت محمد ﷺ ایک غیر معمولی جوہر قابل تھے جب ۶۳۲ء عیسوی میں ان کا وصال ہوا تو وہ عرب کے تما قبائل کو ایک متحد برادری یا امہ کی صورت دینے میں کامیاب ہو چکے تھے آپ نے عربوں کو ایک روحانیت دی کہ جو ان کی اپنی روایات کے مطابق تھی اور جس نے انھیں ایسی زبردست طاقت دی تھی کہ ایک سو سال کے اندر اندر انھوں نے اپنی شکوہ شسلطنت قائم کر لی جس کی وسعت ہمالیہ سے لے کر پائرینے تک تھی تاہم حضرت ﷺ نے اس قسم کی شاہانہ تہذیب کے بارے میں کبھی نہ سوچا تھا بہت سے عربوں کی طرح حضرت ﷺ نے اس قسم کے اللہ اور یہودیوں وعیسائیوں کے رب میں کوئی فرق نہیں انھیں اس بارے میں بھی یقین تھا کہ اللہ کا کوئی پیغمبر ہی وعام کے مسائل حل کر سکتا تھا لیکن انھوں نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی اس خیال کو دل میں جگہ نہ دی تھی کہ یہ پیغمبر وہ خود ہی ہیں درحقیقت عرب اس بات سے نا خوش تھے کہ اللہ نے کبھی ان کی طرف اپنا کوئی نبی مبعوث نہیں کیا حالانکہ بیتاللله بہت قدیم زمانوں سے ان کے درمیان موجود ہے ساتویں صدی میں بہت سے عربوں کو یقین تھا کہ کعبہ اصل میں اللہ کا گھر ہوا کرتا تھا اگرچہ اب وہاں ہبل براجمان تھا تما اہل مکہ کو کعبہ پر فخر تھا جو عرب میں مقدس ترین مقام تھا ہر سال تمام جزیرہ نما کے عرب باشندے حج کرنے وہاں آتے اور کئی روز تک قیام کرتے بیت اللہ کی حدود میں ہر قسم کا تشدد ممنوع تھا کہ اس لئے عرب کے لوگ مکہ میں بڑے سکون کے ساتھ تجارت کر سکتے تھے قریش کو معلوم تھا کہ اس معبد کے بغیر وہ تجارتی میدان میں کامیابی حاصل نہ کر پاتے اور یہی ان کے لئے باعث عزت وافتخار تھا مگر اللہ نے قریش کو خصوصی امتیازات سے نوازانے کے باوجود میں کبھی ابراہیم موسیٰ عیسیٰ جیسا کوئی نبی نہیں بھیجا گیا تھا اور عربوں کے پاس اپنی زبان میں کوئی آسمانی صحیفہ نہیں تھا۔

چنانچہ روحانی کمتری کا ایک گہرا احساس پایا جاتا تھا جن یہودیوں یا عیسائیوں کے ساتھ ان کا لین دین ہوتا وہ انھیں طعنہ دیا کرتے تھے کہ وہ بربری لوگ تھے جنھیں خدا کی جانب سے کوئی مکاشفہ نہیں ہوا عرب کے لوگ ان لوگوں کے لئے احترام کے ساتھ ساتھ حسد بھی محسوس کرتے تھے جنھیں کچھ ایسی باتیں معلوم تھیں جن کے بارے مین وہ خود نہیں جانتے تھے یہودیت اور عیسائیت کو اس خطے میں تھوڑی سی پذیرائی ملی پھر بھی عرب تسلیم کرتے تھے کہ مذہب کی یہ ترقی پسند صورت ان کی اپنی روایتی بت پرستی سے برتر تھی یثرب اور مدینہ میں کچھ یہودی آباد تھے اور فارس اور بازنطین سلطنتوں کے درمیان سرحدی پٹی پر کچھ شمالی قبائل نے نسطوری عیسائیت کو قبول کرلیا تھا تاہم بدو غضبناک انداز میں آزاد تھے اور وہ اپنے یمنی بھائیوں کی طرح ان میں سے کسی بھی سلطنت کے زیراثر نہیں آنا چاہتے تھے انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ فارسیوں اور بازنطیوں دونوں نے ہی عیسائیت اور یہودیت مذاہب کو خطے میں اپنی علاقائی توسیع کے لئے استعمال کیا تھا وہ جبلی طور پر شاید اس امر سے بھی آگاہ تھے انھوں نے بہت زیادہ ثقافتی نقصان اٹھایا تھا کیونکہ ان کی روایات مٹ گئی تھیں ۔

لگتا ہے کہ کچھ ایک عربوں نے سلطنتوں کے اثرات کے بغیر ہی آزادانہ طور پر حدانیت کی ایک صورت دریافت کرنے کی کوشش کی تھی پانچویں صدی میں ہی فلسطین کا عیسائی مورخ سوزومینوس بتاتا ہے کہ شام میں کچھ عربوں نے ان کے اپنے بقول ابراہیم کا مستند مذہب دوبارہ دریافت کرلیا تھا جو توریت یا انجیل کے نازل ہونے سے پہلے دور کا تھا اس لیے وہ یہودی یا عیسائی نہین سیرت النبی ﷺ کا اولین مولف ہمیں بتاتا ہے کہ حضرت محمد کی بعثت سے کچھ ہی عرصہ قبل مکہ کے چار قریشیوں نے حضرت ابراہیم کا اصل دین حنفیہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا کچھ مغربی محققین کا کہنا ہے کہ یہ حنفیہ فرقہ محض ایک فسانہ ہے اور جاہلیہ کی روحانی بے چینی کی جانب اشارہ کرتا ہے لیکن ضرور اس کی کوئی نہ کوئی حقیقی بنیاد رہی ہوگی ۔

ابتدائی مسلمانوں میں چار میں تین حنفیوں کو بڑی شہرت حاصل تھی حضرت محمد ﷺ کا عم زاد عبیداللہ جحش ورقہ بن نوفل جو انجام کار عیسائی ہو گیا اور زید بن عمیر اور وجو عمر ابن الخطاب کا چچا تھا ایک رتوایت کے مطابق زید ین ابراہیم کی تلاش میں شام اور عراق کا سفر کرنے سے قبل ایک روز کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائے طواف لکرنے والے قریش سے کہہ رہا تھا او قریش زید کی روح پر اختیار رکھنے والی کی قسم میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم کا پیروکار نہیں ہے اور پھر آہ بھر کر بولا اے خدا مجھے معلوم ہوعتا کہ اپنی عبادت کس طرح کروانا چاہتا ہے تو میں اسی کے مطابق عمل کرتا لیکن مجھے اس کا طریقہ نہیں معلوم ۔

وح ی کے لئے زید کی خواہش ۲۷ رمضان ۶۱۰ عیسوی مصنف نے یہ تاریخ ۱۷ رمضاج لکھی ہے کو وہ حرا میں پوری ہوگئی جب حضرت محمد ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل اللہ کی جانب سے وحی لے کر آئے بعد میں آپ نے بتایا کہ ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا اور حکم دیا کہ اقراء یونی پڑھ آپ نے فرمایا میں پڑھ نہیں سکتا آپ کاہن نہیں تھے جو الوہی مکاشفات کو پڑھنے کا دعوی کیا کرتے تھے لیکن حضرت جبرائیل نے آپ اپنے ساتھ زور سے بھیچا اور پھر چھوڑ کر دوبارہ کہا اقراء آپ نے بھی اب وہی جواب دیا آخر کار تیسری مرتبی بھیچنے جانے کے بعد آپ کے ہونٹوں سے نئے آسمانی صحیفے کی آیات جاری ہوگئیں ۔

اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان منعلق اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم ۔

ترجمہ(اپنے رب کا نام پڑھ جس نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھ کر سنا تاری کیونکہ تیرا رب بڑا کریم ہے وہ رب جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا)

خدا نے پہلی مرتبہ عربی زبان میں کلام کیا تھا اس کلام قرآن کا نام دیا گیا حضرت محمد ﷺ ہیبت کے ساتھ لرزتے ہوئے اپنے گھر پہنچے اس سوچ سے خوفزدہ کہ کہیں لوگ انھیں کاہن نہ سمجھنے لگیں جس کے پاس وہ اپنی کوئی شے کھو جانے پر جایا کرتے تھے کاہن کو ایک جن کے زیر اختیار خیال کیا جاتا تھا شعراء کو بھی یقین تھا کہ ان پر بھی ایک ذاتی جن کا قبضہ ہے چنانچہ یثرب کے ایک شاعر حسن ابن ثابت جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ جب وہ شاعر بنے تو ان کا جن ظاہر ہوا انھیں زمین پر چت کیا اور الہامی الفاظ زبردستی ان کے منہ سے ادا کروائے ی محض القا کی ایک قسم تھی جس سے حضرت محمد اچھی طرح آشنا تھے اور انھوں نے سمجھا کہ ان پر کسی نے اپنا آپ ظاہر کیا ہے لہذا وہ بہت اداس اور پریشان ہوئے آپ نے کاہنوں کو ہمیشہ مسترد کیا جو وٹ پٹانگ قسم کی باتیں کرتے تھے اور قرآن کو روایتی عربی شاعری سے مختلف قرار دیا۔

اسلام میں حضرت جبرائیل کو اکثر روح مقدس کہا گیا جن کے ذریعہ خدا اپنے بندوں کے ساتھ کلام ہوا یہ کوئی خوبصورت اور دلکش فرشتہ نہیں تھا بلکہ ایک غلبہ پالینے والی ہستی تھی جس سے بچنا ممکن نہ تھا دیگر پیغمبروں کے پاس بھی روح القدس آیا تھا اور ان کی حالت بھی وغیرہ ہو گئی تھی لیکن یسعیاہ یا یرمیاہ کے برعکس حضرت محمد ﷺ کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے کوئی تسلیم شدہ روایت موجود نہ تھی یہ ہیبت ناک تجربہ آپ پر ناگوار طور پر وارد ہوا اور آپ پر لرزہ طاری کر دیا اس پریشانی کے عالم میں آپ اپنی زوجہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پاس گئے ۔

آپ نے اپنا منہ مبارک سر اپنی پیاری بیوی کی گود میں رکھ دیا اور فرمای کہ مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دو حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دی اور کہا آپ اپنی رشتہ داروں پر مہربان ہیں بے سہارا اور غریب لوگوں کی امداد کرتے ہیں آپ وہ اعلیٰ ترین خوبیاں بحال کرنے کی سخت کوشش کررہے ہیں جو آپ لوگ گنوا چکے ہیں آپ مہمانوں کی عزت افزائی کرتے اور پریشان حال لوگوں کی مدد کر جانے ہیں ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ پر کوئی جن کا غالب آ گیا ہو اس کے بعد حضرت خدیجہ نے مشورہ دیا کہ ان کے عم زاد ورقہ بن نوفل سے بات کی جائے جو ایک خدا کی جانب سے بھیجا ہوا فرشتہ آیا ہے اور آپ اہل عرب کے نبی ہوں گے اس نے وعدہ کیا کہ اگر آپ کی بعثت تک وہ زندہ رہا تو ضرور ایمان لائے گا مگر وہ اس سے پہلے ہی فوت ہو گیا آخر کار کئی روز بعد حضرت محمد کو یقین آ گیا کہ ایسا ہی ہے اور آپ کے قریش کو اللہ کی جانب دعوت دینا شروع کر دی۔

بائبل کے مطابق خدا نے حضرت موسیٰ پر توریت ایک ہی بار میں کوہ سینا پر نازل کر دی تھے اس کے برعکس اللہ کی آخری کتاب قرآن تھوڑا تھوڑا کرکے ۲۳ سال کے عرصہ میں حضرت محمد پر اتارا گیا یہ ایک مشکل اور وقت طلب عمل تھا آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی بدن پسینے میں شرابور ہو جاتا حضرت محمد کا وحی کو ایک بہت بھاری ذمہ داری محسوس کرنا فطری عمل تھا آپ نہ صرف اپنے لوگوں کے لئے ایک نیا سیاسی نظام کا وسیلہ بن رہے تھے بلکہ اس سلسلے میں آپ کو خدا کی جانب سے مسلسل ہدایات بھی موصول ہو رہی تھی۔

ہم لوگ کسی بھی دوسرے مذہب کے بانی کی نسبت حضرت محمد کے بارے مین زیادہ کچھ جانتے ہیں اس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

اندازفکرکس کس راستے سے ہوکرطے پایا آپ پرالوہی دانش آہستہ آہستہ نازل ہوئی اورآپ نے واقعات کی اندرونی منطق کی گہری تفہیم کی قرآن میں ہمیں اسلام کی ابتداء کی واقعہ درع واقعہ تشریح ملتی ہے جو مذہب کی تاریخ میض بے مثال ہے وہ حضرت محمد پر کیے جانے والے کچھ اعتراضات کا جواب دیتا جہاد کی اہمیت بیان کرتا اورانسانی زندگی کی الوہی جہت کی جانب اشارہ کرتا ہے قرآنی آیات کے نزول کی ترتیب وہ نہیں تھی جس میں آج ہمیں ملتی ہیں بلکہ وہ مختلف حالات کلے مطابق رسولاللہ پر نازل ہوئیں جب بھی کوئی نئی آیات اترتی یتو آپ اسے بہ آوازبلبند پڑھتے اور مسلمان انھیں حفظ کر لیتے اور کچھ لکھنا پڑھنا جاننے والے لوگ انھیں چمڑے یا چھال پر بھی لکھ لیا کرتے تھے آپ کے وصال کے تقریبا ۲۰ برس بردقرآن کو پہلی مرتبہ مرتب کیا گیا یونی حضرت عثمان کے دورخلافت میں مرتبین نے طویل ترین سورتوں کوشرعو میں اورمختصرکوآخرمیں رکھا یہ ترتیب کلام الہی کو سمجھے میں کوئی مشکل پیدا نہیں کرتی کیونکہ قرآن کسی انسان کا تحریر کردہ کوئی فکری مقالہ نہیں کہ اس کے لئے ترتیب دلائل کی ضرورت ہویتی اس کی بجائے یہ مختلف موضوعات پر یہ بات کرتا ہے اس دنیا میں خدا ہر جگہ موجودگی پیغمبروں کے حالات زندگی یا روزقیامت عربی کی خوبصورتی سے ناواقف مغربی محقق کوشاید قرآن میں ایک ہی چیز کی بار بارتکرار محسوس ہوااور اس سے اکتا جائے اس میں ایک بنیاد پت متعدد مرتبہ بات کی گئی ہے ل؛ یکن قرآن لوگوں میں پڑھ کرسنانے کے لیے تھا جب لوگ اس کی تلاوت سنتے ہیں توانھیں اپنے ایمان کی بنیادیں یاد آجاتی ہیں۔ رسول اللہ نے جب مکہ میں لوگوں کواللہ کی جانب دعوت دینا شروعکی تو آپ کے ذہن میں کوئی مذہبی حکومت قائم کرنے کا خیال ہرگزنہیں تھا اللہ تعالی نے آپ کوقریش کوان خرابیوں سے آگاہ کرنے کے لیئے بھیجا تھا تاہم آپ کے ابتدائی   ابتدائی پیغامات میں روز قیامت کا ذکرنہیں تھا بلکہ یہ ایک امید کا پیغام تھا حضرت محمد کوقریش کوخدا پرقائل وجود قائل کرنا پڑا وہ سب خدا پرراسخ ایمان رکھتے یتھے جو آسمانوں اورزمین کا خالق تھا اور بہت سوں کو تو یقین تھا کہ یہودیوں اورعیسائیوں کا خدا ہی ہے اس کے وجودکوبس تسلیم کرلیا گیا تھا اصل مسلہ یہ تھا کہ اہل قریش اس اعتیقاد کی عملی صورتوں کے بارے مین نہیں سوچتے تھے خدا نے اس سب کوایک قطرہ خون سے پیدا کیا تھا ان کی بقاءاورزندگی کا دارومدارخدا ہی پرتھا مگراس کے باوجودوہ غیرحقیقی طور پرخود   کودنیا کا مرکزخود انحصارخیال کرتے تھے لہذا وہ عرب معاشرے کے اراکین کے طور پراپنی ذمہ داریاں قبول کرنے سے گریزاں تھے۔

چنانچہ قرآن کریم کی ابتدائی آیات میں قرش کوخدا کی فیاضی سے آگاہ ہونے کی تلقین کی گئی جسے وہ اپنے اردگردہرطرف دیکھ سکتے تھے قرآن میں اللہ تعالی کی نعمتوں کی تکفیرکرنے والے کافرکہا گیا ہے جواللہ کی نعمتوں سے آگاہ ہوے ہوئے بھی اس کا شکرادانہیں کرتا۔

قرآن کریم قریش کوکوئی نئی بات نہیں بتارہا تھادرحقیقت یہ انھیں پہلے معلوم چیزوں کی یاددہانی تھا اکثرجگہوں پرآپ کو یہ الفاظ ملتے ہیں کیا تم نہیں جانتے یا کیا تم نےنہیں دیکھا خدا کا کلام کہیں اوپراورالگ تھلگ بیٹھ کراحکامات جاری نہیں کررہا تھا بلکہ اس نے قریش کے ساتھ مکالمے کا آغاز کیا تھا مثلاانھیں یاددلاتا تھا کہ اللہ گھر یعنی خانی کعبہ ان کی کامیابی کی بڑی وکجہ سے ہے جوقعی خداکے ساتھ تعلق رکھتا تھا قریش بڑی عقیدت کےساتھ اس مقدس زیارت گاہ کا طواف کیاکرتے تھےلیکن خودکواپنی مادی کامیابی کومحوحیات بنانے کے بعدوہ ان قدیم رسوم کے مفہوم کوبھول گئے تھے انھیں فطری دنیا میں خدا کی نشانیوں پرنظرڈالنی چاہیےتھی اگروہ معاشرے میں خدا کا فیاضی نمونہ پیش کرنے میں ناکام ہوجاتے توچیزوں کی اصل حقیقت سے بھی بے بہرہ ہوجائیں گے چنانچہ رسول اللہ نے ابتدائی مسلمانوں کودن میں دوبارخدا کے

حضور سجدہ کرنے کے کہا اس خارجی طرز عمل نے انھیں اپنی زندگیوں کی سمت دوبارہ متعین کرنے میں مدد دی حضرت محمدؐ کا مذہب انجام کار اسلام کے طور پر مشہور اور رائج ہوا مسلمان وہ تھا تھی جس نے اپنی ہستی کو خالق کے سامنے پیش کیا قریش ان ابتدائی مسلمانوں کو صلوۃ ادا کرتے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے انھیں یہ بات قابل قبول نہ تھی کہ کئی برسوں کی خودمختاری قائم رکھنے والے مغرور قبیلے کے ارکان غلاموں کی مانند زمین پر لوٹ پوٹ ہوں لہذا ابتدائی مسلمانوں کو چھپ کر نماز ادا کرنا پڑی تھی قریش کے طرز عمل یہاں ہو گیا ک حضرت محمدؐ نے ان کی نبض بالکل سردت طور پر شناخت کر لی تھی۔

عملی حوالوں سے اسلام کا مطلب تھا کہ ایک منصفانہ اور مساوات پر مبنی موعاشرہ قائم کرنا مسلمانوں کا فرض تھا کہ جس میں غریب اور لاچار کے ساتھ ناوا سلوک نہ ہو قرآن کا ابردائی اخلاقی پیغام سادہ سا ہے اپنی ذات کے لئے دولت اکٹھی کرنا غلط ہے اور معاشرے کی دولت کو تمام امیروں اور غریبون میں مساوی طور پر تقسیم کرنا اچھا ہے صلوۃ اور زکوۃ اسلام کے بنیادی ارکان ہیں شامل ہیں عبرانی پیغمبروں ا ؎ کی طرح رسول اللہ نے بھی ایک ایسی اخلاقیات کا پرچار کیا جسے ہم ایک خدا کی پرستر کے حوالے سے سوشلسٹ قرار دے سکتے ہیں درحقیقت قرآن دینیاتی خیال آرائیوں کے بارے میں متشکک ہے اور اسے فضول اور بے فائدہ چیز سمجھتا ہے تجسیم اور تثلیث کے عیسائی عقائد بھی اسی کے زمرے میں آتے ہیں اور مسلمانوں کا انھیں گستاخانہ خیال کرنا کوئی حیرت انگیز بات نہیں اس کے بجائے یہودیت والے خدا کو ایک اخلاقی معرعار کے طور پر لیا گیا یہودیوں یا عیسائیوں اور ان کے مقدس صحائف کے ساتھ کوئی عملی رابطہ نہ ہوتے ہوئے مسلمانوں نے براہ راست انداز میں تاریخی وحدانیت کو اختیار کیا۔

تاہم قرآن میں اللہ تعالی یہواہ کی نسبت زیادہ غیر شخصی ہے اس میں بائبلی خدا والی جذبانیت اور ترنگ موجود نہیں ہم فطرت کی نشانیوں میں خدا کی محض ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں اور وہ اس قدر مورا ہے کہ ہم اس کے بارے میں صرف تمثیلات میں ہی بات کرنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ قرآ ب ن بار بار مسلمانوں کو کہتا ہے کہ وہ دنیا کو خدا کا جلو بخیال کریں انھیں چاہیے کہ طبعی دنیا سے آگے اصل ہستی کی شاقت ماورائی حقیقت کو دیکھنے کی کوشش کریں جو تمام موجودات میں قرآن میں اکثر مقامات پر خدا کتے پیغاما تیا نشانیوں کی تفسیر کے لئے عقل کے استعمال پر زور دیا گیا ہے مسلمانوں کو اپنی قوت استدلال کو دبانے کی بجائے تجسس اور توجہ کے ساتھ دنیا پر غور کرنا تھا اسی رویے نے بعد ازاں مسلمانوں کو فطری سائنس کی ایک شاندار روایت بنانے کے قابل بنایا جسے کبھی بھی مذہب کے لئے خطرہ نہیں سمجھا گیا جیسا کہ عیسائیت میں ہوا مظاہر فطرت کا مطالعہ نے دکھایا کہ یہ ماروائی جہتاور ماخذ کے حامل تھے جن کے متعلق ہم صرف علامات اور نشانیوں کے طور پر بات کر سکتے ہیں حتی کہ پیغمبروں کے تذکروں روز قیامت کے بیانات اور بہشت کی مسرتوں کو بھی لفظی معنوں میں نہیں علامتی حوالوں سے لینا چاہیے لیکن سب سے بڑی نشانی خود قرآن مجید تھا اہل مغرب کو یہ کتاب بہت مشکل لگتی ہے لیکن س کی بڑی وجہ ترجمےکے مسائل ہیں عربی زبان کو ترجمہ کرنا بہت مشکل کام ہے حتی کہ عربی میں لکھی گئی نظمیں اور سیاستدانوں کے اقوال بھی انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر عجیب و غریب مفہوم دیتے ہیں اور قرآن ترجمہ کرتے وقت اسی مشکل میں کئی اضافہ ہو جاتا ہئے جس کی زبان نہایت بلیغ اور پیچ دار ہے مسلمان اکثر کہتے ہیں کہ وہ قرآن کا کسی اور زبان میں ترجمہ پڑھنے وقت محسوس کرتے ہیں کہ جیسے وہ کوئی کتاب پڑھ رہے ہوں کیونکہ عربی زبان والا حسن اور بلاغت

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

غائب ہو چکی ہوتی ہے قرآن کا لفظی مطلب بول ہی کر پڑھنا ہے اور زبان کا صوتی تاثر کافی گہرا ہوتا ہے مسلمان کہتے ہیں کہ مسجد میں قرآن کی تلاوت سن کر کروہ خود الوہی پیغام کی خوبصورتی میں ڈوبا ہوا محسوس کرتے ہیں یہ کوئی ایسی عام کتاب نہیں اس کا مطالعہ صرف معلومات حاصل کرنے کے لئے کیا جائے اور اسے جلدی جلدی بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔

مسلمانوں قکا کہنا ہے کہ قرآن کو صحیح انداز میں پڑھنے کے ذریعہ انھیں روحانی سرور ملتا ہے چنانچہ قرآن کی تلاوت ایک روحانی وظیفہ ہے عیسائیوں کے لئے یہ بات سمجھنا مشکل ہوگا کیونکہ ان کے پاس اس بطرح کی کوئی الوہی زبان موجود نہیں جیسے یہودیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے پاس عبرانی سنسکرت اور عربی ہیں مسیح خدا کا قول ہیں اور عہد نامہ جدید مین ایسی کوئی تقدیس نہیں تاہم یہودیوں کے لئے توریت یہی حیثیت رکھتی ہے بائبل کی پہلی پانچ کتب پڑھنے کو دوران وہ محض صفحات پر ہی نظر دوڑا رہے تھے وہ گا ہے بگا ہے الفاظ کو بی آواز بلند بول کر خدا کے کلام کا مزہ لیتے ہیں کبھی وہ آگے اور پیچھے ہلتے ہیں جیسا کوئی شعلہ ہوا میں لہراتا ہے بلاشبہ بائبل کو اس انداز میں پڑھنے والے یہودی اس کتاب کا تجربہ بہت مختلف طور پر کرتے ہیں جس سے عہسائی آشنا نہیں۔

ابتدائی سیرت نگاروں نے قرآن پہلی مرتبہ سننے پر عربوں کو ہونے والی حیرت کا ذکر کیا بہت سے لوگ اسے سنتے ساتھ ہی ایمان لے آئے انھیں فوراً یقین آ گیا کہ صرف خدا ہی خوبصوعرت اور مسحور کن الفاظ تخلیق کر سکتا ہے یہ وجہ تھی کہ حضرت محمد کے شدید مخلاف حضرت عمر بن خلطاب قرآن کی آیات سنت ہیا بھیں جاہلت چھوڑ کر اللہ کے دین میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا یہ قرآن کا ہی معجزہ ہے جس نے خدا کو دور ہی کہیں رکھنے کے بجائے ہر اہل ایمان کے ذہن میں دل بسا دیا اسلام قبول نہ کرنے والے قریش بھی قرآن کے حوالے سے متضاد آراد رکھتے تھے کیونکہ انھیں تمام جانے پہنچانے قواعد وضوابط سے بالاتر لگتا تھا اس میں کسی کا کاہن کی کہانت جیسی کوئی چیز نہ تھی نہ ہی یہ کسی جادوگر کا منتر تھا کچھ روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس میں کسیشد یدترین مخالف قریشی بھی کسی سورت کو سننے پر لرزہ کر رہ گئے یہ ایک نئی تحریر تھی جس نے لوگوں کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا اسلام کی کامیابی میں قرآن کے مسحور کن اثرات اور معجزات نے کافی اہم کردار ادا کیا ہم نے پیچھے غور کیا کہ نبی اسرائیل کو اپنے پرانے مذاہب سے ناطہ توڑنے اور وحدانیت قبول کرنے میں کوئی ۷۰۰ برس لگے تھے لیکن حضرت محمد نے یہ کام محض ۲۳ برس میں کر دکھایا رسول اللہ کی شخصیت اور قرآن مذہب کی تاریخ میں ایک بے مثال مقام رکھتے ہیں۔

رسولاللہ نے نبوت کے پہلے سال کے دوران نوجوان نسل کے بہت سے لوگوں کو اسلم کی جانب مائل کر لیا جو مکہ کے سرمایہ نہ ماحول میں بے راہوی کا شکار اور پریشان تھے اس کے علاوہ پسماندہ طبقات کے بہت سے لوگ بھی اللہ کے نئے دین کی طرف آئے جن میں غلام عورتیں بچے اور غریب قبائل کے افراد بھی شامل تھے ابتدائی ذرائع کے مطابق یوں لگتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے پیش کردہ دین کو سارا مکہ قبول کر لے گا حسب مراتب کے ساتھ مطمئن اہل ثروت طبقہ ظاہر ہے کہ الگ تھلگ رہا لیکن اس وقت تک سرکردہ قریش کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ ہوا جب تک حضرت محمد نے مسلمانوں یکو بتوں کی پرستش سے منع کر دیا نبوت کے پہلے تین بوسوں میں لگتا ہے کہ آپ نے اپنے پیغام کے وحدانیت والے عنصر زور نہ دیا اور غالبا لوگوں نے سوچا کہ وہ اپنے اور پرانے روایتی بتوں کے ساتھ ساتھ اسی کی عبادت بھی جسری رکھ سکتے ہیں لیکن جب ان پرانے عقائد کو بت پرستی قرار دیا گیا تو بہت سے حمایتوں نے اپنی وفاداریاں تبدیل کر لیں اور اسلام ایک تحقیر زدہ فرقے

کی صورت اختیار کر گیا ہم نے دیکھا کہ صرف ایک خدا پر ایمان شعور کی ایک دردناک تبدیلی کا تقاضا کرتا ہے ابتدائی عیسائیوں کی طرح اولین مسلمانوں کو بھی لادین اور معاشرے کے لئے خطرہ قرار دیا گیا مکہ میں جہاں شہری تہذیب کوئی نئی چیز نہ رہی تھی بہت سے لوگوں نے وہی خوف اور مایوسی محسوس کی جس کا سامنا عیسائیوں کے خون کے پیارے رومی شہریوں نے بھی کیا تھا۔

خدا کی بے مثال کا تصور قرآن کی پیش کردہ اخلاقیات کی بنیاد ہے مادی چیزوں کے ساتھ تعلق جوڑنا کمتر خداوؤں سے مرادیں مانگنا رک تھا ۔۔۔اسلام میں گناہ عظیم قرآمن میں بت پرستی کو اسی طرح برا بھلا کہا گیا جیسے یہودیوں کے مقدس صحائف میں کہا گیا تھا وہ قطعاً بے اثر تھے اس کی بجائے مسلمانوں کو ایک ہی خدا کی عبادت کرنے کی تلقین کی گئی جو مطلق اور ازلی حقیقت ہے اتھانائیس جیسے عیسائیوں نے بھی زور دیا تھا کہ تمام موجودات کا کا خالق ہی نجات دلاسکتا تھا انھوں نے یہ خیالات تثلیث اور تجسیم کے عقائد میں بیان کیے قرآن الوہی اتحاد کے ایک سامی نظریہ کی جانب رجوع کرتا اور اس تصور کو مسترد کرتا ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا تھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں صرف وہی انسان کو طبعی اور روحانی طور پر زندہ رکھ سکتا ہے کہ رسول اللہ کو معلوم تھا کہ وحدانیت قبائلیت سے مماثلت رکھتی ہے ایک واحد معبود معاشرے کے ساتھ اتھ فرد کو بھی مستحکم بناتا ہے ۔

تاہم خدا کا کوئی سادہ نظریہ موجود نہیں یہ خدائے واحد ہمارے جیسی کوئی ہستی نہیں کہ جسے ہم جان یا سمجھ سکیں اللہ اکبر کی پکار اور خدا اور باقی کی حقیقت کے درمیان امتیاز کرنے کے ساتھ ساتھ کو الذات بھی قرار دیتا ہے جس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے تاہم اس ناقابل تفہیم اور ناقابل رسائی خدا نے خود کو معلوم بنانے کی خواہش کی ایک حدیث کے مطابق خدا نے رسول اللہ سے فرمایا کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مین نے چاہا کہ جانا جاؤں چنانچہ میں نے دنیا کو تضخلیق کیا مسلمان لوگ فطرت کی نشانیوں اور قران کی آیات پر غور وفکر کے کے الوہیت کے اس پہلو کی ایک جھلک دیکھنے کے قابل تھے جو دنیا پر آشکارا تھی دو پرانے مذہب کی طرح اسلام بھی صاف صاف کہت ہے کہ وہ حاضر انوظر خدا کی ذات پر تقوی اختیار کریں قرآن میں خدا ۹۹ صفات بیان کی گئی ہیں جن کے مطابق وہ عظیم کائنات میں ملنے والی تمام مثبت خصوصیات کا منبع ہے دنیا کے قائم رہنے کا دارومدار اس کے الغنی ہونے پر ہے وہ زندگی دینے والا المحی تمام اباتوں کو جاننے والا العلیم گویائی دینے والا الکلمہ ہے چنانچہ اس کے بغیر زندگی علم یا زبان کا ہونا ممکن نہیں تاہم خدا کی مختلف صفات اکثر آپس میں ٹکراتی بھی ہیں وہ دشمنوں پر غلبہ پانے ولا اور نہایت رحم کرنے ولا الحلیم قبض کرنے والا قبیض اور ساتھ ہی ساتھ کثرت کے ساتھ دینے والا الباسط بھی ہے مسلمانون کی زندگی میں خدا کے نام یا صفات مرکزی کردار ادا کرتی ہیں وہ انھیں بہ آواز بلند پڑھتے اور ان کی تسبیح اور ورد کرتے ہیں یہ سب چیزیں انھیں یاد دلاتی رہتی ہیں کہ اللہ کو انسانی درجہ میں نہیں رکھا جا سکتا اور نہ ہی اس کی سادہ الفاظ میں کوئی تشریح کی جا سکتی ہے۔ اسلام کا پہلا رکن شہادت ہے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ یہ محض خدا کی ہستی کی توثیق ہی نہیں بلکہ اس کا امر کو ماننا بھی ہے کہ اللہ واحد اور مطلق حقیقت ہے یہ شہادت دینے کے لئے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کو پہیا پنی زندگی کا مرکز محور بنائیں وحدانیت جکا شہادت کا مطلب محض بنات النعش جیسے معبدوں کے قابل پرستش ہونے سے انکار کرنا ہی نہیں خدا کو ایک کہنا صرف اس کی عددی تعریف کرنے کے مترادف نہ تھا یہ اس اتحاد کو اپنی زندگی اور معاشرے کا مرکز مستحکم ذات میں خدا کی اتحاد کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی رتھی لیکن الوہی اتحاد نے مسلمانوں سے یہ بھی تواضا کیا

کہ دوسروں کے مذہبی رجحانات کو تسلیم کریں چونکہ خدا اور واحد تھا اس لیے تمام درست سمت رکھنے والے مذاہب لازماً اسی میں ڈاسر ہوئے مختلف معاشروں نے حقیقت مطلق پر ایمان کا اظہار اپنی اپنی ثقافت کے لحاظ سے مختلف انداز میئں کیا لیکن تمام سچی عبادت کا مرکز وہی ہوگا جیسے عربوں نے ہمیشہ اللہ کہا قرآن میں خدا کی ایک صفت النور بھی ہے۔۔۔۔اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے مسلمان مفسرین کے مطابق نور زمان سے ماورا علامت ہے۔

جب عیسائی ورقہ نوفل نے حضرت محمد کو دجانبی تسلیم کیا تھا تو پیغمبر خدا اور نہ ہی خود اسے اپنی تبدیلی مذہب کی توقع تھی رسول اللہ نے کبھی بھی یہودیوں یا عیسائیوں کو اتنی دیر تک اللہ کا دین قبول کرنے کو کہا جب تک کہ وہ خود اس کے خواہش مند نہ ہوئے کیونکہ ان کے پاس پاس بھی متسند وحی موجود تھی قرآن میں سابقہ انسانیت کے مذہبی تجربہ کے تسلسل کی ضرورت پر زور دیا گیا اس بقطے پر زور دینا اہمیت کا حامل ہے کیونکہ آج وحی یہودیوں یہا عیسائیوں کی نسبت کم خصوصی معنوں میں لیا بہت سے لوگوں کو اسلام میں نظر آنے والی رواداری کی وجہ خدا کا مخالفانہ نظریہ نہیں بلکہ کوئی اور ہے مسلامن بے انصافی کو برداشت نہیں کرتے اس کا ارتکاب ان کا اپنا حکمران کرے۔۔۔۔۔۔۔۔

جیسے ایران کا رضا شاہ پہلوی۔۔یا کو یہ طاقتور مغربی ملک قرآن دیگر مذہب کی روایات کو جھوٹا قرار نہیں دیتا بلکہ ہر نئے پیغمبر کو سابقین کے پیام کا ہی تسلسل سمجھتا ہے قرآن تعلیم دیتا ہئیے کہ خدا نے زمین کے ہر گوشے میں نبی معبوث کیے ایک اسلامی روایت کے مطابق ۱،۲۴،۰۰۰ پیغمبر آچکے ہیں طنانچہ قرآن بار بار دیانی کراتا ہے کہ وہ کوئی نئی بات نہیں کر رہا اور مسلمان کو اہل کتاب کے ساتھ اخوت برقرار رکھنی چاہیے

اور ہل کتاب سے کبھی بحث نہ کر مگر اعلی اور مضبوط دلیل کے ساتھ

سوائے ان لوگوں کے جوان مین سے ظلم کرنے والے ہوں اور ان سے کہو کہ

جو ہم پر نازل ہوا ہے ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جو تم پر نازل ہوا ہے

پر بھی اور ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اس کے فرمابنراد ہیں۔

قرآن فطری طور پر عربوں کے جانے پہنچانے پیغمبروں کا واضح ذکر تا ہے مثلاً ابراہیم نوح، موسی جو یہودیوں اور عیسائیوں کے نبی تھے اس میں صالح کا ذکر بھی ملتا ہے جنھیں میڈیا اور ثمود کے قدیم لوگوں کی جانب نبی بنا کر بھیجا آج مسلامنوں کا اصرار ہے کہ اگر حضرت محمد کے عہد کے عرب کو ھندوؤں اور بودھیوں کے بارے مین علم ہوتا تیتو آپ کے مذہبی تشیوں کو بھی شامل کر لیتے آُ کی وفات کے بعد انھیں اسلامی سلطنت میں پوری مذہبی اجازت دی گئی جیسے عیسائی اور یہودی مسلمانوں کا کہنا ہے کہ اسی اصول کے تحت قرآن نے امریکی انڈینوں یا قدیم آسٹریلوی باشندوں ے نیک افراد کو بھی شامل کیا ہے۔

مذہبی تجربے کے تسلسل پر حضرت محمد کے اعتقاد کو جلد ہی ایک آزمائش میں سے گذرنا پڑا قریش کت ساتھ تعلقات خراب ہونے کے بعد مکہ میں مسلامنوں کے لیئب زندگی اجیرن ہوگئی قبائلی تحفظ سے محروم غلاموں اور آزادیوں کے ساتھ اس قدر خراب سلوک کیا گیا کہ کچھ ایک تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور حضرت محمد کے اپنے قبیلے بنو ہاشم کو سبق سکھانے کے لئے ایک کا بائیکاٹ کر دیا گیا حتی کہ رسول اللہ کی اپنی زندگی کو خطرہ لاحق ہوگیا یثرب کی شمالی بستی کے بت پرست عربوں نے مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ اپنے قبیلہ چھوڑ کر ان کے پاس چلے

آئیں یہ کسی عرب کے لئے نہایت انوکھا اقدام تھا عرب میں قبیلہ بہت اہمیت رکھتا تھا یثرب مسلسل اپنے متحارب گرہوں کی وجہ سے جنگ وجدل کا شکار تھا اور بہت سے اشراک اسلام کو مسائل کے ایک روحانی اور سیاسی حل کے طور پر قبول کرنے کو تیار تھے اس بستی میں تین بڑے یہودی قبائل آباد تھے اور انھوں نے بت پرستوں کو برا بھلا کہا جانے پر قریش جتنے معترض نہ ہوئے چنانچہ ۶۲۲ عیسوی کے موسم گرما کے دوران تقریباً ۷۰ مسلمان اور ان کے اہل خانہ یثرب ہجرت کر گئے۔

ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل حضرت محمد نے اپنے نئے مذہب کو یہودیت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مماثلت دی اتنے برسوں تک الگ تھلگ کام کرنے کے بعد انھوں نے لازماً ایک پرانی اور زیادہ سوخ روایت کے ساتھ تعلق بڑھانے کی امید کی ہوگی چنانچہ آپ نے یہودیوں یوم کفارہ کے موقع پر مسلمانوں کو روزہ رکھنے کو کہا اور انھیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی دن میں کئی تین نمازیں پڑھا کریں مصنف نے اپنے ان دعوؤں یا آرا کی حمایت میں کوئی سند یا حوالہ پیش نہیں کیا مترجم مسلمانوں کو یہودی عورتوں کے ساتھ شادیاں کرنے کی بھی اجزت تھی مدینہ کے یہودی ان اقدامات کے نتیجہ میں مسلمانوں کو اپنے درمیان جگہ دینے کو تیار ہو گئے تاہم انجام کار انہوں نے بھی رسول اللہ کی مخالفت شرع کردی اور نئے مہاجرین پر ظلم کرنے والے بت پرستوں کے ساتھ مل گئے یہودیوں کے ان کو مسترد کرنے کی وجہ موجود تھی ان کا خیال تھا کہ وحی کا دور ختم ہو چکا تھا وہ ایک مسیحا کے منتظر تو تھے لیکن اس موقع پر کوئی بھی یہودی عیسائی ان کے پیغمبر ہونے پر یقین نہیں رکھتا تھا تاہم وہ سیاسی رجحانات بھی رکھتے تھے پرانے وقتوں میں انہوں نے دیگر متحارب عرب قبائل کو شکست دے کر نخلستان پر قبضہ حاصل کیا تھا جبکہ رسول اللہ نے قریش کے ہمراہ مسلم امہ میں ان دونوں قبائل سے بھائی چارہ قائم کیا یہودی مدینہ میں اتنی حیثیت کو انحطاط مذید دیکھ کر مخلافت پر اترا آئے وہ مسجد میں جمع ہو کر مسلمانوں کی کہانیاں سنتے اور ان کا ٹھٹہ اڑاتے تھے آسمانی صحیفے پر اپنے برتر علمی عبور کے ذریعہ ان کے لئے قرآن میں بیان کردہ باتوں پر اعتراضات اٹھانا آسان تھا وہ حضرت محمد کے ایک عام انسان ہونے کا بھی مذاق اڑایا کرتے اور کہتے تھے کہ ایک ایسا شخص کیسے پیغمبر ہو سکتا ہے کو اپنے گمشدہ کو بھی نہ ڈھونڈ سکتا ہو۔

یہودیوں کا منافقانہ طرز عمل حضرت محمد کے لئے ایک بہت بڑی مایوسی تھی لیکن کچھ ایک یہودی دوستانہ جذابت بھی رکھتے تھے اور لگتا ہے کہ وہ بظاہر مسلمانوں کے ساتھ مل گئے وہ حضرت محمد کے ساتھ بائبل کے بحث کرتے جس کے نتیجے میں رسول اللہ نے یہودیوں کے عقائد سے واقفیت حاصل کی اور علمی بنیادوں پوان کا مقابلہکرنے کے لئے تیار ہوئے اس کے علاوہ آپ کو یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیاج پائے جانے والے وسیع اختلافات کے بارے میں بھی معلوم ہوا عربوں جیسے باہر والے لوگوں کی نظر میں یہ سوچنا منطقی تھا کہ توریت اور انجیل کے پیروکاروں نے حضرت ابراہیم کے خالص حنفیہ مذہب میں غیر مستند عناصر متعارف کرائے تھے۔۔۔ مثلاً ربیوں کی بتائی ہوئی زبانی شریعت اور تثلیث کا گستاخانہ عقیدہ حضرت محمد نے ی بھی جانا کہ یہودیوں کو ان کے صحیفوں میں بے ایمان لوگ کہا گیا ہے جنہوں نے سونے کے بچھڑے کی عبادت کر کے بت پرستی کا ارتکاب کیا تھا۔

اسحق کو جنم دی تو بہت حاسد ہوئی اور مطالبہ کیا کہ وہ اسماعیل اور ہاجرہ سے چھٹکارا حاصل کریں خدا نے حضرت ابراہیم کو تسلی دینے کے لئے وعدہ کیا ک اسماعیل بھی ایک بہت بڑی قوم کا باپ بنے گا عربی یہودیوں نے اپنی طرف سے کچھ مقامی داستانوں کا اضافہ بھی کر لیا تھا

جن کے مطابق حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو مکہ کی وادی میں چھوڑ گئے تھے جہاں خدا نے ان کی حفاظت کی اور جب بچے نے پیاس کے مارے ایڑیاں رگڑیں تیوز مزم کا چشمہ پھوٹ نکلا بعد میں حضرت ابراہیم اپنے بیٹے سے ملنے آئے اور ان دونوں نے مل کر خدا کا پہلا معبد خانہ کعبہ تعمیر کیا اسماعیل عربوں کا جد امجد بنے یہودیوں کی طرح عرب بھی آل ابراہیم تھے مسلمانوں کو یہ داستان بہت اچھی لگی ہوئی جو عربوں کے لئے ایک نئیے آسمانی صفیحے پر ایمان رکھتے تھے اور اب وہ عقیدے کی بنیاد اپنے اجداد کی تقدیس پر رکھ سکتے تھے جنوری ۶۲۴ء میں جب میڈیا کے یہودیوں کی اسلام دشمنی واضح ہوگئی تو اللہ کے نئے مذہب نے اپنی خودمختاری کا اعلان کیا رسول اللہ نے مسلمانوں کو یروشلم کی بجائے کعبہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا قبلہ کی اس تبدیلی کو رسول اللہ کی اہم ترین دانشمندی قرار دیا جاتا ہے اصل میں اس کا حکم خدا نے دیا تھا اس طرح مسلمانوں نے ثانت کر دیا کہ وہ یہودیت یا عیسائیت کی بجائے صرف خدا کے پیروکار ہیں وہ کسی ایسے فرقے میں شامل ہونے کو تیار نہ تھے جو خدائے واحد کے مذہب کو مختلف گرہوں میں تقسیم کرتا ہو بلکہ وہ تو قدیم ابراہیم کی جانب لوٹ رہے تھے جو سب سے پہلے مسلمان تھے کیونکہ انھیں یہ خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا۔

اور وہ بھی کہتے ہیں کہ یہودی یا مسیحی ہو جاؤ تم ہدایت پا جاؤ گے کہہ دو
کہ نہیں بلکہ ہمارا دین ابراہیم کا ہے جس نے تمام جھوٹی چیزوں سے منہ موڑا
اور جو خدا کے سوا کسی کے آگے جھکنے والا نہ تھا
تم کہو کہ اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا ہو اور جو کچھ ابراہیم
اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اور اولاد پر اتارا گیا تھا جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا
گیا تھا اور جو کچھ انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا تھا ہم اس پر
ایمان رکھتے ہیں ہم ان میں سے کسی بھی کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ (سورۃ البقراہ پارہ ا، آیات ۱۳۶ اور ۱۳۷)

یقیناً خدا کی حقیقت کی محض کسی انسانی تفسیر کو ترجیح دینا شرک تھا ۔

مسلمان اپنے ہجری سن کا آغاز حضرت محمد کے روز پیدائش یا پہلی وحی آنے کے دن سے نہیں بلکہ مکہ سے مدینہ ہجرت سے کرتے ہیں ہجرت کی نسبت سے ہی اسے ہجری سن کہا جاتا ہے یعنہ کہ جب مسلمانوں نے اسلام کو ایک سیاسی حقیقت کا روپ دے کر تاریخ میں اللہ کے منصوبے کو عملی جامہ پہننا شرع کیا ہم نے دیکھا کہ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ ایک منصفانہ اور مساوراتی معاشرے کے لئے کام کرنا تمام مذہبی لوھگوں کا فرض ہے اور درحقیقت مسلمانوں نے اپنے اس سیاسی شغلے کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ لیا رسولا اللہ کوئی سیاسی رہنما بننے کا اردہ نہیں رکھتے تھے لیکن حالات نے انھیں عربوں کے لئے ایک بالکل نیا سیاسی حل پیش کرنے پر مجبور کر دیا ہجرت سے لے کر اپنے وصال تک کے درمیانی ۱۰ برس میں ۰۰ (۶۳۲ عیسوی تک) رسولا اللہ اور بتدائی مسلما مدینہ میں اپنے مخالفین اور مکہ قریش کے ساتھ اپنی بقاء کی جدوجہد میں مصروف رہے وہ سب امت کو میلا میٹ کر دینے کا عزم کیے ہوئے تھے اہل مغرب اکثر رسولا اللہ کو ایک جنگجو کے طور پر پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بازو سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا حقیقت بالکل مختلف ہے آپ نے کبھی کسی کو زبردستی اپنا پیروکار

نہیں بنایا قرآن بھی اس منصفانہ جنگ میں صرف اپنے دفاع کے لئے ہے کبھی کسی اعلی اقدار کو بچانے کے لئے لڑائی ضروری ہو جاتی ہے جیس اکہ عیسائی ہٹلر کے خلاف لڑنا لازمی خیال کرتے ہیں اللہ نے اپنے پیارے نبی کو بے مثال خوبیوں سے نوازا تھا رسول اللہ کی زندگی اوآخر تک زیادہ عرب قبائل امہ میں شامل ہو چکے تھے چاہے ان کا اسلام کافی حد تک ظاہری ہی تھا ۶۳۰ عیسوی میں روز ارے حضرت محمد نے کسئی خنر یزی کے بغیر ہی مکہ فتح کیا ۶۳۲ عیسوی میں اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل وہ حجۃ الوداع کی غرض سے گئے اور اس موقع پر بت پرست کی قدیم حج کی رسوم کو اسلامی جامعہ پہنایا حج اسلام کا پانچوان رکن ہے۔ اگر وسائل ہوں تو زندگی میں کم از کم ایک بار حج بیت اللہ کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے مناسک حج مسلمانوں کو حضرت ابراہیم حضرت حاجرہ اور اسماعیل کی یاد دلاتے ہیں کسی غیر مسلم کو کو یہ رسوم فضول اور بے معنی لگتی ہے۔۔۔لیکن اس کے ذریعہ وہ ایک زبردست مذہبی تجربہ کرتے اور اسلامی روحانیت کے اجتماعی اور ذاتی پہلوؤں کا کامل انداز میں ظاہر کرتے ہیں آج ہر سال حج کے لئے دنیا بھر سے مسلمان ایک خاص مہینے میں خانی کعبہ کر گرد جمع ہوتے ہیں ان میں غیر عربوں کو بھی ایک بڑی تعداد شامل تھی جنھوں نے قدیم عربی رسوم کو اپنا لیا ہے ایک جیس احرام باندھ کر کعبہ کا طواف کرتے ہوئے وہ تمام نسلی یا طبقاتی امتیازات کو بھول جاتے اور روزمرہ زندگی کے انا پرستانہ مشاغل سے تعلق توڑ لیتے ہیں وہ یک آواز ہو کر پکارتے لبیک اللھم لبیک،

یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی اجتماعی روحانیت پر زور دیا ہے حج ہر مسلمان کے لئے امہ کے ضمن مین ایک ذاتی مذہبی تجربہ ہے بہت سے دیگر مذاہب کی طرح یہاں بھی امن اور ہم آہنگی کو اہمیت حاصل ہے اور خانہ کعبہ کے نواح میں پہنچ جانے کے بعد ہر قسم کا تشدد ممنوع ہو جاتا ہے زائرین کوئی سخت جملہ بولنے یا کسی کیڑے کو مارنے سے بھی گریز کرتے ہیں چنانچہ اس وقت تمام اسلامی دنیا میں غصے کی لہس دوڑ گئ جب ۱۹۸۷ء میں ایرانی زائرین نے شورش برپا کی جس میں ۴۰۲ افراد مارے گئے اور ۶۴۹ زخمی ہوئے۔

رسول اللہ کا وصال جون ۶۳۲ء میں ایک مختصر علالت لکے نتیجہ میں ہوا آپ کی وفات کے بعد کچھ ایک بدوؤں نے امہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی کوشش کی لیکن عرب کی سیاسی یگانگت قائم رہی انجام کار متذبذب قبائل نے بگی ایک خدا کا مذہب قبول کر لیا رسول اللہ کی شاندار کامیابی نے عربوں پر واضح کر دیا تھا کہ ان کی صدیوں پرانی بت پرستی جدید دنیا میں کار آمد نہیں اللہ کے دین بھائی چارے کو اقدار متعارف کروائیں جو زیادہ ترقی پسندی مذہب کا طرہ امتیاز تھیں اخوت اور سماجی انصاف اس کی اہم ترین خوبہیاں تھیں۔

اسلام کو دعوت کے خلاف سمجھا جاتا ہے لیکن عیسائیت کی طرح اللہ کا دین بھی اصل میں عورتوں کے لئے مثبت رویہ رکھتا تھا جاہلی معاشرے میں عورتوں کے ساتھ عربوں کا سلوک بہت ظالمانہ تھا مثلا کثیر الازواجی عام تھی اور بیویاں اپنے باپ کے گھر میں ہی رہتی تھیں امیر طبقہ کی عورتوں کو کافی اثر و رسوخ اور اہمیت حاصل تھی مثلا حضرت خدیجہ الکبری ایک کامیاب تاجر تھیں لیکن اکثریت کی حالت غلاموں جیسی تھی انھیں کوئی سیاسی یا انسانی حقوق حاصل نہ تھے اور بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنے کا رواج عام تھا قرآن بچیوں کو قتل کرنا ممنوع قرار دیا اور عربوں سے کہا کہ وہ لڑکی پیدا ہونے پر سوگ نہ منایا کریں اس نے عورتوں کو ترکہ کے طلاق کے قانونی حقوق بھی دیئے بہت سے مغربی ممالک کی عورتوں کو انسویں صدی تک یہ چیزیں حاصل نہ ہو سکی تھی حضرت محمد نے عورتوں کو معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے کے لئے حوصلہ افزائی

صرف مردوں کی جانب سے کیئے گئے سوالوں میں سے ایک اہم ترین سوال یہ تھا کہ قرآن میں صرف مردوں کی بات کیوں کی گئی ہے حالانکہ عورتیں بھی ایمان لائی ہیں اس کے نتیجہ میں اترنے والی وحی میں ہر قسم کا جنسی امتیاز ختم کر دیا گیا اس کے بعد قرآن میں اکثر عورتوں کا ذکر اترنے لگا جو یہودیوں یا عیسائیوں کے مقدس صحائف میں نہیں ملتا ۔

بد قسمتی سے بعد میں عیسائیت کی طرح اسلام بھی ایسے افراد کے اثرات کا شکار ہوا جنھوں نے قرآن کی من، مانی تفسیر کی قرآن نے تمام عورتوں کو نہیں بلکہ صرف رسولاللہ کی عورتوں کو نقاب اوڑھنے کا حکم دیا تھا جو اس وقت کے عرب میں سماجی رتبے کی علامت تھا جب اسلام نے مہذب دنیا میں جگہ بنائی تو مسلمانوں نے بھی عورت کی تحقیر والی رسوم اپنالیں عورتیں کو نقاب اوڑھا کر الگ تھلگ رکھنے کا رواج فارس اور عیسائی بازنطین سے آیا جہاں عورت ایک طویل عرصے سے پس رہی تھی خلافت عباسیہ (۷۵۰تا۱۲۵۸ء) تک آتے آتے مسلمان عورتوں کی حالت بھی اپنی یہودی اور عیسائی معاشرے کی بہنوں جیسی ہی ہو چکی تھی آج حقوق نسواں کی کارکن مسلمان خواتین اپنے مردوں سے قرآن کی اصل روح بحال کرنے کا مطالبہ کرتی ہیں،

یہ حقیقت اس امر کی یاد دہانی کراتی ہے کہ کسی بھی دوسرے عقیدے کی طرح اسلام کی بھی متعدد تفسیریں کی جا سکتی ہیں نتیجتاً میں متعدد فرقے اور گروہ بن گئے سب سے پہلے اختلاف کا آغاز اس وقت ہوا جب مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ الرسول منتخب کر لیا لیکن ایک قلیل گروہ کا خیال تھا کہ آپ حضرت علی ابن ابی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے خود حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی لیکن بعد کے برسوں میں وہ ان لوگوں کی امید کا مرکز نظر آتے ہیں جنھیں پہلے تین خلفاء کی پالیسیوں پر اعتراض تھا آخر کار حضرت علی ۶۵۶ء میں خلیفہ بنے شیعہ حضرات انھیں پہلا اما یا امہ کا رہنما کہتے ہیں قیادت کے حوالے سے سنیوں اور اہل تشیع کے درمیان تضاد عقیدے کی بجائے سیاسی بنیادوں پر تھا اور یہ چیز مسلم مذہب میں سیاست کی اہمیت کا باعث بنی بشمول تصور خدا کے شیعان علی بدستور ایک اقلیت رہے اور انھوں نے نواسہ رسول حسین ابن علمی کی ذات میں اپنے احتجاج کو مثالی صورت دی حضرت حسین ابن علی نے اپنے والد کی وفات کے بعد خلافت پر قبضہ کر لینے والے اموریوں کے خلاف صدائے احتجاج بلندی کی اور ۶۸۰ء میں اموی خلیفہ یزید کے حامیوں نے انھیں کربلا کے میدان میں شہید کر نا تمام مسلمان حضرت امام حسین کی شہادت کو دکھ کے ساتھ یاد کرتے ہیں لیکن وہ بالخصوص شیعوں کے ہیرو بن فارس کی زوال پذیر سلطنتوں کے عربوں میں اسلام کی اشاعت پر توجہ دی تاہم امویوں کے دور میں توسیع ایشیا اور شمالی افریقہ تک جاری رہی اور اس کا اصل محرک عرب استعماریت تھی۔

نئی سلطنت میں کسی بھی شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا گیا در حقیقت حضرت محمد کے ایک سو سال بعد تبلیغ کی بہت کم حوصلہ افزائی کی گئی اور تقریباً ۷۰۰ عیسوی میں اسے قانوناً ممنوع قرار دے دیا گیا مسلمانوں کو یقین تھا کہ اسلام اسی طرح صرف عربوں کے لیے تھا جیسے یہودیت یعقوب کے بیٹوں کے لیے تھی اہل الکتاب کی حیثیت کی عیسائیوں اور یہودیوں کو ذمیوں کے طور پر مذہبی آزادی دی گئی جب عباسی خلفائے دوبارہ تبلیغ شروع کی تو ان کی سلطنت میں بہت سے سامی اور آریائی لوگ نئے مذہب کو قبول کرنے پر تیار ہو گئے مسلمان کی ذاتی مذہبی زندگی میں سیاست کو ایسی اہمیت حاصل نہیں کہ جیسی کہ عیسائیت میں ہے مسلمان اللہ کے احکامات کے مطابق عادلانہ معاشرہ قائم

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

کرنے کا عزم رکھتے ہیں امہ کو ایک مقدس اہمیت حاصل چنانچہ اس ؛لامی تاریخ کے ابتدائی برسوں میں خلیفہ کی حیثیت اور اسٹیملشمنٹ کے حوالے سے سیاسی غور وفکر کے نتیجہ میں خدا کی فطرت کے متعلق قیاس آرائی کا آغاز ہوا اس بارے میں عالمانہ بحثیں ہوئیں کہ امہ کی قیادت کس قسم کے شخص کو سونپنی چاہیے خافائے راشدین کے دور کے بعد مسلمانوں پر عیاں ہوا کہ وہ ایک ایسی دنیا میں زندگی گذار رہے تھے جو مدینہ کے چھوٹے سے اور جنگزدی معاشرے سے بہت مختلف تھی اب وہ ایک وسعت پذیر سلطنت کے مالک تھے اور ان کے رہنما لہولعب میں ڈوبے ہوئے نظر آتے تھے طبقہ اشراف پذیر مسلمانوں نے قرآن کے سوشلسٹ پیغام کے ساتھ اسٹیبلیمنٹ کو للکارا اور اسلام کو نئے حالات کے ساتھ آہنگ کرنے کی کوشش کی متعدد حل اور فرقے پیدا ہو گئے۔

مقبول ترین حل روایت پسندوں نے تلاش کیا جنھوں نے رسول اللہ اور خلفائے راشدین کے مثالی تصورات کی بحال کرنے کی کوشش کی اس کے نتیجے میں شرعی قانون بنا جس کی بنیاد قرآن اور اسوہ حسنہ پر تھی لاتعداد احادیث سینہ بہ سینہ گردش کر رہی تھی ان کی تدوین آٹھویں اور نویں صدیوں میں متعدد جامعین نے کی جن میں مشہور ترین اسماعیل البخاری اور مسلم ابن الحجاج القشیر ی کے ہیں چونکہ رسول اللہ نے اپنی ساری زندگی خدا کی اطاعت میں بسر کی اس لیئے مسلمانوں کو بھی اپنی روزمرہ زندگیوں میں رسول اللہ کی پیروی کرنا تھی چنانچہ اٹھنے، بیٹھنے کھانے، پینے اور نہانے اور عبادت کرنے میں سنت رسول پر عمل نے مسلمانوں کو ایک ایسی زندگی بسر کرنے میں مدد دیء جو اللہ کی نظر میں پسندیدہ تھی اس طرح انھیں اللہ میں قابل قبول بننے کی امید تھی لہذا جب مسلمان سنت کی پ]یروی میں ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہونے پر اسلام وعلیکم کہتے ہیں جب وہ حیوانوں پر شفقت کرتے ہیں غربا اور مساکین کی کمد کرتے ہیں تو انھیں اللہ یاد آتا ہے ظاہری طرز عمل کا عمل کا مقصد تقوی اختیار کرنا ہے سنت اور حدیث کے حوالے سے کافی بحث مباحثہ ہوا ہے کچھ ایک کو باقیوں کی نسبت زیادہ مستند سمجھا جاتا ہے لیکن ان روایات کے تاریخی طور پر مستند ہونے کا سوال ان کی عملی حیثیت کے مقابلہ میں کم اہم ہے۔

بیش تر احادیث کا تعلق روزمرہ امور کے ساتھ مابعد الطبیعات علم کائنات اور دین کے ساتھ بھی ہے یقین کہا جاتا ہے کہ ان میں سے متعدد احادیث رسول اللہ کو خدا کی جانب سے کہی گئی باتیں ہیں یہ احادیث قدسی صاحب ایمان میں اللہ کے رچے بسے ہونے پر زور دیتی ہیں یہودیت اور عیسائیت کی طرح ماورائی خدا یہاں بھی حاظر وناظر ہے مسلمان بھی اپنے سے پ]ہلے کے ان دو بڑے مذاہب کے تجویز کردہ طریقوں کے ذریعہ الوہی موجودگی کو محسوس کر سکتے ہیں سنت کی پیروی کی بنیاد پر اس قسم کے تقوی کو فروغ دینے والے مسلمانوں کو اہل الحدیث کہا جاتا ہے وپ اموی اور عباسی درباریوں کے تعیش کی مخلافت کرتے تھے لیکن شیعوں کے انقلابی طرز عمل کے بھی حامی نہ تھے وہ منہیں سمجھتے تھے کہ خلیفہ کا غیر معمولی روحانی صلاحیتوں کا مالک ہونا ضروری ہے وہ تو ایک محض ایک منتظم ہوتا ہے تاہم قرآن کی الہامی حیثیت اور سنت پر زور دے کر انھوں نے ہ مسلمان کو اللہ کے ساتھ براہ راست تعلق بنانے کے قابل بنایا مذہبی پیشواؤں کے کسی طبقے کلو ثالث کا کردار ادا کرنے کی ضرورت نہ تھی ہر مسلمان خدا کے سامنے اپنے اعمال کا ذمہ دار تھا۔

سب سے بڑھ کر اہل الحدیث نے تعلیم دی کہ قرآن ایک ابدی حقیقت ہے توریت اور لوگوس ہی طرح خود خدا کا پرتو ہے یہ ابتدائے آفرینش سے ہی حقیقت کل کے ذہن میں موجود ہے کہ ان کے قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے عقیدے کا مطلب تھا کہ جب اس کی تلاوت کی جائے

تو ہر مسلم نظر نہ آنے والے خدا کو براہ راست طور پر سماعت کر سکتا ہے قرآن اصل میں ان کے لئے ایسا ہی تھا کہ جیسے خدا ان کے درمیان موجود ہو اور اس الوہی کتاب کو کتاب کو ہاتھ لگانا ذات الٰہی کو چھونے کے مترادف تھا ۔

تاہم شیعوں نے آہستہ آہستہ ایسے خیالات پیش کیے جو کافی حد تک عیسائی نظریہ تجسیم سے مماثلت رکھتے ہیں حضرت حسین کی المناک شہادت کے بعد اہل تشیع پوری طرح قائل ہو گئے کہ صرف ان امام حسین کے والد محترم کی اولادوں کو ہی امت کی قیادت کرنی چاہیے رسول اللہ کے چچا زاد داماد ہونے کے ناطے حضرت علی قرابت قریبہ رکھتے تھے چونکہ رسول اللہ کا کوئی بھی بیٹا کمسینی کی عمر سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا اس لیے حضرت علی آپ کے قریب ترین مرد رشتہ دار تھے قرآن میں پیغمبر اکثر مواقع پر خدا سے اپنی اولادوں کی فلاح کی دعا مانگتے ہیں اہل تشیع نے الوہی رحمت کے اس تصور کو وسعت دی کہ اور یہ یقین کرنے لگفے کہ رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ الزہرہ کی اولادیں ہی خدا کی حقیقی معرفت رکھتی تھی صرف وہی امہ کو حقیقی قیادت فراہم کرنے کے اہل تھے اگر حضرت علی کی اولاد کو اقتدار جاتا تو مسلمان انصاف کے ایک عہد زریں کا تجربہ کرتے اور امت کو خدا کی مرضی کے مطابق چلایا جاتا ۔

حضرت علی کے ساتھ لگاؤ نے کچھ حیرت انگیز صورتیں اختیار کمیں کچھ اہل تشیع کے گروہ انھیں قریب قریب الوہی درجہ دیتے ہیں شاید اس قدیم فارسی روایت پر عمل کر رہے ہوں کہ ایک الوہی طور پر منتخب کردی خاندان الوہی پیغام کو نسل در نسل آگے بڑھاتا ہے اموی دور کے اختتام تک کچھ اہل تشیع یہ یقین کرنے لگے کہ حضرت علی کی اولاد کے صرف ایک سلسلے کو مستند علم حاصل ہو مگر اس سے رہنمائی لینا بہت لازمی تھا خلفائے آئمہ اما کی جمع کو ریاست کا دشمن سمجھا شیعی روایت کے مطابق متعدد آئمہ کو زہر دے دیا گیا اور کچھ چھپنا پڑا ہر امام اپنی وفات سے قبل اپنی اولاد میں سے ایک جانشین منتخب کر جاتا آہستہ آہستہ اماموں کو خدا کے اوتوروں جیسا درجہ دیا جانے لگا ہر امام زمین پہر خدا کی موجودگی کا جہ یعنی ثبوت تھا اس اقوال احکامات اور فیصلے منجانب اللہ تھئے جس طرح عیسائیوں نے مسیح کو خدا تک رسائی راستہ سچائی اور روشنی قرار دیا اس طرح اہل تشیع کی نظر میں ان امام خدا کا دروازہ اور ہر نسل کے رہنما تھے ۔

اہل تشیع کی مختلف شاخوں نے الوہی تسلسل کو مختلف انداز میں پیش کیا مثلا اثنا عشری بارہ اماموں کا موعننے والے حسین ابن علی کی بارہ اولادوں کو رتسلیم کرتے تھے حتی کہ ۹۳۹ عیسوی میں بارہویں امام انسانی معاشرے سے غائب ہو گئے چونکہ ان کی اور کوئی اولاد نہ تھی اس لیئے سلسلہ نسل منطقع ہو گیا سات اماموں کو ماننے والے اسماعیلیوں کا کہنا تھا کہ ساتویں امام ہی آخری تھے بارہویں یا پوشیدہ امام کے معتودین نے ایک مسیحائی عقیدہ اختیار کیا جس کے مطابق وہ عہد زریں کا آغاز کرنے کے لئے دنیا میں واپس آئے انقلاب ایران کے بعد اہل مغرب نے شیعہ ازم کو اسلام کا ایک بنیاد پرست فرقہ تصور کیا تھا لیکن یہ درست نہیں شیعت ایک لطیف روایت کی صورت اختیار کر گئی ر حقیقت اہل تشیع ان مسلمانوں کے ساتھ بہت کچھ مشترک رکھتے ہیں جنھوں نے فلسفانہ انداز میں قرآن پر منطقی دلائل کا اطلاق کیا معتزلہ کے طور پر جانے والے یہ منطق پسند درباری تعیّشات کے سخت مخالف اور اسٹیبلمنٹ کے خلاف سیاسی طور پر سرگرم تھے ۔ سیاسی سوال نے انسانی موعاملات میں خدا کی مداخلت کے متعلق ایک دینیاتی بحث کا آغاز کیا امویوں کے حمیاتی غیر درست طور پر یہ دعوی کرتے تھے کہ ان غیر اسلامی طرز ان کی غلطی نہیں کیونکہ خدا نے ان کی تقدیریں میں ایسا ہی بننا ہی لکھا ہوا تھا قرآن میں خدا کے مطلق اور علیم و خبیر ہونے کا

www.hallagullah.com

تصور بہت واضح طور پر موجود ہے اور تقدیر کے لکھے کی حمایت میں بہت سے حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن انسانی قرآن ذمہ داری پر بھی انتہائی زور دیتا ہے اللہ اتنی دیر تک کسی کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو اندر سے تبدیل نہ کر لے نتیجتاً اسٹیبلمنٹ کے مخالفین نے رائے کی آزادی اور اخلاقی ذمہ داری پر زور دیا معتزلہ نے ایک درمیانی راستہ اپنایا اور انتہائی مئوقف سے اعتزال کر گئے یونی الگ ہو گئے انھوں نے انسانیت کی اخلاقی نوعیت کو محفوظ بنانے کے لئے رائے کلی آزادی کا دفاع کیا اہل تشیع کی طرح معزلہ نے بھی اعلان کیا کہ انصاف خدا کا اسکے ساتھ زیادتی نہیں کرسکتا وہ کسی کے خلاف استد لال چیز کی حمایت نہیں کرسکتا ۔

معتزلہ یہ دعوی کرنے میں غلطی پر تھے کہ انصاف جو خالصتاً انسانی تصور ہے خدا کا جوہر تھا طے شدہ تقدیر اور آزاد مرضی کا مسئلہ شخصی خدا کے تصور میں مرکزی کی نشاندہی کرتا ہے براہمن جیسے ایک غیر شخصی خدا کو زیادہ آسانی کے ساتھ خیر اور شر سے بالاتر قرار دیا جاسکتا تھا شخصی خدا کو اپنی خواہشات کے مطابق طبنا دینا زیادہ آسان ہوتا ہے ہم اپنے ذاتی نظریات کی موافقت میں ہی اسے ای پبلکن سوشلسٹ ،نسل پرست یا پھر انقلابی بنا کر کر پیش کر سکتے ہیں نتیجتاً کچھ لوگوں نے شخصی خدا کو ایک غیر مذہبی تصور سمجھا ہے کیونکہ اس طرح ہم اپنے انسانی خیالات کو مطلق بنا کر پیش کرنے کا موقع حاصل کر لیتے ہیں ۔

اس خطرے سے بچنے کے لئے اہل الحدیث نے خدا کے جوہر اس کی سرگرمیوں کے درمیان فرق پیش کی اجیسا کہ یہودی اور عیسائی بھی ایک دور میں کر چکے تھے انھوں نے دعوی کیا کہ ماورائی خدا کا رشتہ دنیا کے ساتھ جوڑنے والی کچھ ایک صفات قرآن ہی کی طرح ہمیشہ سے اس کے ساتھ موجود تھی وہ خدا کے قابل ادارک جوہر سے مختلف تھیں جو ہمیشہ تفہیم کو فریب دیتا ہے جس طرح یہودیوں نے تصور کیا تھا کہ خدا کی دانش یا توریتا بتدائے آفرینش سے ہی خدا کی ہم وجود تھی اسی طرح مسلمانوں نے بھی خدا کی شخصیت کے حوالے سے ایک ایسا ہی تصورت قام کر لیا اور اس امر کی یاد ہانی کی انسانی ذہن اس کا احاطہ نہیں کر سکتا اگر خلیفہ مامون (۸۱۳تا۸۳۲ء) نے معتزلہ کی طرفداری نہکی ہوتی عقھسہ بنانے کی کوشش نہ کی ہوتی تو شاید مٹھی بھر لوگ اس کی استدلالی انداز میں متاثر ہو سکتے لیکن جب خلیفہ نے معتزلی نظریات کو لاگو کرنے کے لئے روایت پسندوں کو اذیت دینا شرعوی کی تو عام لوگ اس غیر اسلامی طریقہ سے خوف زدہ ہو گئے ایک سرکردہ روایت پسند امام احمد بن حنبل (۷۸۰تا۸۵۵) مامون کے ماتھوں سزائے موت پانے سے بال بال بچ جانے کے بعد ایک عوامی ہیرو بن گئے ان کے تقوی اور زہد ریاضت نے خلافت کو چیلنج کیا اور قرآن کے غیر مخ وق ہونے پر ان کا عقیدہ معتزلہ کی استدلال پسندی کے خلاف عوامی بغاوت کا نعرہ بن گیا۔

ابن جبیل خدا کے بارے مین کسی بھی منطقی بحث سے انکار کیا کرتے تھے چنانچہ جب اعتدال پسند معتزلی القرابسی (وفات ۸۵۹ء) نے ایک درمیانی حل] پیش کیا کہ جب قرآن کو خدا کے قو کے طور پر لیا جائے تو یہ یقیناً غیر مخلوق تھا کہ لیکن انسانی زبان میں آنے سے یہ مخلوق ہو گیا۔۔۔تو امام احمد بن حنبل نے اس مسلک کو گمراہ کن قرار دیا القرابسی اپنے نقطہ نظر میں دوبارہ ترمیم کرنے پر تیار تھا اور اس نے کہا کہ قرآن کی لکھی اور بولی جانے والی عربی زبان خدا کا اولی کلام ہونے کے ناطے غی رمخلوق تھی تاہم امام احمد بن جبیل نے قرار دیا کہ اس طرح منطقی انداز میں قرآن کے ماخذ کے بارے میں قیاس آرائی کرنا بے کار اور خطرناک تھا نا قابل بیان خدا کو دریافت کرنے کے لئے

منطق مناسب آلہ کار نہیں انھوں نے معزلہ پر الزام عائد کیا کہ وہ خدا کی باطنیت ختم کر کے اسے ایک پیش کی ک جب قرآن میں خدا کے بولنے مذہبی اہمیت نہیں امام احمد بن جنبل نے رائے پیش کی کہ جب قرآن میں خدا کے بولنے دیکھنے ہا اپنے تخت پر براجمان ہونے کا ذکر آئے تو اس کی لفظی تفسیر ہی کی جانی چاہیے مگر بلا کیف یعنی یہ پوچھے بغیر کیسے ان کا موازنہ غالبا اتھانا ئیس جیسے ریڈیکہ عیسائیوں کے ساتھ کیا جاسکتا ہے جنھوں نے زیادہ منطقی ملحدوں کے خلاف تجسیم کے عقیدے کی ایک انتہا پسندانہ تعبیر پر اصرار کیا کہ امام احمد بن جنبل ذات خداوندی کے ناقابل تفہیم ہونے پر زور دے رہے تھے جو تمام انسانی منطق اور تصوراتی تجزیے سے ماورائی۔

تاہم قرآن بار بار عقل اور تفہیم کی اہمیت پر زور دیا گیا اور امام صاحب کا نقطہ نظر کچھ سادہ لوح تھا بہت سا مسلمانوں نے اسے گمراہ کن قرار دیا ابوالحسن ابن اسماعیل الاشعری (۸۷۸ تا ۹۴۱ء) نے ایک حل پیش کرنے کی کوشش کی وہ ایک معتزلی ہوا کرتا تھا کہ مگر وہ بعد میں یاک خواب کی وجہ سے اہل الحدیث ہو گیا جس میں اس نے دیکھا کہ نبی پاک اسے حدیہث کا مطالعہ کرنے کو کہہ رہے ہیں اس کے بعد الاشعری دوسری انتہا پر چلے گئے اور معتزلہ کو اسلام کے لیے خطرناک قرار دیا تب اسے ایک اور خواب آیا جس میں نبی پاک کچھ ناراض نظر آئے اور فرمایا میں نے تمھیں منطقی دلائل ترک کرنے کو نہیں بلکہ سچی احادیث کی حمایت کرنے کو کہا ہے چنانچہ الاشعری نے احمد بن جنبل کے نقطہ نظر کی علمی توضیع کے لئے منطقی استعمال کیے اگر معتزلہ نے یہ اعوی کیا تھا کہ خدا کا الہام غیر استدلالی نہیں ہوسکتا تو الاشعری نے استدلال اور منطق کی مدد سے خدا کو انسانی تفہیم سے ماورا ثابت کیا اس نے خدا کی حیثیت گھٹا کر ایک ایسے تصور تک محدود کرنے کسے انکار کر دیا جسے کسی بھی اور انسانی تصور کی طرح زیر بحث لایا جاسکتا ہو علم طاقت زندگی وغیرہ کی الوہی صفات حقیقی تھیں وہ ازل سے ہی خدا کے ساتھ منسوب تھیں لیکن وہ خدا کے جوہر سے مختلف تھیں کیونکہ خدا بنیادی طور پر واحد لاشریک اور بے مثل تھا ہم اس کی مختلف صفات کی تعریف کرنے کے ذریعہ اس کا تجزیہ نہیں کر سکتے الاشعری نے یہ دور خاتضاد حل کینے کے لئے کسی بھی کوشش سے انکار کر دیا چنانچہ وہ اصرار کرتا کہ جب قرآن میں خدا کے اپنے تخت پر براجمان ہونے کا ذکر آتا ہے تو ہمیں اسے حقیقت کے طور پر قبول کر لینا چاہیے حالانکہ ایک خالص روح کے بیٹھنے کے تصور کو سمجھنا ہمارہ عقل وفہم سے باہر ہے۔

الاشعری ایک درمیانی راستہ تلاش کرنے میں تھا قرآن کے لفظی مطلب پر اصرار کرنے والوں کا موقف تھا کہ نیک لوگ خدا کو آسمان پر دیکھیں گے جیسا کہ قرآن میں کہا گیا اس لئے وہ لازما جسمانی صورت رکھتا ہوگا حشام بن حکیم نے تو خدا کا سراپا تک بیان کر دیا کچھ اہل تشیع نے یہ خیالات تسلیم کر لیے جس کی وجہ اماموں کے خدا کی تجسیم ہونے پر ان کا یقین تھا معتزلہ نے زور دیا کہ قرآن میں جب مثلاً خدا کے ہاتھوں کا ذکر آتا ہے تو اس کی تفسیر علامتی حوالے سے کرنی چاہیے۔

الاشعری نے مسلسل مصالحتی نقطہ نظر اپنائے رکھا لہذا وہ کہتا ہے کہ قرآن کریم خدا کا ازلی اور غیر مخلوق قول تھا روشنائی کا غذ اور کتاب کے حروف مخلوق تھے اس نے انسان کی آزاد مرضی کے بارے میں معتزلی عقیدے کی مخالفت کی کیونکہ خدا ہی انسانی اعمال کا خالق ہوسکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے روایت پسندوں کے اس ن قطہ نظر کو بھی مسترد کیا کہ انسان اپنی نجات میں کوئی کردار نہیں ہوتا اس کا پیش کردہ حل کچھ الجھن کا شکار تھا خدا ہمارے اعمال کا خالق ہوتے میں کوئی بھی انسانوں کو نیکی اور بدی کمانے کی اجازت دیتا ہے تاہم امام

احمد بن جنبل کے برعکس الاشعری نے سوالات اٹھانے اوران کے بعد الطبیعاتی مسائل کا حل دریافت کرنے میں آمادگی دکھائی الاشعری کلام کی مسلم روایت کلام کی مسلم روایت کا بانی تھا نویں اور دسویں میں ان کے جانشینوں نے کلام کے اس طریقہ کار کوترقی دی دی اوراپنے خایالت پیش کیے ابتدائی اشعری خدا کی حاکمیت کے بارے میں مستند بحث کے لئے ایک مابعد الطبیعاتی فریم ورک بنانا چاہتے تھے اشعری مکتبہ کا پہلا الہیات دان ابوبکر البقلانی (وفات ۱۰۱۳ء) تھا اپنے رسالے التوحید یں وہ معتزلی کی اس رائے سے اتفاق کرتا ہے کہ انسان منطقی دلائل کے ذریعہ خدا کے وجود کو ثابت کرسکتا ہے درحقیقت قرآن میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابتراہیم نے قدرتی عالم فطری پر باقاعدہ غوروفکر کرکے خالق ازلی کو دریافت کیا تھا لیکن البقلانی اس امکان کو مسترد کرتا ہے کہ الہام کے بغیر خیر اور شر میں کوئی تمیز کرسکتے ہیں اللہ درست اور غلط کے انسانی نظریات کے دائرہ کار میں نہیں آتا ۔

البقلانی نے ایک خیال پیش ک،یا کہ اللہ کے سوا کوئی دیوتا یا کوئی ایقان موجود نہیں ہے اس نظریہ کو جوہریت کے طور پر جانا جاتا ہے اس نے کہ اکہ ہر چیز کا دارومدار خدا کی براہ راست توحید پر ہے ساری کی ساری دنیا کی لاتعداد ایٹموں کی صورت میں تخفیف کردی گئی زمان ومکان غیر مستقل تھے اور کوئی بھی چیز اپنی شناخت نہیں رکھتی البقلانی کی نظر میں دنیائے مظاہر کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ اتھانائیس کا بھی خیال تھا واحد حقیقت خدا کی ذات تھی اور وہی ہمیں اس لاتینعت سے نکال سکتا تھا وہ اس کائنات کو قائم رکھتا اور ہر لمحے تخلیق کررہا تھا کائنات کی وضاحت کے لئے کوئی فطری قوانین موجود نہ تھے دیگر مسلمان سائنس میں گہری دلچسپی لے رہے تھے جبکہ اشعری بنیادی طور پر فطری سائنسوں کے خلاف تھے مگر اس کا تعلق مذہب سے ضرور تھا یہ روزمری کی زندگی کے ہر رہر پہلو میں خدا کی موجودگی کی وضاحت کرنے کے لئے ساتھ ساتھ اس یاددہانی کی ایک مابعد الطبیعاتی کوشش تھی کہ عقیدے کا دارومدار عام منطق پر نہیں ہوتا اشعریوں اور معتزلیوں دونوں نے ہی مختلف انداز میں داکے مذہطی تجربے کا تعلق عام منطقی سوچ کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی یہ چیز اہمیت کی حامل تھی مسلمان یہ جاننے کی کوشش کررہے تھے کہ خدا کے بارے میں اسی طرح بات کرنا ممکن ہے یا نہیں جیسے ہم اپنے دیگر معاملات پر بات کرتے تھے خدا کے طبارے میں اسی طرح بات کرنا ممکن ہے یا نہیں جیسے ہم اپنے دیگر معاملات پر بات کرتے ہیں ہم نے دیکھا کہ یونانیوں نے توازن اپنانے کا فیصلہ کیا کہ انسان ایسا ممکن نہیں اور یہ کہہ کر خاموشی الہیات کی واحد موزوں صورت تھی انجام کار مسلمان بھی اسی نتیجے پت پہنچے

فلسفیوں کا خدا

نویں صدی عیسوی میں عربوں کا تعلق یونانی سائنس اور فلسفہ کے ساتھ بنا اس کے نتیجہ میں ایک ثقافتی رنگارنگی پیدا ہوگئی جسے نشاۃ ثانیہ اور اوحیائالعلوم (enlightment) کے درمیان جوڑا سمجھا جاسکتا ہے مترجموں کی ایک ٹیم جن میں سے زیادہ تر نسطوری عیسائی تھے نے یونانی کتب کو عربی زبان میں مہیا کرکے ایک زبردست کام کیا عربی مسلمانوں نے علم فلکیات، الکیمیاء طب اور ریاضی کا مطالعہ اس قدر کامیابی کے ساتھ کیا کہ نویں اور دسویں صدیوں کے دوران سلطنت عباسیہ میں ہونے والی سائنسی ایجادات سابق تاریخ کے کسی بھی دور کی نسبت زیادہ تھیں مسلمان ایک نئی صورت کا ظہور ہوا جو فلسفہ سے خصوصی شغف رکھتا تھا انگریزی زبان میں فلسفہ کا ترجمہ philosophy کیا جاتا ہے لیکن لفظ فلسفہ اپنے اندر زیادہ وسیع معنی رکھتا ہے فلیسوف ان قوانین کے تحت زندگی بسر کرنے یہ یقین رکھتے تھے کہ جو خیال

ان کے خیلا کے مطابق کائنات پر حاکم تھے اور جن کا حقیقت کی ہر سطح پر مشاہدہ کیا جاسکتا تھا ابتدا میں انھوں نے اپنی توجہ فطری علوم پر مرکز ز کی اور پھر ناگریز طور پر یونانی مابعدالطبیعات کی جانب متوجہ ہوئے اور اس کے اصولوں کو اسلام پر لاگو کرنے کا عزم کیا انھیں یقین تھا کہ یونانی فلسفیوں کا خدا اللہ جیسا تھا عیسائی فلسفیوں نے بھی ہیلن ازم کے ساتھ مماثلت محسوس کی تھی لیکن انھوں نے فیصلی کیا تھا کہ یونانیوں کے خدا میں ترمیم کرکے اسے بائبل کے زیادہ متناقص خدا جیسے بنانا چاہیے نتیجتاً انھوں نے اس یقین میں اپنی فلسفانہ روایت سے منہ پھیر لیا کہ خدا کے مطالعہ میں منطق اور استدلال کا عمل دخل بہت کم ہے تاہم فلیسوف بالکل الٹ نتیجے پر پہنچے ۔

آج ہم عمودی طور پر دیکھتے ہیں کہ سائنس اور فلسفہ مذہب کا مخالف ہے لیکن فلیسوف عموماً بے لوث افراد تھے اور انھوں نے خود کو رسول اکرم کے حقیقی بیٹے تصور کیا اچھے مسلمانوں کی حیثیت میں وہ سیاسی لحاظ سے باخبر تھے اور درباری تعیش اور شان و شوکت سے بیزار تھے انھوں نے منطق کے اصولوں کے مطابق اپنے معاشرے کی اصطلاح کرنا چاہی ان کی مہم اہم تھی چونکہ ان کے سائنسی اور فلسفانہ مطالعات پر یونانی فکر کا غلبہ تھا اس لئے ان کے عقیدے اور اس سے زیادہ منطقی اور معروضی نقطہ نظر کے درمیان تعلق تلاش کرنا بہت اہمیت کا حامل تھا فلسوف مذہب کے خاتمہ کی کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے بلکہ اسے قدیم اور فرسودہ عناصر سے پاک کرنا چاہتے تھے لیکن وہ محسوس کرتے تھے کہ خدا کے وجود کو منطقی طور پر ثابت کرنا لازمی ہے تاکہ اللہ کو منطقی مثالی تصور کے عین مطابق قرار دیا جاسکے ۔

تاہم کچھ مسائل موجود تھے ہم نے دیکھا کہ یونانی فلسفیوں کا خدا الہام کے خدا سے بہت مختلف ارسطو یا پلوٹینس کا دیوتا اعلیٰ بے زمان اور ناقابل نفوذ تھا وہ دنیاوی امور کی کوئی پروا نہیں کرتا اور نہ ہی خود کو تاریخ میں منکشف کرتا تھا اس کے علاوہ اس نے دنیا بنائی تھی اور نہ ہی روز آخر حساب کتاب کرنے والا تھا در حقیقت ارسطو نے تاریخ کو ایک کمتر علم قرار دے کر رد کر دیا تھا اس کا کوئی آغاز وسط یا اختتام نہ تھا کیونکہ کائنات کا صدور ابتدائے آفرینش میں خدا سے ہوا فلیسوف حقیقت مطلق کا نظارہ کرنے کے لئے تاریخ سے ماورا ہونا چاہتے تھے جو محض ایک التباس نظر تھی فلسفہ نے منطق پر زور دینے کے باوجود ایک اپنا سا مخصوص عقیدہ بھی قائم کیا یہ یقن کرنے کے لئے بڑی ہمت درکار تھی کہ کائنات جہاں بے ترتیبی اور دکھ وضبط کی نسبت زیادہ عیاں تھا پر واقعی منطقی اصول نافذ العمل تھے انھیں اپنے اردگرد کی دنیا کے تباہ کن واقعات کو ایک مفہوم عطا کرنا پڑا وہ ایک ہمہ گیر مذہب کے خواہشمند تھے جو خدا کے کسی ایک مظہر تک ہی محدود تھی ہو وہ قرآن کے مکاشفات کی زیادہ بہتر ثقافتوں کے زمانوں کے دوران پیدا کردہ انداز فکر میں ترجمانی کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے فلیسوف نے خدا کو ایک سر نہاں کے طبور پر لینے کی بجائے اسے بذاتہ منطق قرار دیا تھا ۔ ایک مکمل طور پر منطقی کائنات اس قسم کا عقیدہ آج ہمیں ان گھڑ سا لگتا ہے کیونکہ ہماری اپنی سائنسی دریافتیں کافی عرصہ پہلے ہی خدا کے وجود کے لئے ارسطو کے پیز کردہ ثبوتوں کی غیر موزونیت آشکار تھی نویں اور دسویں صدیوں کے کسی شخص کے لئے ایک ایسا تصور کرنا محال تھا لیکن فلسفہ کا تجربہ مو کو مذہبی رجحانات سے تعلق رکھتا تھا موجودہ دور کی طرح اس وقت بھی سائنس نے ایک مختلف ذہینت کا تقاضا کیا جس نے فیلسوف کے نظریہ دنیا کو بدل کر رکھ دیا سائنس اس بنیادی عقیدے کی متقاضی ہے کہ ہر چیز کی ایک منطقی توضیح موجود ہے یہ اس بات کا بھی مطالبہ کرتی ہے کہ تخیل کی پرواز اور ہمت حوصلے کا مظاہری کیا جائے جو

مذہبی تخلیقیت سے متضاد نہیں پرانی الہیات سے ہی چمٹے رہنا ایمان کے لئے نقصان دہ تھا فلیسوف نے اپنی نئی بصیرتوں کو مرکزی اسلامی عقیدے کے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور خدا کے نبارے میں ناکامی ہمیں مذہبی سچائی کی نوعیت کے متعلق کافی کچھ بتاتی ہے ۔

فلسیسوف ماضی کے کسی بھی وحدانیت پرست طبقہ فکر کے مقابلے میں زیادہ بھرپور انداز میں یونانی فلسفہ اور مذہب کو مدغم کرنے کی کوشش کر رہے تھے معتزلیوں اور اشعریوں دونوں نے ہی الہام اور فطری استدلال کئے درمیان ایک پل تعمیر کرنے کی کوشش کی تھے لیکن ان کے خدا کے الہام کو اولیت حاصل تھی درحقیقت اشعری اس بارے میں شکوک کا شکار تھے کہ کوئی عمومی قوانین اور بے زمان قواعد موجود تھے یہ جو ہریت ایک مذہبی اور تخیلاتی اہمیت کی حامل ہوتے ہوئے طبعی واضح طور پر سائنسی روح کے لئے اجنبی تھی اور فلیسوف کی تشفی نہ کر سکی فلیسوف نے تاریخ کو تو نظر انداز کیا لیکن ان کی عمودی قواعد کے تکریم کرنے لگے جنھیں اشعریوں نے رد کر دیا تھا ان کے خدا کو منطقی دلائل میں دریافت ہونا تھا نہ کہ مختلف اوقات میں مردوں اور عورتوں کو ہونے والے الہامات میں معروضی سچائی کی یہی تلاش ان کے سائنسی مطالعات کی خوبی ہے اور اس نے حقیقت مطلق کا تجربہ کرنے کا ان کا انداز مشروط کر دیا ایک ایسا خدا جو سب کے لئے ایک جیسا نہیں جو بہے سا ثقافتی رنگ دیتا اور لیتا ہے اور وہ اس مذہبی سوال کا کوئی تسلی بخش حل فراہم نہیں کر سکتا کہ زندگی کا حقیقی مفہوم کیا ہے ۔

فلسفہ کو تحریک حاصل کرنے کی وجہ یونانی سائنس اور مابعد الطبیعات کے ساتھ تعلق پیدا ہونا تھی لیکن یہ ہیلن ازم کا طفیلہ نہ تھا یونانیوں نئے مشرق وسطی کی اپنی آبادیوں میں یاک معیاری نصاب اپنانے کا رجحان قائم کیا تھا لہٰذا ہیلینیائی فلسفہ میں مختلف آرا کے باوجود ہر طالبعلم کو نصابی کتب کا مطالعہ ایک خاص ترتیب سے کرنا پڑتا ہے اس چیز نے ایک حد تک اتحاد و یگانگت پیدا کر دی تاہم فلیسوف اس نصاب کے مطابق نہیں چلتے تھے بکہ جونہی کوئی کتاب دستیاب ہوئی تو اس کا مطالعہ کر لیتے نتیجتاً ان پر نئے افق واضح ہوئے اپنی اسلامی اور عربی بصیرتوں کے علاوہ ان کی سوچ فارسی، ہندوستانی اور غناسطی اثرات رکھتی تھی ۔

چنانچہ قرآن پر منطقی طریقہ کار کا اطلاق کرنے والا پہلا مسلمان یعقوب ابن اسحٰق الکندی (وفات اندازاً ۸۷۰ عیسوی) معتزلیوں کے ساتھ قریبی تعلق اور متعدد اہم وسائل کے حوالے سے ارسطو کئے ساتھ اختلاف رکھتا تھا اس نے بارسا میں تعلیم حاصل کی لیکن بغداد میں مکین ہوا جہاں اسے خلیفہ المامون کی سرپرستی حاصل ہوگئی ریاضی، سائنس اور فلسفہ سمیت متعدد شعبوں میں اس کا اثر و سوخ اور کام بہت زیادہ تھا لیکن اس کی سب سے بڑی دلچسپی مذہب ہی تھا معتزلی ہونے کے ناطے وہ فلسفہ کو محض الہام کی ایک خادمہ کے طور پر ہی دیکھ سکتا تھا پیغمبروں کا القائی علم فلسفیوں کی انسانی بصیرتوں سے ماوراتھا بعد کے بیشتر فلیسوف نے الکندی کے اس نقطہ نظر میں شراکت نہ کی الکندی مذاہب کی روایات میں سچائی تلاش کرنے کا شوقین تھا سچائی واحد تھی اور فلسفی فرض تھا کہ وہ اسے ہر ثقافتی یا لسانی روپ میں تلاش کرے الکندی صرف پیغمبروں تک ہی محدود نہ رہا بلکہ یونانی فلسفیوں کی جانب متوج ہوا اس نے اولین محرک کا وجود ثابت کرنے کے لئے ارسطو والے دلائل استعمال کیئے اس نے کہا کہ منطقی دنیا میں ہر چیز کی ایک علت تھی چنانچہ ایک اولین محرک بھی موجود ہوگا جس نے اس کی حرکت کی ابتدا کی یہ اولین محرک وجود بالذات، بے تغیر، اور ناقابل فنا تھا لیکن یہاں تک پہنچ کر الکندی نے ارسطو کا دامن چھوڑا اور عدم سے وجود کے قرآنی عقیدے کو اپنا لیا حرکت کو عدم میں سے کچھ وجود لانے والی قوت کے طور پر بیان کیا جا سکتا تھا الکندی بت کہا کہ یہ خدا کا استحقاق تھا وہی وہ

واحد ذات ہے جو اس مفہوم میں عمل کر سکتی ہے اور وہی ہمیں پانے ارد گرد کی دنیا میں نظر آنے والی فعالیت کی حقیقی وجہ ہے ۔فلسفہ عدم سے وجود میں آنے کے نظریہ کو رد کرنے لگا سو الکندی کو حقیقی معنوں میں پاک صحیح فلیسوف قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن وہ اسلام میں مذہبطہ سچائی کو فلسفانہ مابعد الطبیعات کے ساتھ ہم اہنگ بنانے کی اولین کوشش کا اعزاز رکھتا ہےس کے جانشین زیادہ انقلاب خیالات کے مالک تھے چنانچہ ابوبکر ابن زکریا الرازی وفات اندازا ۹۳۰ عیسوی جسے مسلم تاریخ میں عظیم ترین سرکش non.conformist قرار دیا جا تاہے نے ارسطو کی مابعد الطیبیعات کو مسترد کیا اور غناسطیوں کی تخلیق کو جہاں آفرین کے طور پر دیکھا وہ اولین محرک کے ارسطوئی نظرئے کو بھی رد کرتا ہے اس تھ ساتھ الہام کی کہانت کی اسلامی عقائد کو بھی تسلیم نہیں کرتا صرف منطق اور فلسفہ ہی ہمیں بچا سکتا ہے چنانچہ الرازی حقیقی معنوں میں ایک وحدانیت پرست نہ تھا شاید وہ پہلا ایسا آزاد منفکر تھا جس نے نظریہ خدا کو ایک سائنسی نداز میں فکر کے ساتھ موافق پایا وہ ایک زبردست طبیب اور فراخدل وشفیق انسان تھا جس نے ایران میں اپنے آبائی گاؤں رعی کے شفاخانے میں کئی برس تک کام کیا پش تر فلیسوف اپنی قوم پرستی کو اس حد ط تک نہیں لے کر گئے تھا یک زیادہ روایتی مسلمان کے ساتھ بحث میں الزاری نے کہا تھا کہ کوئی بھی سچائی طے شدہ روایت پر انحصار نہیں کر سکتا بلکہ ایسے اپنے لئے ایسی چیزوں پر خود ہی غور وفکر کرنا پڑتا ہے کیونکہ صرف منطق ہی ہمیں آگے کی جانب بڑھاتی ہے الہامی عقائد پر بھروسہ کرنا بیکار تھا کیونکہ مذاہب آپس میں موافقت اختیار نہیں کر سکتے کوئی یہ فیصلہ کیسے کر سکتا ہے ککون درست ہے لیکن اس کے مخالف نے ایک اہم نقطہ اٹھایا عام لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے ان میں سے بیش تر فلسفانہ سوچ کے اہل نہیں کیا ان کا مقدر صرف خطا اور بھٹکن ہی تھی فلسفہ کے اسلام میں ایک اقلیتی فرقہ ہی رہنے کی وجہ اس کا طبقہ خواص ساتھ تعلق تھا یہ لازمی طور پر صرف انھیں ہی اپیل کرتا تھا جو ایک خاص ذہنی استعداد رکھتے تھے چنانچہ یہ روح مساوات کے خلاف ہوا جو مسلمان معاشرے میں اثرات دکھانے لگی تھگیتر کی فلیسوف ابونصر الفارابی وفات ۹۸۰ عیسوی نے غیر تعلیم یہافتہ عوام کے مسئلے کے ساتھ نمٹنے کی کوشش جو فلسفانہ اندلیت کے اہل نہ تھے اسے مستند کا بانی قرار دیا جا سکتا ہے اس نے مسلم مثالیت پسندی کی دلکش ظاہر کی ہم الفارابی کو نشاۃ ثانیہ کا آدمی کہہ سکتے ہیں وہ صرف ایک طبیب بلکہ موسیقار اور صوفی بھی تھا اپنی کتاب پاکباز شہر کے باسیوں کے متعلق آرا میں اس نے معاشرتی اور سیاسی تشویات کا بھی مظاہرہ کیا جو مسلم روحانیت میں مرکزی حیثیت رکھی تھیں ری پبلک میں افلاطون نے کہا تھا کہ ایک اچھے معاشرے پر فلسفی کی حکومت ہونی چاہیئے جو منطقی اصولوں کے مطابق حکومت کرے الفاابی نے کہا کہ حضرت محمد بالکل ویسی ہی شخصیت تھے جس جا تصور افلاطون نے پیش کیا آپ نے وقت سے ماورا سچائیوں کو ایک ایسی تخیلاتی صورت میں پیش کیا تھا کہ عام لوگ بھی انھیں سمجھ پائے چنانچہ اسلام افلاطون کے مثالی معاشرے کے لئے عین موزوں تھا شیعہ غالبا اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اسلام کی بہترین صورت تھی جس کی وجہ دانش مند امام پر اس ایمان تھا الفارابی ایک عملی صوفی ہونے کے باوجود الہام کو ایک مکمل فطری عمل کے طعر پر دیکھا یونانیوں کا انسانی پریشانیوں سے لاپرواخذ نبی نوع انسان سے کلام نہیں کر سکتا تھا جس کا تقاضا الہام کو عقیدہ کرتا تھا تاہم اس کا مطلب نہیں تھا کہ خدا الفارابی کی مرکزی تشویات سے بھی نیاز تھا اس کے فلسفہ میں خدا مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس کے مقالے کا آغاز خدا پر ایک بحث کے ساتھ ہوا مگر یہ ارسطو اور پلوٹینس کا خدا تھا تمام موجودات میں اولین الفارابی یہ یقین نہیں رکھتا تھا کہ خدا نیا تخلیق کرنے کا فیصلہ اچانک کیا اس طرح ازلی اور غیر

متحرک خدا متلون مزاج بن جاتا۔

یونونیوں کی طرح الفارابی نے بھی ہستی کے سلسلے کے عقول کے صرود کے دس مراحل کی صورت میں تصور کیا باہری آسمان متعین ستاروں کا حلقہ زحل مشتری مریخ سورج زہرہ عطارد اور چاند کر کے ایک مرتبہ ہم ماتہبائی دنیا میں پہنچ کر جائیں تو کے ایک سلسلے سے اا ساگاہ ہوتے ہیں جو مخالف سمت میں چلتا ہے۔۔۔۔۔۔ بے جان مادے سے شروع ہو کر پودوں اور جانوروں سے ہوتے ہوئے انسان تک انسان کی روح اور عقل الوہی منطق میں حصہ دار ہے جبکہ جسم کا تعلق مٹی کے ساتھ ہے افلاطون اور پلوٹینس کے بیان کردی تطہر کے عمل کے ذریعہ انسان اپنی قدیم زنجیروں کو توڑ کر اپنی فطری مسکنیعنی خدا میں واپس جا سکتے ہیں۔

قرآنی نظریہ حقیقت کے ساتھ واضح اختلافات موجود تھے لیکن الفارابی نے فلسفہ کو سچائیوں کی تفہیم کے ایک برتر راستے کے طور پر دیکھا جیسے پیغمبروں نے شاعرانہ اور علامتی انداز میں بیان کیا تھا تا کہ لوگوں کو سمجھا سکیں فلسفہ ہر کسی کے لئے نہیں تھا دسویں صدی کے وسط تک اسلام میں ایک باطنی عنصر داخل ہونا شروع ہو گیا تھا فلسفہ بھی ایک اسی قسم کا باطنی نظام تھا صوفی ازم شیعہ ازم نے اسلام کی تفسیر علماء سے بالکل مختلف طور پر بھی کی انھوں نے اس لئے کہ اپنے عقائد کو مخفی رکھا۔ اس لئے نہین کہ وہ عام لوگوں کو دور رکھنا چاہتے تھے بلکہ اس لئے کہ صوفیا، شیعوں اور فلیسوف سب کا خیال تھا کہ ان کے اسلام کی اجتہادی صورتوں کا غلط مفہوم لیا جا تا عین ممکن تھا فلسفہ کے عقائد کی سادہ انداز میں وضاحت صوفی ازم کی کہانیاں اور شیعوں کا نظریہ امام بڑی آسانی کے ساتھ ان لوگوں کی الجھن میں ڈال سکتا تھا جو حقیقت مطلق کے بارے میں امام بڑیسوچنے کی منطق اور اتسلالی تربیتنہیں رکھتے تھے ان باطنی فرقوں میں نئے آنے والوں کو ان مشکل نظریات کو قبول کرنے کے لئے بڑی احتیاط کے ساتھ تیار کیا جاتا رہا تھا اور انھیں ذہن و دل کی خصوصی مشقیں کروائی جاتی تھیں مغربنے ایک باطنی روایت تو پیدا کی نہ بلکہ ایک عامیانہ عقیدے کو اپنا لیا جس سب لوگون کے لئے ایک ہی تھا مغربی روایت تو پیدا ہی نہیں کی بلکہ ایک عایانہ عقیدے کو اپنا لیا جو سب عام لوگوں کے لئے ایک تھا مغربی عیسائی اپنے مخرفین کو نجی انداز میں اختیار کرنے کی اجازت دینے جی بجائے ان کا صفایا کر دیا کرتے تھے اسلامی سلطنت میں باطنی مفکرین عموما اپنے بستر پر ہی فوت ہوئے۔

فلیسوف نے بالعموم الفارابی کا نظریہ صدر و قبول کر لیا ہم آگے چل کر دیکھیں کہ صوفیائے بھی عدم سے تخلیق کی نسبت نظریہ صدرو کے ساتھ زیادہ قربت محسوس کی مسلم صوفیا اور یہودی قبالیوں نے فیسوف کی بصیرتوں کو ان کے اپنے زیادہ تخیلاتی مذہبی میں انداز کے لئے محرک محسوس کیا یہ چیز بالخصوص شیعوں میں زیادہ واضح تھی اگر چہ شیعہ اسلام میں ہمیشہ ایک اقلیت رہے ہیں لیکن دسویں صدی کو اہل تشیع کی صدی سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ ساری سلطنت میں کلیدی عہدے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اس وقت انھیں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی جب ۹۰۹ء میں بغداد کی سنی خلافت کے مقابلہ میں تیونس میں ایک خلافت قائم کی گئی یہ اسماعیلی فرقے کی کامیابی تھی جنھیں اثنا عشری شیعوں سے تمیز کرنے کے لئے فاطمی یعنی کہ سات کو ماننے والے کہا جاتا ہے اسماعیلیوں نے اس وقت شیعوں سے علیحدگی اختیار کی جب ۷۶۵ء میں چھٹے امام حضرت جعفر ابن صادق نے وفات پائی غخضرت جعفر نے اپنے بیٹے اسماعیل کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا جب اسماعیل کی وفات ہو گئی تو اثنا عشریوں نے ان کے چھوٹے بھائی موسیٰ کو امام تسلیم کر لیا تاہم اسماعیلیوں نے اپنی وابستگی کے ساتھ ہی قائم رکھی اور کہا کہ یہ

سلسلہ نسل در نسل ختم ہو گیا تھا شمالی افریقہ کی خلافت بے پناہ طاقتور تھی ۹۷۳ء میں انھوں نے اپنا دارالخلافہ القاہرہ میں منتقل کیا اور وہاں ایک بہت بڑی مسجد الازہر بنائی ۔

اسماعیلیوں کو خوف تھا کہ فلیسوف مذہب کے خارجی اور منطقی عناصر پر ضرورت سے زیادہ زور دے رہے تھے اور انھوں نے روحانی پہلو کو بالکل فراموش کر دیا تھا مثلاً انھوں نے آزاد مفکر الرازی کی مخالفت کی لیکن خود بھی سائنس اور فلسفہ ایجاد کر لیا جنھیں رقآن کے داخلی مفہون کو سمجھا کے ضروری خیال کیا جاتا تھا اسماعیلیس نے سائنس کا ستعمال ایک درست اور با معنی تفہیم کے حصول کی بجائے اپنے تخیلات کی ترقی کے لئے کیا انھوں نے ایران کی قدیم زرتشی اساطیر سے رجوع کیا اور کچھ نوفلای خیالات کی آمیزش کر کے نجات کا ایک نیا تصور بنایا یہ یاد رکھنا چاہیے جبکہ زیادہ روایتی معاشروں میں لوگوں کا یہ ایمان تھا کہ یہاں زمین پر ہمارے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر آسمان پر ہونے والے وقوعوں کی باشکشت ہوتے ہیں افلاطون کے صورتوں کے نظریہ نے اسی عقیدے کو فلسفیانہ انداز میں بیان کیا تھا مثلاً اسلام قبل کے ایران میں حقیقت کا ایک دوہرا پہلو تھا چنانچہ دکھائی دینے والے آسمان کے علاوہ ایک دکھائی نہ دیکے والا آسمان بھی تھا جسے ہم اپنی عام بصار ت کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے تھے یہی بات زیادہ مجرد اور روحانی حقیقتوں پر بھی صادق آتی تھی ۔

دسویں صدی عیسوی میں اسماعیلیوں نے اس تصور کو بحال کیا جسے فارسی مسلمانوں نے قبول اسلام کے وقت ترک کر دیا تھا لیکن ہنوازن کی تہذیبی میراث یں شامل تھا الفارابی نے خدا اور مادی دنیا کے درمیان دس مدارج گنوائے تھے اب اسماعیلیوں نے رسول اللہ اور اماموں کو اس آسمانی نظام کی روحیں بنا دیا سب سے اونچے پہلے آسمان پر حضرت محمد تھے دوسرے پر حضرت علی اور باقیوں پر بالترتیب سات امام سب سے نیچے یعنی زمین سے قریب تر آسمان پر حضرت فاطمہ تھیں جن کی وجہ سے یہ مقدس سلسلہ نسل ممکن ہوا ۔ہمیں یہ دیصلہ کرنے میں عجلت نہیں کرنی چاہیے کہ یہ محض ایک خام خیالی تھی آج مغربی دنیا کے تمدن لوگ معروضی درستگی پر زور دیتے تو اپنی زبردست خوبی سمجھتے ہیں لیکن اسمائیلیوں باطنی ایک قطعی مختلف قسم کی جستجو میں لگے ہوئے تیھے شاعروں اور مصوروں کی مانند انھوں نے علامیت استعمال کی جو منطق کے ساتھ بہت کم تعلق رکھتی تجھی لیکن جو ان کے خیال میں عمیق ترین حقیقت کو منکشف کرنے کے لئے زیادہ موزوں تھی چنانچہ انھوں نے قرآن کے نقش کو پڑھنے کا ایک طریقہ تاویل وضع کیا انھوں نے محسوس کیا کہ اس طرح وہ آپس کے قرآن کے نقش اول تک پہنچ جائیں گے تاویل کا مطلب واپس لیجانا ہے ایرانی شیعیت کے مورخ ہنرہ کوروبس نے تاویل کے تصور کا موازنہ موسیقی کے سرتال کے ساتھ کیا یوں سمجھ لیجئے کہ ایک اسماعیلی بیک وقت مختلف سطحوں پر ایک آواز سن سکتا تھا قرآن کی ایک آیت یا حدیث وہ اصل میں اپنی سماعت کو عربی حروف کے سات ساتھ ان کی فلا بازگشت سننے کی بھی تربیت دے رہا تھا اس کوشش نے اسے خاموشی سکتہ سے آگاہ کر دیا جو لفظ کے اردگرد خاموزی کو سماعت کرنے کے ذریعہ الفاظ اور خدا اور خدا کے تصورات اور بھرپور حقیقت کے مابین حائل خلیج آآگاہ ہو جاتا ہے یہ ایک ایسا نظام تھا جس نے مسلمانوں کو خدا کی تفہیم اسی انداز میں کرنے میں مدد کی کس کا وہ حقدار تھا کہ ایک سرکرہ اسماعیلی مفکر ابو یعقوب سجستانی وفات ۹۷۱ء نے اس نادز کی وضاحت کی مسلمان عموماً خدا کا ذکر تجسیمی حوالے سے کرتے ہیں جبکہ اس کی حیثیت کم کر کے ایک تصور تک ہی محدود کر دیتے ہیں کہ اس کے بجائے سجستانی دوہری نفی کے استعمال کی حمایت کی ہمیں یہ خدا کے بارے میں نفی کے ساتھ بات شروع کرنی چاہیے مثلاً اسے ہسیت

کی بجائے لاہستت عاقل کی بجائے غیر علم وغیرہ کہنا چاہئے لیکن ہمیں اس فوراً اس بے جان اور مجرد نفی کو مسترد کہنا چاہیے کہ خدا لاغی رعلم نہیں ہے وہ انسانی نداز میں بیسن کی کسی بھی صورت سے آگاہ نہیں رکھتا الفاظ کی یہ مشق بار بار دوہرانے سے باطنی کو زبان کے ناکافی پن سے آگاہ ہی ہو جاتی ہے ۔

بعد کے ایک اسماعیلی مفکر حمید لا دین کرمانی وفات ۱۰۲۱ء نے اس بات پر بے پناہ طمانیتاو رسکون کا اظہار کیا کہ اس مشق میں اس رحاف العقل یعنی کہ مرہم پیدا کیا اسماعیلی مصنفین نے اکثر بصیرت اور قلب مائیت کے حوالے سے اسے اپنے باطن کا ذکر کیا تاویل کا مقصد خدا کے متعلق معلومات حاصل کرنا نہیں بلکہ تحیر کا ایک احساس پیدا کرنا تھا جو باطنی منطق کی نسبت زیادہ گہرائی میں روشن کرتا تھا درحقیقت چھٹے امام جعفر ابن صادق نے ایمان کی تعریف بطور عمل کی تھی حضرت محمدؐ آئمہ کی پیروی میں معتقد کو اپنے تصور خدا کو اس مادی دنیا میں موثر بنانا تھا ۔

اخوان الصفا بھی ان تصورات میں شراکت رکھتے تھے یہ باطنی طبقہ فکر دسویں صدی کے دوران بصڑرہ میں ابھرا اخوان غالباً اسماعلیوں کی ہی ایک شاخ تھے اسماعلیوں کی طرح انھوں نے بھی سائنس، بالخصوص ریاضی اور علم فلکیات کے ساتھ ساتھ سیاسی عمل کع اپنی توجہ کا مرکز بنایا وہ بھی وطن یعنیہ زندگی کے مخفی مفہوم کی جستجو میں تھے ان کے رسائل کو فلسفیانہ علوم کی انسائیکلو پیڈیا بن تگئے بہت مقبول تھے اور سپین تک بھی پہنچے اخوان نے بھی سائنس اور تصوف کو ملا یا ریاضی کو فلسفہ اعر نفسیات کا دیباچہ خیال کیا گیا مختلف اعداد روح میں خوابیدہ متعدد صلاحیتوں کو منکشف کرتے تھے اور وہ ذہن کی کارکردگیوں سے آگاہ ہونے کے لئے ارتکاز فکر کا ایک طریقہ بھی تھے نفس کی ایک گہری تفہیم کی ضرورت نے اسلامی تصوف میں کلیدی حیثیت اختیار کر لی سنی صوفیا جن کے ساتھ اسماعیلی گہر اتعلق محسوس کرتے تھے کا ایک موقولہ تھا جس نے اپنے آپ کو جان لیا اس نے خدا کو بھی جان لیا اخوان فلیسوف سے بھی کافی قریب تھے مسلمان منطق پسندوں کی طرح انھوں نے بھی سچ کے ساتھ اتحاد پر زور دیا جس کی تلاش کہیں کرنا چاہیے تھی سچ کی متلاشی کو کسی کتاب سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے کسی علم کو مسترد نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی ایک عقیدے کو مستقل طور پر تسلیم کرنا چاہیے انھوں نے خدا کا ایک نو فلاتی نظریہ بنایا فلیسوف کی طرح انھوں نے افلاطونی نظریہ صور اختیار کیا اور قرآن کے عدم سے تخلیق کے نظریہ سے نظریں پھیر لیں دنیا الوہی کا مظہر تھی اور نسان اپنی اتسلالی قوتوں کی تطہر کرنے کے ذریعہ الوہی ذات میں حصہ دار بن سکتا تھا ۔فلسفہ ابو علی ابن سینا ۹۸۰ تا ۱۰۳۷ ایکے کام میں اپنی اوج کو پہنچا وہ وسطی ایشیا میں بخارا کے قریب ایک شیعی گھرانے میں پیدا ہوا اس پر اس مائیلیوں کا بہت اثر تھا جو اس کے والد کے ساتھ بحث کرنے آیا کرتے تھے سولہ بر دکی عمر میں پہنچنے پر وہ اہم ترین بیعوں کا مشرکین بن گیا تھا اور اٹھارہ برس کی عمر میں اس نے ریاضی منطق اور بطیعات پر عبور حاصل کر لیا تا ہم اسے ارسطو کچھ مشکل لگا لیکن لافرابی ی لکھی ہوئی ایک شرح پڑھنے سے اسے امید کی جھلک نظر آئی ابن سینا شہوانیت کا دلدارہ بھی تھا اور کہا جاتا ہے ہ وہ مباشرت اور شراب نوشی کی کثرت کی وجہ سے زیادہ لمبی عمر نہ پا سکا ۔

ابن سینا نے محسوس کر لیا کہ فلسفے کو اسلامی لنطت کے اندر بدلتے ہوئے حالات کے مطابق بنانے کی ضرورت تھی خلافت عباسیہ زوال پذیر تھا اور اب خلافتی ریاست کو اف؛ لاطون اور ری پبلک کی بیان کردہ فلسفیانہ ریاست کے طور پر تصور کرنا ناممکن نہ رہا تھا فطری طور پر ابن سینا نے شیعہ کی روحانی اور سیاسی امنگوں کے طور پر کی جانب کشش محسوس کی لیکن اس کا جھکاؤ فلسفہ کی نوفلانیت کی جانب زیادہ تھا جسے سابق

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

فلیسوف کی نسبت زیادہ کامیابی کے ساتھ اسلامائز کیا اس نے الہامی مذہبی کو فلسفہ کے ایک کمتر روپ کی صورت میں دیکھنے کے بجائے کیا کہ رسول اللہ کسی فلسفی سے برتر تھے کیونکہ ان کا انحصار انسانی استدلال کی بجائے خدا کے براہ راست اور وجدانی علم پر تھا یہ بالکل صوفیا کئے وجدانی تجربے جیسا تھا اور اسے پلوٹینس نے عقل کی اعلیٰ ترین صورت قرار کردہ ثبوتوں کی بنیاد پر خدا کے وجود کا منطقی مظاہرہ کرنے کرنے کی تیاری کی اس کا یہی منصوبہ بعدازاں یہودیت اور اسلام دونوں میں حتمی معیار بن گیا ابن سینا اور نہ ہی فلیسوف کو خدا کو ہستی پر کوئی شک نہ تھا انھوں نے کبھی اس بارے پر شک ظاہر نہ کیا کہ انسانی عقل تن تنہا سی ہستی مطلق کا علم حاصل کر سکتی تھی منطق انسان کی اعلیٰ ترین سرگرمی تھی ابن سینا نے عقلی اہلیت کے حامل لوگوں کا مذہبی فرض قرار دیا کہ وہ خدا کو تلاش کریں یا نکہ منطق خدا کے تصور کو واضح کرنے اور اسے تشبیہت اور توہمات سے آزاد کروانے کے وابل تھی خدا کی ہستی مظاہرہ کرنے کے حامی ابن سینا اور اس کے جانشین لفظ موجودہ مفہوم میں لمحہ نہیں تھے وہ خدا کی فطرت کے متعلق مواد ار بھر معلومات حاصل کرنے نا چاہتے تھے۔

ابن سین اکا ثبوت ہمارے ذہن کے انداز کاردگی پر غور وفکر کتے ساتھ شروع ہوتا ہے ہمیں دنیا میں ہر طرف نظر آنے والی اشیاء متعدد مختلف عناصر پر مشتمل ہیں مثلا فدرخت چھال گودے شاخوں اور پتوں سے ملکر بنا ہے ہم کسی چیز کو سمجھنے کی کوشش میں اس کا تجزیہ کرتے یعنہ کہ اسے ہرممکن حد تک جز جز کر کے سوچتے ہیں ہمیں اجزائے ترکیبی بنیادی اور ان کا مجموعہ ثانوی لگتا ہے یہ فلسفہ کا ایک اصول تھا کہ حقیقت ایک اہم کل کی حیثیت رکھتی ہے تمام فلاطینوں کی طرح ابن سینا بھی یہی کہا کہ ہمیں اردگرد ہر کہیں بنظر آنے والی تکثریت یعنی چیزوں کی کثرت واحد بنیادی کی جانب دلالت کرتی ہے چونکہ ہمارا ذہن اشیاء کو ان کی ترکیبی صورت میں لینے پر مائل ہے اس لئے یہ رجحان کسی بیرونی اعلیٰ حقیقت کا پیدا کردہ ہے کثیر اشیاء عارضی ہیں اور عارضی ہستیاں اپنی تہہ میں موجود حقیقتوں سے کمتر ہیں ابن سینا جیسے فلسفی نے اس بات کو جوں توں کا تو مان لیا کہ کائنات منطقی تھی اور کائنات میں ضرور سب سے اوپر ایک واجب الوجوادادا ور غیر متغیر ہستی موووو وجود تھی جو سارا نظام چلاتی ہے علت ومعلول کا یہ سلسلہ کسی ایک نقطے سے لازماً شروع ہوا ہوگا اس قسم کی ہستی مطلق کی عدم کی موجودگی کا مطلب یہ ہوتا کہ ہمارے ذہن مجموعی حقیقت سے کوئی انس رکھتے اور نتیجتاً کائنات ہم آہنگ اور منطقی نہ رہتی چیزوں کی اس اکثریت کی بلندی پر موجود ہستی ہی وہ ذات ہے جسے مذاہب خدا قرار دیتے ہیں چونکہ یہ سب سے اعلیٰ چیز ہے اس لیے یہ مطلقاً کامل اور قابل پرستش واحترام بھی ہوگی۔

فلسفی اور قرآن اس بات پر متفق تھے کہ خدا بذات خود سادگی ہے وہ واحد تھا چنانچہ اس کا مطلب یہہ ہوا کہ انسان اسے جز جز کر کے نہیں نہیں دیکھا جاسکتا چونکہ یہ ہستی قطعی طور پر سادہ ہے اس لیے یہ کوئی صفات علت اور بنیادی جہت نہیں رکھتی اور نہ ہی ہم اس کے بارے میں کچھ قطعی طور پر کہہ سکتے ہیں چونکہ خدا لازمی طور پر یکتا ہے لہذا اسکا موازنہ کسی بھی یسی چیز کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا عام طور پر مفہوممیں وجود رکھتی ہے اس لیے خدا کے بارے میں بات کرتے وقت نفی کا انداز ااستعمال کرنا قابل فہم ہئے ارسطو نے تعلیم دی تھی کہ خدا خالصتاً منطق ہے اس لئے وہ اپنے آپ اور فانی حقیقت پر غور وفکر ہیں کر سکتا تھا یہ بات خدا کے الہامی تصور سے میل کھاپی جس کے مطابق خدا علیم وخبیر اور ہر جگہ موجودہ ابن سینا نے ایک مفاہمت کرانے کی کوشش کی خدا اس قدر رفیع الشان ہے کہ انسان جیسی کمیتر شے کے ادراک میں نہیں آسکتا خدا کی سوچ اس حد تک کامل ہے کہ اس کا عمل اور سوچ ایک ہی ہے خدا ہمیں اور ہماری دنیا کو صرف عمودی سطح پر ہی جانتا ہے اور تفصیلات میں نہیں جانتا

ستاہم ابن سینا خدا کی فطرت کے بارے میں اس کے مجرد بیان سے مطمئن نہ تھا وہ اس کا تعلق اہل ایمان صوفیوں اور باطنیوں کے مذہبی تجربے کے ساتھ جوڑتا چاہتا تھا درحقیقت ابن سینا اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ایک صوفی کے روپ میں نظر آتا ہے اپنی کتاب الالشارات میں وہ خدا کو سمجھنے کے منطقی انداز کے فکر خلاف تھیت وہ مشرقی فلسفہ کی جانب پلٹ رہا تھا اس سے مراد مشرق کی سمت کی نہیں بلکہ اشراق یعنی نور تھی وہ ایک باطنی، مقالہ لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا جس میں منطق کے ساتھ ساتھ اشراق کو بھی بنیاد بنایا جاتا ہمیں اس بارے میں یقین نہیں ہے کہ تھا جس منطق کے کے آیا اس نے مقالہ واقعی تحریر کیا تھا اگر اس نے کیا تھا تو آج وہ سلامت نہیں لیکن ایرانی فلسفی تحییسہر وری نے اشراقی مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی جس نے فلسفہ کو روحانیت کے ساتھ مدغم کے ابن سینا کو ساچاہوا کام پورا کر دیا۔

کلام اور فلسفہ کے قواعد نے اسلامی سلطنتوں میں ایک ہی جیسی عقلی تحریک پیدا کی انھوں نے فلسفہ کو اپنی زبان میں لکھنے کا آغاز کیا اور پہلی مرتبہ میں مابعد یہودیت میں مابعد الطبیعاتی عنصر متعارف کروایا مسلم فلیسوف کے برعکس یہودی فلسفیوں نہ علم کی ساری وسعت میں لدچسپی نہ لی بلکہ تقریباً مکمل طور پر مذہبی امور کو توجہ کا مرکز بنائے رکھا انھوں نے محسوس کیا کہ انھیں اس کام کا جواب اسی کے انداز میں دینا ہوگا اور اس بائبل کے شخصیتی خدا اور فلیسوف کے خدا کی صف آرائی ہوناتھی مسلمانوں کی طرح وہ بھی صحیفوں میں خدا کے علامتی پورٹریٹ کے بارے میں پریشان تھے اور خدسے سوال کرتے تھے کہ وہ فلسفیوں والا ہی خدا کیسے ہوسکتا ہے وہ دنیا کی تخلیق کے مسئلے اور الہام اور منطق کے درمیان تعلق سوچتے ظاہری بات ہے کہ وہ مختلف نتائج پر پہنچے لیکن ان کا انحصار مسلمان مفکرین پر بہت زیادہ تھا یہودیت کی سب سے پہلے ایک فلسفانہ تشریح کرنے والا سعدیا ابن جوزف ۸۸۲ تا ۹۴۲ء تالمودی ہونے کے ساتھ ساتھ تعزلی بھی تھا وہ یقن رکھتا تھا کہ منطق صرف اپنی قوتوں کے ذریعہ ہی خدا کا علم حاصل کرنے کے قابل ہوسکتی ہے تاہم مسلمان مفکرین کی طرح اسے بھی خدا کی ہستی پر کوئی شک نہیں تھا۔

سعدیا نے دلیل دی کہ یہودی کو الہام کی سچائیاں تسلیم کرنے کے لئے اپنے استدلال پر زور ڈالنے کی ضرورت نہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ خدا کہ انسانی منطق کے ذریعہ قطعی طور پر قابل حصول تھا سعدیا نے تسلیم کیا کہ عدم سے تخلیق کا تصور فلسفیانہ مشکلات سے بھرپور تھا اور اسے منطقی انداز میں بیان کرنا ممکن نہ تھا کیونکہ فلسفے کا خدا کوئی اچانک فیصلہ کرنے اور تبدیلی شروع کرنے کا اہل نہیں ایک مادی دنیا مکملا روحانی خدا میں سے کس طرح پیدا ہوسکتی ہے یہاں آخر ہماری منطق جواب دی جاتی تھی اور ہمیں قبول کر لینا پڑتا تھا کہ دنیا ازلی نہیں تھی بلکہ زمانے کے دوران ہی شرع ہوئی یہی ایک ایسی تعریف تھی جو صحیفے اور عقل سلیم سے مطابقت رکھتی تھی اگر ہم ایک مرتبہ اسے تسلیم کر لیتے تو خدا کے متعلق دیگر حقائق تک پہنچ سکتے تھے تخلیق شدہ نظام کی منصوبہ بندی عقل کے ساتھ کی گئی یہ حیات اور توانائی کا حامل ہے چنانچہ اس کا خالق خدا بھی لازماً عقل حیات اور وقت رکھتا تھا یہ صفات محض خدا کے پہلو ہیں خدا کی حقیقت بیان کرنے میں ہماری زبان کی نااہلی کے باعث ہمیں اس کا تجزیہ اس انداز میں کرنا پڑتا ہے کہ اگر خدا ہم کے بارے میں ہر ممکن طور پر کامل انداز میں بات کرنا چاہتے ہیں تو بس اتنا ہی کہنا چاہیے کہ وہ وجد رکھتا ہے تاہم سعدیا نے خدا کے تمام مثبت بیانات کو ممنوع قرار دیا اور نہ ہی وہ فلسفیوں کے بعید اور غیر شخصی خدا کو بائبل کے شخصی اور علامتی خدا سے برتر بنا تا ہے مثلاً دنیا میں ہ یں نظر آنے والی تکلیف اور دکھ کے بارے میں بات کرتے ہوئے وہ عقلی لکھاریوں کے پیش کردہ حلقوں اور تالمود سے رجوع کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ تکلیف گناہ سزا ہے یہ ہمیں پاک وطاہر کر کے منکسر بناتی ہےُ کوئی

فلیسوف اس توضیح سے مطمئن نہ ہوتا سعدیا نے صحیفے کے الہامی خدا کو فلسفہ کے خدا سے کمتر نہ سمجھا پیغمبر کسی بھی فلسفی سے برتر تھے نتیجتا منطق محضا بائبل کی تعلیمات کو منطقی انداز مین بیان کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کرسکتی ۔

دیگر یہودی کچھ آگے تک گئے تو فلانی سولومن گبیرول ۰ (۱۰۲۲تا۱۰۷۰ء) نے سرچشمہ حیات میں عدم سے تخلیق ہونے کا عقیدہ قبول کرنے کی بجائے صدور کا نظریہ اپنا کر خدا کو کچھ بے ساختگی اور آزادی دی باہیہ ابن پا کودہ وفات ۱۰۲۲ء کٹر فلاطونی تو نہیں تھا لیکن اس نے ہمیشہ ضرورت پڑنے پر کلام کے طریقہ کار سے رجوع کیا لہذا سعدیا کی طرح اس نے بھی کہا کہ خدا دنیا کی تخلیق ایک خاص لمحے میں کی تھی دنیا محض کسی حادثے کے نتیجہ میں اچانک وجود میں نہیں آگئی تھی یہ بات ایسی ہی مضحکہ خیز تھی جیسے یہ کہنا کہ روشنائی یونہی صفحے پر گری اور لا فاظ خود بخود وجود میں آگئے دنیا کی تنظیم اور مقصدیت دکھاتی ہے کہ ایک خالق ضرور موجود ہوگا جیسا کہ صفحے ،میں بھی کہا گیا ہے ۔

باہیہ یقین رکھتا تھا کہ صرف پیغمبروں اور فلسفیوں نے ہی خدا کی موزوں انداز میں عبادت کی پیغمبر خدا کے بارے میں براہ راست بصیرت رکھتے تھے جبکہ ایک منطقی علم کے حامل تھے باقی تمام شخص خدا کی عبادت محض اپنے اپنے تصور کر رہے تھے اگر وہ بھی اپنے لئے خدا کی وحدانیت اور موجودگی کو ثبوت کرنے کی کوشش کرتے تو ان کی حالت بھیڑ چال میں شریک اندھوں جیسی تھی لیکن اگر منطق ہمیں خدا کے متعلق کچھ بتانے سے قاصر تھی تو دینیاتی مسائل پر منطقی بحث کے لیے نکتہ کیا تھا اس سوال نے مسلمان مفکر ابوحمید الغزؒ ی (۱۰۵۸تا۱۱۱۱) کو بہت تنگ کیا وہ خراسان میں پیدا ہوا اور زبردست اشعری محقق جوینی کی شاگردگی میں کلام کا مطالعہ اس قدر شاندار میں کیا کہ صرف ۳۳ برس کی عمر میں اسے بغداد کی مشہور نظامیہ مسجد کا ڈائریکٹر لگا دیا گیا وہ اسماعیلیوں کے شیعی چیلینجوں کے مقابلے میں سنی عقائد کا دفاع کرنا چاہتا تھا تاہم الغزالی بڑی چین طبیعت کا مالک تھا جس نے اسے سچائی کی تلاش میں سرگرداں رکھا نہایت عمیق تحقیقات کے باوجود حقیقت مطلق اس کی پہنچ سے باہر رہی اس کے اہم عصروں نے خدا کو بہت سے طریقوں سے تلاشکیا۔۔۔۔۔اپنے اپنے مزاج اور شخصیت کی ضروتوں کے مطابق فلسفہ کلام اور تصوف میں غزالی نے چیزوں کی اصل ماہیت سمجھنے کے لئے ان تینوں نظاموں کا مطالعہ کیا مگر اصل میں وہ معروضی سچائی کی تلاش میں تھا ۔

کسی بھی جدید متشکک کی طرح غزالی ابھی پوری طرح آگاہ تھا کہ قطعیت ایک نفسیاتی حالت تھی جو لازمی نہیں کہ معروضی طور پر بھی درست ہو فلیسوف نے کہا کہ انھوں نے منطقی دلائل کے ذریعہ قطعی علم حاصل کیا صوفیا کا اصرار تھا کہ انھون نے اسے صوفیانہ نظم وضبط میں پایا تھا اسماعیلیوں نے محسوس کیا کہ صرف اماموں کی تعلیمات میں مل سکتا تھا لیکن جس حقیقت کو ہم خدا کہتے ہیں اس کا ثبوت تجربی طور پر نہیں دیا جا سکتا روایتی منطقی ثبوت الغزالی کو مطمئن نہ کرسکے کلام کے ماہرین نے صحیفے میں ملنے والے مفروضوں کے ساتھ آغاز کیا کہ لیکن انھیں شک کی کسوٹی پر نہ رکھا گیا اسماعیلیوں نے ایک پوشیدہ اور نا قابل رسائی امام کی تعلیمات کو بنیاد بنایا لیکن ہم ہم اس نے اس بارے مین کیسے پر یقین ہوسکتے تھے کہ امام الوہی طور پر فیض یافتہ تھا کہ اور اگر ہم اسے نہیں نہیں پا سکتے تو اس فیض کا مقصد کیا تھا فلسفہ بالخصوص تسلی بخش تھا الغزالی نے الفارابی مکمل عبور حاصل کیا اپنی کتان فلسفیوں کی بے ربطی میں اس نے دلیل دی کہ فلیسوف محض سوالی تھے اگر فلسفہ خود کو صرف طب علم افلاک یا ریاضی کی طرح دنیاوی مظاہر تک محدود کرلیتا تو نہایت مفید ہوتا لیکن ہمیں خدا کے متعلق کچھ بھی نہ بتا سکتا کوئی بھی خدا

تفصیلات کی بجائے ڈرف عمودی اور ہمی گیر چیزوں کے بارے میں ہی جانتا ہے ان کی یہ دلیل غیر موزوں تھی کہ خدا اتنا رفیع الشان ہے کہ سفل:ی حقیقتوں کو نہیں جانتا کیونکہ کسی بھی چیز سے لاعلمی کو رفیع الشان کیسے سمجھا جا سکتا تھا ان میں سے کسی بھی خیال کی تصدیق کرے کا کوئی طریقہ موجود نہیں چنانچہ فلیسوف ذہن سے ماوراعلم کو جاننے کے لئے غیر منطقی اور غیر فلسفانہ انداز اپنا رہے تھے۔

لیکن متلاشی حقیقت کس منزل پر پہنچتا تھا کیا خدا پر ایک مستحکم اور غیر متزلزل ایمان ممکن تھا اس جستجو کی مشکل نے الغزالی کے ذہن پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ اس نصا جوابدے گئے وہ کچھ بھی کھانے پینے قابل نہ رہا اور شدید مایوسی اور کرب محسوس کیا آ کر کار ۱۰۹۴ء میں وہ قوت سے گویائی سے محروم ہو گیا چہیوں نے درست طور پر اس کے مرض کی تشخیص ایک گہرے نفسیاتی دباؤ اور الجھن کے طور پر جب تک وہ اپنی الجھنوں سے چھٹکارا نہیں پا لیتا اتنی دیر تک اچھا نہیں ہو سکتے گا ایمان بحال نہ ہونے کی صورت میں عذاب جہن ہم کے خوف سے الغزالی نے اپنا اعلی عہدہ چھوڑ اور صوفیوں میں شامل ہو گیا۔

وہاں اسے اپنے ممکن کی مرادل گئی الغزالی نے اپنی منطق کو چھوڑے بغیر یہ دریافت کیا کہ صفیا خدا نامی چیز کا براہ راست لیکن وجدانی علم حاصل کرتے تھے عربی لفظ وجد کا ماخذ وجدہ ہے جس کا مطلب ہے کہ اس نے پا لیا چنانچہ وجد کا مطلب پانے کے قابل چیز لیا جا سلتا ہے خدا کی ہستہ کو ثابت کرنے کے متمنی کسی عرب فلسفی کو یہ ضروورت نہ تھی کہ وہ خدا کو بھی اور بہت سی چیزوں میں ایک چیز عنا کر رکھ دے اسے تو بس یہ ثابت کرنا تھا کہ اس نے اسے پا لیا خدا کے وجد کا مطلق ثبوت اس وقت ملتا جب معتقد موت کے بعد خدا کے سامنے حاضر ہوتا تھا لیکن پیغمبروں اور صوفیوں کے تذکروں کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیے جنھوں نے ی تجربہ جیتے جی ہی کر لینے کا دعوی کیا ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ یہ دعوے جھوٹے یا کسی غلط روایت پر مبنی ہو سکتے ہیں لیکن الغزالی نے ایک صوفی کی حیثیت میں دس برس گذارن ء کے بعد یہ جانا کہ مذہبی تجربہ انسانی عقل و دانس سے ماوراحقیقت کی تصدیق کرنے کا واحد ذریعہ تھا خدا کے بارے میں صوفی کا علم کوئی منطقی یا مابعد الطبیعاتی علم نہ تھا بلکہ اسے قدیم پیغمبروں کے وجدان جیسا سمجھنا چاہیئے۔

لہذا الغزالی نے ایک باطنی مسلک بنایا جو صوفیا سے نالاں مسلمان اسٹیلمنٹ کے لئے وقابل قبول تھا ابن رشد کی طرح اس نے مادی اور حسیات کی دنیا سے پرے ایک نقش اول اقلیم کے قدیم نظریے سے رجوع کیا نظر آنے والی دنیا یا عالم الشھارۃ اس دنیا کا کمتر اور گھٹیا روپ ہے جسے الغزالی نے فلاطونی دانش کو دنیا یا عالم الملکوت کہا مسلمانوں کے قرآن اور یہودیوں عیسائیوں کی بائبل میں اس روحانی دنیا کی بات کی گئی ہے انسان ان دنوں دنیاؤں کے درمیان بٹا ہوا تھا وہ مادی دنیا کے ساتھ اعلی روحانی دنیا کے سابق ساتھ تعلق رکھتا تھا کیونکہ خدا کے اس کے اندر الوہی نقش بنایا ہے الغزالی اپنے صوفیائے مقالے مقالے نقش بنایا ہے الغزالی صوفیانہ مقالیمشکوۃ الانوروار میں قرآن کریم کی سورہ نور کی تفسیر کرتا ہے اس سورہ میں بیان کردہ نور انسان اور خدا کے علاوہ دیگر روشن اجرام کے حوالے سے بھی ہے چراغ اور ستارے ہماری منطق بھی ذہن کو روشن کرتے ہے یہ نہ صرف ہمیں دیگر اشیاء بلکہ خدا کا ادراک کرنے کے قابل بھی بناتی ہے ی زمان و مکان سے ماورا ہو سکتی ہے چنانچہ روحانی کی حقیقت میں حصہ دار ہے لیکن منطق سے اغزالی کی مراد ہمارے ذہن کی تجزیہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں وہ اپنے پڑھنے والوں کو یاد دلاتا ہے کہ اس کی پیش کردہ تفسیر کو لغوی معنوں میں نہ لیا جائے ہم ان معاملات کے بارے میں صرف اس کی پیش

تصورانداز میں بات کر سکتے ہیں جو تخلیقی تصور کو تحفظ دیتی ہے ۔
تاہم کچھ لوگ ایک وقت کے مالک بھی ہوتے ہیں الغزالی اس وقت کو پیغمبرانہ روح قرار دیتا ہے اس صلاحیت سے عادی لوگ محض اس وجہ سے اس کی قوت کی موجودگی سے انکار نہین کر سکتے کیونکہ انھیں اس کا تجربہ نہیں کیا ہوتا ہم اپنی وقت استد؛ لال اور تخیل کی قوتوں کے ذریعہ خدا کے بارے مین کچھ جان سکتے ہیں لیکن علم اعلی ترین قسم پیغمبروں جیسے لوگ ہی حاصل کرنے کے قابل ہیں کچھ دیگر روایات کے صوفیوں نے بھی وجدانی صلاحیتوں کو مخصوص شخصیات کے ساتھ منسوب کیا ہر کوئی اس باطنی وصف کا حامل نہیں ہوتا لہذا الغزالی کا خدا ایک بیرونی ،معروضی ہستی کی بجائے کل پر غالب اور مطلق حقیقت ہے جس کا ادراک عام چیزوں کو ادراک کرنے کے انداز میں نہیں کیا جا سکتا

صوفیوں کا خدا

یہودیت عیسائیت اور کچھ کم حدتک اسلام نے بھی ایک شخصی خدا کا تصور پیش کیا اس لیے ہم سوچ سکتے ہیں کہ یہ تصور مذہب کی بہترین انداز میں نمائندگی کرتا ہے شخصی خدا نے وحدانیت پرستوں کو اس قابل بنایا کہ وہ فرد کے مقدس اور نا قابل منسوخ حقوق کی قدر کر سکیں اور انسانی ذات کو رفیع الشان بنائیں یہودی۔ عیسائی روایت نے اس طریقہ سے مغرب کو اپنی اقدار میں آزاد انسانیت پرستی حاصل کرنے میں مدد دی اصل میں یہ اقدار شخصی خدا کی دین تھیں جو تمام انسانی وظائف سرانجام دیتا تھا وہ بالکل ہماری طرح محبت کرتا فیصلے سناتا سزائیں دیتا ، دیکھتا سنتا، بناتا اور تباہ کرتا ہے ابتدا میں یہواہ اور زور انسانی پدنس و ناپسند والا نہایت شخصی خدا تھا تھا ہم بعد میں وہ ماورائیت کی ایک علامت بن گیا جن کی سوچیں ہمارے جیسی نہ تھی اور جس کے راستے ہم سے بہت اوپر آسمانوں میں منتقل ہو گئے شخصی خدا مذہب کی ایک اہم تفہیم عطا کرتا ہے شخصی نظریہ مذہبی اور اخلاقی ترقی کی راہ میں یاک اہم ناگریز مرحلہ رہا ہے اسرائیل کے پیغمبروں نے اپنے تمام جذابت احساسات خدا کے منسوب کر دیئے بودھوں اور ہندوؤں کو حقیقت مطلق کو اوتاروں کی صورت میں ایک شخصی روپ دینا پڑا عیسائیت نے ایک انسان کی ذات کو ایسا روپ دے دیا جس کی مثال مذہب کی تمام تاریخ میں نہیں ملتی اس نے یہودیت کے نظریہ شخصیت کو انتہا تک پہنچا دیا اگر شاید اس قسم کی تشبیہت موجود نہ تھی تو مذہب اپنی جڑیں ہی گیری نہ کر پاتا ۔
تاہم شخصی خدا ایک بھاری بوجھ بن سکتا ہے کہ وہ ہمارے تخیل میں تراشے ہوئے محض ایک تصور کی صورت اختیار کر لے ۔۔۔ ہماری اپنی محدود ضروتوں ،خوفوں اور خواہشات کی ہی بڑھا چڑھا کر پیش کی ہوئی صورت ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ ابھی چیزوں سے محبت یا نفرت کرتا ہے جو پیار لئے یوں ہمیں اپنے تعصاب کی توثیق حاصل ہو جاتی ہے جب خدا کسی تباہی کو روکنے میں ناکام ہو جاتا یا کسی ٹریجڈی کا خواہش مند نظر آتا ہے تو بہت ظالمانہ روپ بھی اختیار کر سکتا ہے تباہی و بربادی کو خدا کی منشا سمجھنے کا عقیدہ ہمیں اپنے گھٹاؤنے حالات چپ چاپ قبول کلرنے پر مائل کرتا ہے خدا کو ہر مرد عورت بنانا بھی اسے محدود کرتا ہے یوں سمجھ لیں کہ ایسی صورت میں آسدی انسانیت نظر انداز ہو سکتی ہے چنانچہ شخصی خدا کا نظ ۵ ریہ یہ خطرات سے پر ہے شخصی خدا ہمیں اپنا انا کی حدود میں سے نکلنے پر مجبور کرنے کے بجائے ہمیں اور بھی زیادہ بندر ہنے پر مائل کر سکتا ہے وہ خود کو دیئے گئے روپ کے مطابق ہی ہمیں بھی ظالم ، جابر جانبدار بندر ہنے پر مائل کر سکتا ہے لہذا لگتا ہے کہ شخصی خدا کا تصور ہماری مذہبی ترقی کی راہ میں محض ایک مرحلہ ہے غالبا تمام مذاہب عالم نے خطرہ محسوس کر لیا اور حقیقت مطلق کے شخصی تصور

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

سے بالاتر ہونے کی کوشش کی۔

ہم یہودیت کے مقدس صحائف کو پاکیزگی اور بعد میں قبائلی اور شخصی یہواہ کو تیار گنے کی کہانی کے طور پر پڑھ سکتے ہیں عیسائیت نے ماورائے شخصی متعارف کروا کر مجسم خدا کا مسلک منوانے کی کوشش کی مسلمانوں کو بھی بہت جلد خدا کی سمیع وبصیر جیسی صفات کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تینوں وحدانیت پرست مذاہب میں باطنی روایت پیدا ہوئی جس نے ان کے خدا کو شخصی کیٹگری نکال کر کافی حد تک نروان اور برہم آتما جیسی غیر شخصڈی حقیقتوں سے مشابہی بنا دیا چند ایک لوگ ہی حقیقی تصوف کے اہل ہیں لیکن تینوں بڑے مذاہب میں صوفیوں کے خدا کو ہی سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی جو آج تک قائم ہے۔

تاریخی وحدانیت پرستی اصلا صوفیانہ نہیں تھی تینوں پیغمبرانہ مذاہب کا مطمع نظر خدا اور انسانیت کے درمیان شخصی ملاقات ہے یہ خدا عمل کے ساتھ ناگریز طور پر مربوط ہے وہ ہمیں اپنی طرف بلاتا ہے وہ ہمیں اپنی محبت قبول یا مسترد کرنے کی چوائس دیتا ہے یہ خدا انسانوں کے ساتھ مکالمہ کرتا ہے کہ اسے ہم کلام ہوتا ہے عیسائیت میں خدا کے ساتھ تعلق محبت سے عبادت ہے لیکن محبت یا بھگتی کے لئے انی انا کو کچلنا لازمی ہے محبت میں انا پسندی کا امکان ہمیشہ موجود رہتا ہے، پیغمبروں نے ارسطویات کے خلاف اعلان جنگ کیا ان کا خدا قدیم اساطیر کی بجائے تاریخ میں فعال تھا تاہم جب وحدانیت پرست تصوف کی جانب راغب ہوئے تو ارسطوریات نے دوبارہ خود کو مذہبی تجربے کے مرکزی ذریعے کے طور پر منوالیا۔

صوفیانہ مذہب زیادہ براہ راست ہے کہ مشکل وقت میں غالب عقائد کے مقابلہ میں زیادہ مددگار ثابت ہوت ہے تصوف کے قواعد معتقد کو واحد کی جانب لیجانے اور مستقبل طور پر پذیر ہونے والا یہودی میں مدد دیتے ہیں تاہم تیسری اور چوتھی صدی عیسوی کے دوران صورتدرمیان پرزور دیتا نظر آتا ہے یہودی اپنے لیے باعث اذیت دنیا تصوف خدا اور انسان کے درمیان پرزور دیتا ہے اذیہت نیا سے نکل کر ایک زیادہ طاقتور اقلیم میں جانے کے خواہش مند تھے انھوں نے خدا کو ایک طاقتور بادشاہ تصور کیا جس تک پہنچنے کے لئے سات آسمان پار کرنا پڑتے تھے صوفیوں نے اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لئے ربیوں والا براہ راست انداز اپنانے کی بجائے پرشکوہ زبان استعمال کی ربیوں کو اس روحانیت سے نفرت تھی اور صوفیوں نے ان کے دشمنی مول لینے سے احتراز کی آہستہ آہستہ یہ تصوف بارھویں صدیوں اور تیرھویں صدیوں کے دوران نئے یہودیوں تصوف قبالہ میں شامل ہو گیا۔

ہم نے دیکھا کہ ربیوں نے کچھ شاندار مذہبی تجرطبات کیے تھے ذہن کی گہرائیوں میں سفر میں زبردست ذاتی خدشات شامل تھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ صوفی اپنی ذاتی دریافتوں کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہو اسی لیے تمام مذاہب نے زور دیا کہ صوفیانہ سفر کسی راہ نما کی قیادت میں کرنا لازمی ہے جو سالک کو مشکل مراحل سے گذرتے میں مدد دیتے ہیں تمام صوفیا عقل اور ذہنی استحکام پر اصرار کرتے ہیں زین بودھیوں کا کہنا ہے کہ کسی اعصابی مسائل کے شکار شخص کا اپنے علاج کے لئے، مراقبہ کرنا بیکار ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ اور بھی زیادہ بیمار ہو جائے گا تالمودی بزرگوںؒ کی کہانی سے پتہ چلتا ہے کہ یہودی بہت شروع سے ہی اس خطرے سے اچھی طرح آگاہ تھی وہ ناتجربہ کار نوجوانوں کو قبالہ میں شامل نہیں کیا کرتے تھے صوفی کو اپنی جنسی صحت مندی کا ثبوت دینے کے لئے شادی بھی کرنا پڑتی تھی۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

صوفی کو سات آسمانوں کی سلطنت سے گذر کر خدا کے تخت تک پہنچنا ہوتا تھا تاہم یہ محض ایک تخیل کا سفر تھا اسے ہمیشہ ذہن کے خفیہ گوشوں کے طور پر لیا گیا آج ہم جانتے ہیں کہ لاشعور خیالات سے بھرا ہوتا ہے جو خوابوں اور نفسیاتی دوروں کے دوران سطح پر ابھرتے ہیں صوفیانہ سفر نے مہارت اور مخصوص تربیت کو ضروری قرار دیا بابلی راہب ہائی گاؤن ۱۰۳۸۔۹۳۹۔۔۔۔۔ نے صوفیانہ راہ عمل کے طور پر چار بزرگوں کی کہانی کی وضاحت کی۔

ابتدائی یہودی وجدانوں میں سب سے زیادہ متنازعہ اور نرالہ وجدان پانچویں صدی عیسوی کی ایک تحریر کی پیائش میں ملتا ہے جسے میں ایک چہرہ مہربیان کیا گیا ہے جسے حزقی ایل نے خدا کے تخت پر دیکھا تھا بلندی کی پیائش میں اس ہستی کو ہمارا خالق کہا گیا ہے خدا کے اس مخصوص نظارے کی بنیاد غالبا غزل الغزلات کے اس ٹکڑے پر ہے دلہن اپنے محبوب کو یوں بیان کرتی ہے ۔

میرا محبو سرخ وسفید ہے۔

وہ دس ہزار میں ممتاز ہے ۔

اس کا سر خالص سونا ہے۔

اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے کی سی کالی ہین َ

اس کی آنکھیں ان کبتروں کی مانند ہیں۔

جو دودھ میں نہا کرلن دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔

اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی انھر ی ہوئی کیاریاں ہیں ۔

اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مرٹپکتا ہے ۔

اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں۔

اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔

اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں ۔ (غزل الغزلات۔۔۔۵ب۔۱۰ تا ۱۵)

کچھ ولگوں نے اسے خدا کے بیان کے طور پر دیکھا بلندی کی پیائش میں خدا کی ٹانگوں کی پیائش دی گئی ہے اس عجیب وغریب کتاب میں خدا کی پیائش گڑ بڑا کر رکھ دینے والی ہیں ذہن مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے بنیادی اکائی یعنی سا نگ فرسنگ ۱۸۰ کھرب انگلیوں برابر ہے اور ہر انگلی زمین کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک محیط ہے اصل میں ہمیں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ خدا کی پیائش کرنا یا سے انسانی حوالوں سے سمجھنا ممکن نہیں اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ بہت سے یہودیوں نے خدا کی پیمائش کو ان کوششوں کو گستاخانہ خیال کیا اسی لیے بلندی کی پیائش کتاب صدیوں تجک چھپی رہی ۔

بلندی کلکی پیائش ہمیں خدا کے باطنی تیصور کے دو لازمی اجزاء سے متعارف کرواتی ہے کہ جو تینوں مذاہب میں مشترک ہیں اول یہ بنیادی طور پر تخیلاتی ہے اور دوم یہ نا قابل بیان ہے اس میں ایسے خدا کی تصویر پیش کی گئی ہے جسے صوفیائے بلندترین منزل پر بیٹھا تصور کرتے ہیں

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

اس خدا میں محبت، شفقت یا نرمی والی کوئی بات نہیں درحقیقت اس کا تقدس بیگانہ کرنے والا ہے لیکن جب صوفیوں کے ہیروز اسے دیکھتے ہیں تو ان کے لبوں سے نغمے جاری ہو جاتے ہیں جن کے ذریعہ انھیں خدا کے متعلق تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوتی ہیں اگر ہم یہواہ کے چغے کے رنگ کا تصور کرنے کے قابل نہیں تو خدا کو دیکھنے کا کیسے سوچ سکتے ہیں ۔

مسلمان رسول اللہ کے معراج پر جانے کا واقعہ بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں حضرت جبرائیل رسول اللہ کی آسمانی گھوڑے پر بٹھا کر معبد کی پہاڑی پر لے گئے وہاں آپ کی ملاقات حضرت ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر پیغمبروں کے ہجوم سے ہوئی جنھوں نے تصدیق کی کہ آپ پیغمبرانہ مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں اس کے بعد رسول اللہ اور حضرت جبرائیل نے ساتویں آسمانوں سے گذر کر معراج کی جانب سفر شروع کیا ہر آسمان پر ان کا سامنا ایک ایک پیغمبر سے ہوا آخر کار رسول اللہ الوہی آسمان پر پہنچے ابتدائی تذکرے اس حتمی منظر کے بارے میں احترام کے باعث خاموش ہیں یقین کیا جاتا ہے کہ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات میں اسی کا ذکر ہے ۔

اس نے اسے دوسری مرتبی دیکھا ایک ایسی بیری کے پاس جو انتہائی مقام پر ہے اسی کے پاس جنت الماوی ہے اور یہ نظارہ کیا بھی اس وقت تھا کہ جب بیری کو اس چیز نے ڈھانپ لیا تھا جو اسیوقت میں ڈھانپا کرتی ہے یعنی کہ تجلی نے نہ تو اس کی آنکھ اس وقت کج ہوئی اور نہ ہی ادھر ادھر اس وقت اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی دیکھی ۔

حضرت محمد نے خدا نہیں بلکہ اس کی کچھ نشانیوں کو ہی دیکھا تھا ہندوستانی فکر میں بیری کا درخت منطقی سوچ کی حد کی علامت ہے کوئی ایسا طریقہ موجود نہ تھا جس میں خدا کا نظارا سوچ یا زبان کے نارمل تجربت کو اپیل کر سکے آسمان پر جانا انسانی روح کی زیادہ سے زیادہ دوری تک رسائی کی علامت ہے روح کو حقیقت کا دروازہ خیال کیا جاتا ہے۔

آسمان پر جانے کی تمثیل عام ملتی ہے سینٹ آگسٹائن نے اوسٹیا کے مقام پر اپنی ماں کے ساتھ خدا کی جانب رفعت پانے کا تجربہ کیا تھا رفعت کی علامتے نشدندہی کرتی ہے کہ دنیاوی ادراک بہت پیچھیرہ گئے انجام کار حاصل ہونے والا خدا کا تجربہ قطعی قابل بیان ہے کیونکہ عام زبان میں اتنی اہلیت نہیں یہودی صوفیا خدا نے سوا سب کچھ بیان کرتے ہیں وہ ہمیں اس کے چغے محل آسمانی دربار اور انسانی نظر سے بچنے کے لئے پہنے ہوئے نقاب وغیرہ کے تعلق بناتے ہیں مسلمانوں نے رسول اللہ کے معراج پر جانے کے واقعہ میں دو باتین ایک ساتھ کہیں آپ نے خدا کو دیکھا بھی تھا اور نہیں بھی دیکھا رتھا صوفی ایک مرتبہ اپنے ذہن میں تخیل کی سلطنت میں داخل ہو جائے تو ایسے نقطے پر پہنچ جاتا ہے کہ تصورات اور نہ ہی تکمز ید آگے جا سکتا ہے آگسٹائن اور مور نیکا نے بھی اسے زمان و مکاں اور عام علم سے ماورا اقرار دیا ۔

اس قسم کی رفعت کی نوعت ثقافتی رنگ میں رنگی ہونے کی حقیقت کے باوجود زندگی کی ایک نا قابل تردید حقیقت لگتی ہے دنیا بھر کے لوگوں نے تاریخ کے ہر دور میں اس قسم کا مراقبہ تجربہ کیا ہے وحدانیت پرستوں نے حتمی بصیرت کو خدا کا نظارہ کہا پلوٹینس نے اسے واحد کا تجربہ خیلا کیا تھا بودھیوں نے اسے نروان کا نام دیا اہم نقطہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جسے روحانی اہلیت کے مالک انسانوں نے ہمیشہ پسند کیا خدا کا صوفیانہ تجربہ کچھ ایسی ہی صفات رکھتا ہے جو تمام مذاہب میں مشترک ہیں یہ ایک موضوعی تجربہ ہے جس میں داخلی سفر شامل ہوتا ہے منہ کہ اپنی ذات سے باہر کسی معروضی حقیقت کا ادراک ۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

آگسٹائن اس خیال کا حامل نظر آتا ہے کہ مکراعات یافتہ انسان کچھ مواقع پر خدا کو اپنی زندگی میں ہی دیکھنے کے قابل ہوگئے اس نے موسی اورعیسی کا حوالہ دیا پوپ گریگوری اعظم (۵۴۰تا۶۰۴ء) نے اس کی مخالف کی وہ کوئی دانشمند نہ تھا وہ ایک روایتی رومن کی حیثیت میں اس نے روحانیت کا ایک زیہادہ ترمیم پسندانہ نظریہ پیش کیا اس نے خدا کے بارے میں تمام انسانی علم کا غیرواضح پن بتانے کے لئے بادل ،دھند اور تاریکی جیسی علامات استعمال کیں اس کا خدا تاریکیوں میں چھپا رہا گریگوی کے لئے خدا ایک پریشان کن تجربہ تھا اس نے اصرار کیا کہ خدا تک پہنچنا مشکل ہے ہم خدا کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے ۔

مشرق میں خدا کا عیسائی تجربہ تاریکی کی بجائے روشنی سے عبادت تھا یونانیوں نے تصوف کی ایک مختلف شکل بنائی جو دنیا بھر میں بیان کی اس کی بنیاد تخیل کی بجائے خاموش تجربے پر ہے یہ تجربہ ڈینس اور ایریو پیگائیٹ نے بیان کیا انھوں نے فطری طور پر خدا کے تمام منطق تصورات کو اہمیت دی مراقبہ کرنے والے مطمع نظر تصورات اور تمام ہی خیالات سے ماورا ہونا تھا کیونکہ یہ سب صرف توجہ سے ہی خراب کر سکتے تھے اس کے بعد وہ حضوری کا ایک مخصوص احساس حاصل کرتا اس طرزِ عمل کو طمانیت یا داخلی خاموشی کا نام دیا گیا چونکہ الفاظ، خیالات اور تصورات صرف ہمیں طبعی دنیا کے ساتھ باندہ سکتے ہیں اس لئے ذہن کو مراقبے کے طریقوں کے ذریعہ پرامن کرنا ضروری ہے تبھی حقیقت کو سمجھنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

ایک ناقابل ادراک خدا کو جاننا کیسے ممکن تھا یونانی اس قسم کے تناقض کو بہت پسند کرتے تھے چونکہ خدا کو کسی بھی طرح نہیں جان سکتے اس لئے عبادت کے دوران جوہر کا نہیں بلکہ توانوئیوں کا تجرنہ رکھتے ہیں انھیں الوہیتکی شعاعوں سے اسی طرح جدا تھا جیسے سورج اپنی شعاعوں سے ہوتا ہے انھوں نے ایک قطعی خاموش اور ناقابل ادراک خدا آشکار کیا عہدنامہ عتیق میں الوہی توانائی خدا کو کہا گیا ہے عہدنامہ میں کوہ تابور پر عیسی کی ذات میں جلوہ گر ہوئی تھی۔

چنانچہ عبادت کے دوران توانائیوں کا تجربہ کرنے پر ہم ایک لحاظ سے خدا کے ساتھ براہ راست ملاقات کررہے ہوتے ہیں البتہ ناقابل ادراک حقیقت ابہام کے پردے میں ہی ملفوف رہتی ہے مگر یہ اعلی حالتیں حاصل کرنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں،

خدا ایک ایسی حقیقت تھی جس پر کوئی اختلافات نہیں تھا یونانیوں نے خدا کے بارے میں تثلیث اور تجسیم جیسے تصورات قائم کیے تھے جنھوں نے انھیں دیگر وحدانیت پرستوں سے الگ کر دیا تاہم ان کے صوفیا کا اصل تجربہ مسلمانوں اور یہودیوں کلے ساتھ کافی کچھ مشترک رکھتا تھا اگرچہ حضرت محمدؐ ایک منصفانہ معاشرہ قائم کرنے کے لئے فکرمند ہوتے تھے لیکن آپ اور آپ کے کچھ صحابہ صوفیانہ رجحان بھی رکھتے تھے اور مسلمانوں نے بہت جلد اپنی ممتاز صوفیانہ روایت تشکیل دے ڈالی آٹویں اور نویں صدیوں کے دوران دیگر فرقوں کے ساتھ ساتھ اسلام کی ایک خانقاہی صورت بھی بنی دربار کی دولت اور امہ میں تقوی میں فقدان کے حوالے سے مرتا بھی اتنے ہی فکرمند تھے جتنے کہ معتزالی اور شیعی انھوں نے مدینے کے ابتدائی مسلمانوں والی سادگی اپنانے کی کوشش کی اور کھردری اون سے بنے ہوئے کپڑے صوف پہنے جوان کے خیال میں نبی پاک کے پسندیدہ تھے نتیجتاً انھیں صوفی کہا جانے لگا ابتاء میں صوفی دورے فرقوں کے ساتھ بہت کچھ مشرک رکھتا تھا لہذا عظیم معتزلی رہنما اوصل بن عطاء (وفات ۷۴۸ءؑ) خواج حسن بصری کا شاگرد ہوا کرتا تھا۔

علماء نے اسلام کو واحد اور سچا مذہب قرار دے کر اسے دوسرے مذاہب سے دور کرنا شروع کر دیا تھا لیکن زیادہ تر صوفیا تمام راست روز مذاہب کے اتحاد کے قرآنی نظریے پر عمل پیرا رہے مثلاً بہت سے صوفیا نے حضرت عیسیٰ کا احترام داخلی زندگی کے پیغمبر کے طور پر کیا کچھ ایک نے کلمہ طیبہ میں بھی ترمیم کر کے حضرت محمدؐ کے نام کی جگہ پر عیسیٰ لگانے کی کوشش کی جو نہایت گستاخانہ فعل تھا حضرت رابعہ بصری وفات ۸۰۱ء نے خدا کی محبت کی بات ایسے پیرائے میں کی جو عیسائیوں کو بالکل اجنبی نہ لگا خدا کی محبت تصوف کا نشان امتیاز بن گیا صوفیوں پر مشرق قریبکے عیسائی مرتاضوں کا اثر چاہے ہوا ہو لیکن حضرت محمدؐ کا اثر زیادہ زوردار ثابت ہوا انھوں نے خدا کا بالکل ویسا ہی تجربہ کرنے کی امید رکھی جو رسول اللہ پر وحی نزول کے تجربے جیسا تھا۔

صوفیوں نے ایسے اصول اور قواعد بھی بنائے جنھوں نے دنیا بھر کے صوفیوں کو شعور کی ایک متبادل حالت حاصل کرنے میں مدد دی صوفیوں نے مسلم قانون کی بنیادی ضرورتوں میں افاقہ کشی شب بیداری اور اسماء الٰہی کا ورد بھی شامل کیا گیا ان وظائف کا نتیجہ وہ نکلا جو کبھی بھی بے راہ اور بے لگام بھی لگتا ہے اور اس قسم کے صوفی مجذوب کے طور پر مشہور ہوئے ان میں سے اولین حضرت ابو یزید بسطامی وفات ۸۷۴ء تھے جنھوں نے رابعہ کی طرح خدا تک پہنچنے کے لئے محبت کی راہ اختیار کی ان کا یقین تھا کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش اسی طرح کے لئے کرنی چاہئے جیسے محبوبہ کو خوش رکھنے کی کاشش کی جاتی ہے تاہم یہ منزل پانے کے لئے ان کے اختیار کردہ طریقے انھیں خدا کے اس شخصی نظریے سے دور لے گئے اپنی ذات کی گہرائیوں میں پہنچتے پر انھوں نے محسوس کیا کہ خدا کے اسا وران کی اپنی ذات کے مابین کوئی پردہ حائل نہیں بلکہ ان کی ذات ہی تحلیل ہو گئی تھی یہ معبود انسانیت کے لئے اجنبی کوئی بیرونی معبود نہیں تھا دریافت یہ ہوا کہ خدا باطنی طور پر نفس کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا با قاعدہ فنائے ذات کے نتیجہ میں ایک زیادہ بڑی اور نا قابل بیان حقیقت میں تجاذب ہوتا یہ حالت فنا نظریات میں بنیادی حیثیت اختیار کر گئی بسطامی نے کلمہ شہادت کی تفسیر نو ایک ایسے انداز میں کی جسے گستاخانہ قرار دیا جا سکتا ہے لیکن بہت سے مسلمان نے اسے قرآن میں بیان کردہ اسلام کے معتبر تجربے کو طور پر تسلیم کر لیا۔

دیگر صوفیا جنھیں متین کہا جاتا تھا روحانیت کچھ کم اضطراری کیفیت پر زور دیا مستقبل کیتما ما سلامی تصوف کے بانی حضرت جنید کو بغدادی کو یقین تھا کہ بسطامی کی انتہا پسندی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے انھوں نے تعلیم دی کہ فنا کے بعد بقا بھی ضروری ہے۔۔یعنی کہ ترقی یافتہ ذات کی جانب واپس لوٹنا خدا کے ساتھ اتحاد کی فطری صلاحیتوں کو تباہ کرنے کی بجائے ان کی تکمیل کرتا ہے اپنے دل میں خدا کو بسا لینے والے صوفی کو اپنی ذات پر مکمل اختیار ہونا چاہیے وہ ایک زیادہ مکمل انسان بن جاتا ہے چنانچہ صوفیا کو فنا اور بقا کا تجربہ کر لینے کے بعد ایک ایسی حالت حاصل ہو جاتی ہے کہ یونانی عیسائی معبودیت کہتا تھا کہ حضرت جنید بغداری نے صوفی کی ساری جدوجہد کو انسان کی یوم تخلیق والی حالت میں واپسی کے طور پر تصور کیا وہ ہستی کے ماخذ کی جانب بھی واپس آتا تھا علیحدگی اور اجنبیت کا تجربہ صوفی کے لئے بھی اتنی ہی مرکزی حیثیت رکھتا تھا حتی کہ فلاطونی غناسطی کے لئے جنید بغدادی نے تعلیم دی کہ ایک پیر کی زیر نگرانی منظم محتاط جستجو کے ذریعہ کوئی مسلمان خدا کے ساتھ دوبارہ متحد کو سکتا تھا اس حالت میں دکھ اور علیحدگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور زیادہ عمیق ذات کے ساتھ یکجائی کا احساس حاصل ہوتا ہے ان کے لئے خدا کوئی الگ تھلگ اور بیرونی حقیقت نہیں تھا اتحاد یا وصال قرآنی تصور توحید کی یاد دلاتا ہے ۔

حضرت جنید بغدادی تصوف کے خطرات سے پوری طرح آگاہ تھے پیر کی ہدایات اور صوفیانہ تربیت پر عمل نہ کرنے والے لوگ بڑی آسانی کے ساتھ صوفیانہ سرمستی کا مفہوم غلط لے کر گمراہ ہوسکتے تھے پرجلال دعوے جیسے کہ خود بسطامی نے بھی کیے اسٹیبلمنٹ کے کان کھڑے کر سکتے تھے صوفی ازم اس ابتدائی مرحلے م، یں کافی حد تک ایک اقلیت کی تحریک تھا اور علماء عموما اسے ایک غیر معتبر اجتہاد خیال کرتے تھے تاہم جنید بغداری کے مشہور شاگرد حسین بن منصور حلاج نے تمام احتیاطوں کو بالائے طاق رکھ دیا تھا اور اپنے صوفیانہ عقیدے کو خون کا نذرانہ تبلیغ کرتا تھا وہ عراق کی گلیوں میں گھومتے پھرتے ہوئے خلیفہ اور نئی اسٹلمنٹ کا تختہ الٹنے کی تبلیغ کرتا تھا حکام نے اسے قید میں ڈال دیا اور اس کے مسیح کی ہی طرح صلیب دے دی سرمستی کے عالم میں حلاج چلایا انا الحق اناجیل کے مطابق حضرت عیسی نے بھی مصلوب ہوتے وقت اسی قسم کی بات کہی تھی ۔۔۔ میں راستہ میں سچائی اور میں ہی زندگی ہوں قرآن میں بار بار خدا کی تجسیم کے عیسائی عقیدے کو مسترد کیا گیا لہذا حلاج کے نعرہ انا لحق سن کر مسلمانوں کا خوفزدہ ہوجانا کوئی عجیب بات نہی تھی خدا کی ایک صفت الحق بھی ہے اور کسی بھی فانی ہستی کا اپنے لیے یہ صفت استعمال کرنا شریک کے مترادف ہے اصل میں حلاج خدا کے ساتھ اپنے اتحاد کی حالت بیان کر رہا تھا جو اسے اپنی ذات کے اندر محسوس ہوتا تھا ۔

میں اپنا محبوب ہی ہوں اور میرا محبوب ہوتا تھا ۔

ہم ایک ہی بدن میں رہنے والی دو روحیں ہیں ۔

اگر تم مجھے دیکھو تو اسے دیکھتے ہو ۔

اگر تم اسے دیکھتے ہو تو مجھے دیکھتے ہو ۔

یہ فنائے ذات اور خدا کے ساتھ متحد ہونے کا جرات مندانہ اظہار ہر تھا حلاج پر جب کفر اور شرک کا الزام لگایا گیا تو اس نے شیادت قبول کرنے کی راہ منتخب کی ۔

حلاج کا نعرہ انا لحق بتا تا ہے کہ صوفیوں کا خدا کوئی معروضی نہیں بلکہ نہایت موضوعی حقیقت تھا بعد ازاں الغزالی نے دلیل دی کہ ان نے کفر نہیں کیا بلکہ صرف ایک ایسا باطنی دعوی کرنے کی بے وقوفی کی تیھی کہ جو نو آموز کے لئے گمراہ کن ثابت ہوسکتا تھا قرآن میں بتایا گیا ہے کہ خدا آدم کو عبادت کے لائق نہیں اس لیے تمام انسان بنیادی طور پر الوہی ہیں قرآن میں فرشتوں کو حکم اور بتایا گیا ہے کہ خدا نے آدم کو اپنی شبیہ پر تخلیق کیا تا کہ وہ خود آشکار ہو سکے یہی وجہ تھی کہ اس نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں عیسائیوں نے یہ فرض کر لینے کی غلطی کی تھی کہ خدا کی ساری کی ساری الوہیت بس ایک ہی انسان میں سماگئی حلاج کہ کہانی صوفی مذہبی اسٹیبلمنٹ کے درمیان پائی جانے والی مخاصمت ظاہر کرتی ہے کسی صوفی کے لئے الہام کی اپنی روح کے اندر ہونے والا ایک واقعہ ہے جبکہ علماء جیسے زیادہ پسند روایت پسند لوگوں کی نظر میں لاہام کا تعلق ماضی سے تھا ہم نے غور کیا کہ گیارھویں صدی میض ابن سینا اور الغزالی جیسے مسلم مفکرین نے خدا کے معروضی بیانات کو غیر تسلی بخش پایا اور تصوف کی جانب متوجہ ہو گئے تھے الغزالی نے تصوف کو اسٹبلمنٹ کے لیئے قابل قبول بنایا اور ان پر عیاں کر دیا کہ یہ مسلم روحانیت کی معتبر ترین صورت تھی ۔

www.pdfbooksfree.blogspot.com

بارھویں صدی کے دوران ایرانی فلسفی تحیسہروری اور ہسپانیہ نژاد محیالدین ابن عربی نے اسلامی فلسفہ کو تصوف کے ساتھ مدغم کر کے صوفیوں کے تجربے میں آئے ہوئے خدا کو سلامی سلطنت کے بہت سے علاقوں میں مقبول عام بنادیا تاہم علمائے حلاج کی بطرح سہروری کو بھی نامعلوم وجہ کی بناء پر ۱۱۹۱ء میں حلب کے مقام پر سزائے موت دے دی اس نے مزرقی مذہب کو اسلام کے ساتھ جوڑنے کا کام کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور یوں بن سینا کے شروع کیے ہوئے منصوبے کو مکمل کیا اس کا دعوی تھا جکہ قدیم دنیا کے اولیاءانے ایک مذہبی کا پرچار کیا تھا اس کا آغاز ہرمیس نے کیا جو سہروری کے خیال کے مطابق قرآن کے حضرت ادریس اور بائبل کے نوح ہیں یونان میں اس کے بلیغ افلاطون اور فیثا غورث تھے اور مشرقی وسطی میں زرتشت تاہم ارسطو کے بعد محدود اور عقلی فلسفہ نے اسے مبہم بنادیا لیکن یہ باطنی طور پر ایک سے دوسرے ولی تک منتقل ہوتا رہا اور آخر کار بسطامی اور حلاج کے ذریعہ خود سہروری تک پہنچا تھا یہ فلسفہ صویانہ اور تخیلاتی تھا اور اس میں منطق کا استرداد شامل نہ تھا سہروری نے سچائی تک پہنچنے کے لئے وجدان کی اہمیت پر زور دیا جیسا کہ قرآن میں تعلیم دی گئی تھی کہ تیمام سچائیوں کا ماخذ خدا ہے اور اسے ہر جگہ پر تلاش کرنا چاہیے جہاں یہ مل سکتا ہو چنانچہ وحدانیت پرستی کی روایت کے ساتھ ساتھ بت پرستی اور زرتشمت بھی م سکتا تھا تفرقہ بازی کے شکار عقایندانہ مذہب کے برعکس تصوف نے اکثر اعوی کیا کہ خدا تک پہنچنے کی راہیں اتنی ہی ہیں جتنی کہ انسانوؤں کی تعداد ہے تصوگف نے بلخصوص دوسروں کے عقیدے کے لئے ایک غیر معمولیر واداری دکھائی ۔

سہروری کو عموماً شیخ الاشراق کہا جاتا ہے یونانیوں کی طرح اس نے بھی خدا کا تجربہ نور کی صورت میں کیا عربی زبان میں اشراق کا مطلب آفتاب طلوع کے وقت نمودار ہونے والی اولین روشنی کے ساتھ روشن خیالی بھی ہے چنانچہ مشرق صرف ایک جغرافیائی علاقہ ہی نہیں بلکہ نور اور توانائی کا ماخذ بھی ہے سہروری کے نظریے کے مطابق انسان اس دنیا کی تاریکیوں کے باعث اپنے اصل کو نظروں سے اوجھل کر چکے ہیں اور اپنے اولین مسکن کی جانب واپس لوٹنے کے خواہش مند ہیں سہروری نے دعوی کیا کہ اس کا فلسفہ مسلمانوں کو اپنی درست سمت ڈھونڈنے اور تخیل کے زریعہ اپنے اندر موجود ازلی دانش کا سراغ لگانے میں مدد دے گا ۔

سہروری کا نہایت پیچیدہ فلسفانہ نظام دنیا کی تمام مذہبی بصیرتوں کو ایک روحانی مذہب سوکی کی کوشش تھا سچ جہاں بھی ملے اسے پالینا ضروری تھا نتیجتاً اس کے فلسفے نے قبل از اسلام ایرانی علم کائنات کو افلاطونی سیاراتی نظام اور دونو فلاطونی نظریہ صور کے ساتھ مربوط کر دیا ابھی تک کسی بھی سلیسوف نے قرآن کے حوالے اتنے زیادہ استعمال نہیں کیے تھے اشراقی فلسفے کا جوہر نور کی علامت تھی جسے خدا کا بالکل درست ہم معنی لفظ خیال کیا گیا کم از کم بارھیویں صدی میں یہ غیر طبیعاتی تھا اور دنیا میں زندگی کا واضح ترین امر بھی اس کی کوئی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں تھی نور ہر جگہ موجود تھا سہروری کے فلسفہ میں نورالانوار فلیسوف کے واجب الوجود سے مطابقت رکھتا ہے اس کے بعد مختلف کمتر روشنیوں کے درجات تھے اس نے کہا کہ ہم سب اندر تاریکی اور نورانوار کی ایک جیسی تناسب پایا جاتا ہے نور یا روح کو روح مقدس نے ہمارے جنین میں اتارا ہماری روح انوار کی اعلی دنیاؤں کے ساتھ وصال کی خواہش کرتی ہے۔ سہروری نے حکمت الاشراق میں اپنی بصیرت افروزی کا تذکرہ بھی کی اہے اس کے اشراق کا عمل پیغمبرانہ الہام کے تجربہ سے بہت مختلف تھا یہ بدھ کے نروان کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا تھا تصوف خدا کے مذاہب میں ایک طمانیت کا عنصر متعارف کروا رہا تھا سہروری نے اصرار کیا کہ صوفیا کی بصیرتیں اور صحیفے کی

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

علامات۔۔۔۔۔۔۔۔۔جیسے بہشت، دوزخ اور روز قیامت۔ بھی اس دنیا کے مظاہر جتنی حقیقی تھیں انھیں تجرباتی میدان میں ثابت کرنا مشکل نہ تھا لیکن تربیت یافتہ تخیل کے ذریعہ ان کا ادراک کیا جاسکتا تھا یہ تجربہ ہر اس شخص کے لئے بے معنی تھا جس نے مطلوبہ تربیت نہ حاصل کر رکھی ہو ہماری تمام سوچیں خیالات، خواہشات اور خواب عالم مثال میں حقیقتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

آج اگر یہ کہا جائے کہ خدا ایک اعتبار سے تخیل کی پیداوار ہے تو مغرب میں بھی بہت سے لوگ مایوسی کا شکار ہو جائیں گے تاہم یہ بات واضح ہے کہ تخیل کو مذہبی صلاحیت میں مرکزی مقام حاصل ہے ژاں پال سارتر نے اسے ایک ایسی چیز کے بارے میں سوچنے کی اہمیت کے طور پر بیان کیا ہے جو موجود ہی نہ ہو انسان واحد جانور ہیں جو کسی ایسی چیز کو تخیل میں قید کرنے کے قابلیت رکھتے ہیں جس کا سرے سے ہی وجود ہی نہ ہو چنانچہ تخیل مذہب اور آرٹ کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی مہ برُ بڑی کامیابیوں کو ممکن کرنا خدا کے تصور کی تعریف چاہے کیسے بھی کی جائے مگر یہ ایک غیر موجودہ حقیقت کی اولین مثال ہے جو اپنے خلقی مسائل کے باوجود ہزاروں سے عورتوں اور مردوں کو تحریک دلا رہی ہے ہم خدا کا تصور صرف علامتی انداز میں ہی کر سکتے ہیں اور تخیلاتی قوت کے مالک ذہن کا مرکزی کام ان علامتوں کر تفسیر کر رہا ہے سہروری ان علامتوں ک ایک تخیلاتی وضاحت پیش کتنے کی کوشش میں تھا جو انسانی زندگی پر ایک اہم اثر رکھتی تھیں علامت یا تشبیہ کی تعریف ایک ایسے معروض کے طور پر کی جاسکتی ہے جس کا ادراک ہم اپنے حواس کے ذریعہ کر سکیں لیکن وہ چیز بجائے خود نظر نہ آتی تنہا ہی منطق ہی ہمیں ہمہ گیر یا ازلی ہستی کا ادراک کرنے کے قابل نہیں بنا سکتی یہ کام تخلیقی تخیل کا ہے جسے صوفیا نے آرٹسٹوں کی طرح بصیرتوں کا ماخذ قرار دیا آرٹ کی طرح موثر ترین مذہبی علامات بھی وہ ہیں جن کی اطلاع ایک ذہین علم اور انسانی حالت کی تفہیم سے ملتی ہے سہروری ایک صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک تخلیقی آرٹسٹ بھی تھا بظاہر غیر متعلقہ چیزوں کو باہم ملا کر اس نے اسنے مسلمانوں کو اپنی نئ علامات کرنے اور زندگی میں نئے معنی اور اہمیت ڈھونڈنے میں مدد دی،

سہروری سے بھی گہرا اثر محیالدین ابن عربی (۱۱۶۵ تا ۱۲۴۰ء) نے مرتب کیا ہم اس کی زندگی کو مشرق اور مغرب کے درمیان خط امتیاز کی علامت کے طور پر دیکھ سکتے ہیں اس کا باپ ابنن رشد کا دست تھا ایک شدید علالت کے دوران ابن عرفی صوفی ہو گیا اور ۳۰ برس کی عمر میں یورپ چھوڑ کر مشرق میں چلا گیا اس نے حج کیا اور دو برس خانہ کعبہ میں عبادت دریاضت کرتے ہوئے گزارے اور آخر کار اس نے دریائے فرات کے کنارے ملاتیہ کے مقام پر سکونت پذیر ہو گیا اکثر اسے شیخ الاا کبر کہا جاتا ہے اس نے مسلمانوں کے نظریہ خدا کو بہت گہرائی میں متاثر کیا لیکن اس کی فکر مغرب کو متاثر نہ کر سکی جس کا خیال تھا کہ اسلامی فلسفہ ابن رش کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا مغربی عیسائیت نے ابن رشد کے ارسطو خدا کو قبول کر لیا جبکہ زیادہ تر اسلامی دنیا نے ماضی قریب تک خدا کا صوفیانہ تصور اپنائے رکھا۔

۱۲۰۱ء میں خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے دوران انم عربی کو ایک مکاشفہ ہوا جس کا اثر بہت پائیدار تھا اس نے نظام نامی ایک جوان لڑکی دیکھی تھی جس کے گرد ہالہ نور تھا ابن عربی نے محسوس کیا کہ وہ الوہی دانش مند سوفیا کی تجسیم تھی اس کشف نے اسے یہ احساس دلایا کہ اگر ہم صرف فلسفے کے منطقی دلائل پر انحصار کریں ت وہمارے لیے خدا سے محبت کرنا ممکن نہیں فلسفہ اللہ کی قطعی ماورائیت پر زور دیتا اور ہمیں یاد دلاتا تھا کہ کوئی بھی چیز اس جی نہیں ہم ایک اس قسم کی بینگانی شخصیت سے کیسے محبت کر سکتے ہیں کلمہ شہادت ہمیں یاد دہانی کراتا ہے کہ اللہ کے وا کوئی

www.pdfbooksfree.blogspot.com

معبود نہیں اس کے نتیجہ میں اللہ سے الگ کوئی خوبصورتی موجود نہیں تھی ہم خدا کو صرف نظام جیسی ہستیوں کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں در حقیقت اپنے لیے تمثیلات بنانا صوفی کا فرض تھا تا کہ وہ نظام جیسی لڑکیوں کو دیکھ سکے محبت بنیادی طور پر ایک ایسی چیز کی خواہش کا نام ہے جو غیر حاضری ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری روزمرہ تر انسانی محبت نامراد رہتی ہے ابن عربی کے تخلیقی تخیل نے نظام کو خدا کے اوتار میں تبدیل کر دیا تھا ۔کوئی اسی برس بعد نوجوان دانتے کو بھی فلورنس میں اسی قسم کا تضربہ ہوا جب اس نے بیٹرائس پوریٹنا کو دیکھا اس پر نظر پڑتے ہی اپنی روح کا نپتی محسوس ہوئی ساس کے بعد دانتے پر بیٹرائس کی مبت کا غلبہ ہو گیا وہ دانتے کے لئے الوہی محبت کی تمثیل بن گئی اور the divine comedy میں وہ بتاتا ہے کہ وہ کیسے اسے دوزخ اور جنت میں سے گزار اکر خدا کے نظارے تک لے گئی دانتے کی شاعری پر مسلمانوں کے تذکرہ معراج النبی نی کافی گہرے اثرات مرتب کیے تخلیقی تخیل کے بارے میں اس کا نظریہ یہ یقیناً ابن عربی جیسا تھا ابن عربی کو یہ بھی یقین تھا کہ خدا داہلیت ہے جب کسی صوفی نے اپنے لیے ایک شبیہ تخلیق کی تو اس نے ایک ایسی حقیقت کو جنم دیا تھا جس کی کامل ترین صورت اوپر آسمانی اقلیم میں تھی جب ہم معبود کو دوسرے لوگوں میں دیکھتے ہیں تو اصل حقیقت کو شناخت کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ یقین رکھتا تھا کہ عورتیں سوفیا یعنی کہ الوہی دانش کی زبردست تجسیم تھیں کیونکہ وہ مردوں میں محبت کا جذبہ بیدار کرتی ہیں اور یہ جذبہ انجام کار انھیں خدا کی جانب لگا دیتا ہے بے شک یہ ایک انتہائی مردانہ نقطہ نظر ہے لیکن یہ خدا جسے عموما تصور کیا جاتا تھا کہ مذہب کو ایک مونث صفت عطا کرنے کی کوشش تھی ۔

انم عربی اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ اسے معلوم خدا کی کوئی معروضی ہستی بھی تھی ءایک ماہر مابعد الطبیعات ہونے کے باوجود وہ خدا کے وجود منطق کے ذریعہ ثابت کرنا ممکن نہیں سمجھتا تھا وہ خود کو حضرت خضر کا شاگرد کہا کرتا تھا مسلم روایت میں حضرت خضر ان سب کے گرو ہیں جو باطنی سچائی کی تلاش میں اور یہ سچائی بارہ چہروں سے قطعی مختلف ہے حضرت خضرؑ اپنے شاگردوں کو ایک ایسے خدا کے ادراک کی راہ پر نہیں چلاتے جو سبھی کے لئے ایک جیسا ہے بلکہ وہ انھیں ایسے خدا کی جانب رہنمائی کرتے ہیں جو نہایت موضوعی ہے ۔ حضرت خضر اسماعیلیوں کے لئے بھی اہم ہے اگرچہ ابن عربی سنی تھا لیکن اس کی تعلیمات اسماعیلیوں سے کافی مشابہ نظر آتی ہین اور بعد میں انھوں نے اسے اپنی دینیات میں شامل کر لیا۔۔ باطنی مذہب کی ایک صورت فرقہ ورانہ تقسیموں سے تجاویز کرنے میں کامیاب ہوگئی تھیں اسماعیلیوں کی طرح ابنعربی نے بھی خدا کے رحم پر زور دیا جو فلسفیوں کے خدا کی بے رحمی کے عین الٹ تھا صوفیا کا خدا اپنی مخلوق کے توسط سے جانا چاہتا تھا بن عربی نے تنہا خدا کو آرزومندی کے عالم میں آہیں بھرتے ہوئے تصور کیا کہ لیکن یہ آہ آیا نفس رحمانی خودترسی کا اظہار نہیں تھا یہ ایک فعال اور تخلیقی قوت کی حامل تھی جس نے ساری ہی کائنات کو ہست کیا چنانچہ ہر انسان خدا کا مظہر ہے اس کا مطلب ہے کہ ہم سبن میں خدا کا اظہار الگ الھ طرح کا ہے ہم صرفط اپنے خدا کو ہی جاننے کے قابل ہو سکتے ہیں یونکہ اس کا تجربہ معروضی طور پر کرنا ممکن نہیں خدا کو اس انداز میں سمجھنا ممکن ہے جیسے وہ دوسروں کو سمجھ آتا ہوا ابن عربی یہ حدیث بڑے شوق کے ساتھ اپنی تحریروں میں بطور حوالہ استعمال کرتا ہے خدا کی رحمتوں پر غور وفکر کرو لیکن الذات پر نہیں خدا کی تمام حقیقت ناقابل ادراک ہے ہمیں چاہیے کہ اپنی ہستی میں بولے گئے لفظ پر توجہ مرکوز کریں لہذا الوہیت اور انسانیر الوہی حیات کئے ہی دو پہلو تھے جو ساری کائنات کے ہست ہونے کی بنیاد ہے یہ بصیرت یونانیوں کی اس تفہیم سے

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

مختلف نہ تجھی کہ خدا عیسی کی صورت میں تجسیم ہوا لیکن ابن عربی یہ تصور قبول نہ کرسکتا تھا کہ واحد انسان ہی خدا کی لامحدود حقیقت کلا اظہار کر سکتا ہے اس کی بجائے اس کا عقیدہ تھا کہ ہر انسان خدا کا وتار ہے تاہم اس نے انسان کامل کا ایک نظریہ ضرور بنایا جو اپنے معاصرین کی فلاح کی خاطر ہر نسل میں منکشف خدا کی باطنیت کی تجسیم تھا تاہم وہ خدا کی حقیقت یہا مخفی جو ہر کی نمائندگی نہیں کرتا تھا چنانچہ بن عربی کے خیال میں رسول اللہ اپنی نسل کے لوگوں میں سے کامل ترین آدمی اور خدا کی ایک موثر ترین علامت تھے۔

دردوں بیں اور تخیلاتی یصوف ذات کی گہرائیوں میں ہستی کی بنیادوں کی ایک تلاش تھی اس نے صوفی کو اس قطعیت سے محروم کردیا جو مذہب کی زیادہ اکثر صورتوں کا خاصا تھی چونکہ ہر انسان خدا کا تجربہ اپنے اپنے الفاظ سے کرتا تھا اس لئے کوئی ایک اکیلا مذہب ہی الوہی سریت کو مکمل طور پر منکشف نہیں کرسکتا تھا خدا کے حوالے سے کوئی معروضی سچائی موجود نہیں تھی اس لیے اس کے رجحانات اور طرز عمل کے بارے میں پیشگوئیاں کرنا ممکن نہیں تھا اپنے نظریے خدا کی بنیاد پر تنگ نظری اور تعصب نا قابل قبول بنادیا گیا کیونکہ کوئی بھی مذہب خدا کے کلی علم کا حام نہ تھا ابن نظری نے دیگر مذاہب کی جانب مثبت رویہ اختیار کیا جس کا پتہ ہمیں قرآن پاک میں بھی ملتا ہے اسے ایک نئی انتہا پر پہنچا دیا خدا کا انسان کنشت، معبد، مندر، کلیسیا، اور مسجد میں بھی یکساں تھا کیونکہ یہ سبھی خفا کی تفہیم میں مدد دیتے ہیں ۔

یہ بات درست ہے کہ ابن عربی کی تعلیمات بہت بڑی مسلم اکثریت کے لئے دقیق تھیں لیکن وہ زایدہ عام فرد تک آہستہ آہستہ رستے رستے پہنچ رہی گئیں بارھویں اور تیرھویں صدیوں کے دوران تصوف ایک اقلیتی تحریک نہ رہا اور مسلم سلطنت کے بہت سے علاقوں میں غالب رجحان بن گیا یہ وہ دورہ تھا جب مختلف صوفیانہ سلسلے طریقہ بنے اور ہر ایک نے صوفیا عقیدے کی اپنی اپنی تعریف کی صوفی شیخ عوام پر بڑا اثر سوخ رکھتا تھا اس کے تقریبا اسی طرح احترام کیا جاتا تھا جیسے شیعہ اپنے اماموں کا کرتے تھے یہ سیاسی افراتفری کا دور تھا خلافت بغداد منتشر ہوگئی تھی اور منگول حملہ آور باری باری ہر مسلم شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے تھے لوھا ایسے خدا کے اور منگول حملہ آبادی ہر مسلم لوگ ایسے خدا کے خواہش مند تھے جو فلیسوف کے دور دراز بیٹھے ہوئے خدا اور علماء کے شرعی خدا کی نسبت زیادہ قریب اور رحم کرنے والا ہو ذکر کی صوفیانہ روایت طریقہ سے باہر بھی چلی گئی صوفیوں کی بیٹھنے اور سانس لینے کی مشقوں نے لوگوں کو ماورائی ہستی کو اپنے محسوس کرنے کا موقع فراہم کیا کہ کوئی صوفیانہ حالتوں کے لائق نہ تھا لیکن ان کے روحانی مشقوں نے لوگوں کو خدفا کے سیدھے سادہ اور تشبیہاتی نظریات مسترد کرنے اور اسے ذات مشقوں نے لوگوں کو خدا کے سیدھے سادے اور تشبیہاتی نظریات مسترد کرنے اور اسے اپمی ذات کے اندر تجربہ کرنے کے ابل بنایا کچھ صوفیانہ سلسلوں نے ریاضت اور مجاہدہ کے لئے موسیقی اور رقص کا ستعمال کیا اور پیر لوگوں کے ہیر بن گئے۔

صوفی سلسوں میں سے مشہور سلسلہ مولویہ تھا جس کے ارکان کو اہل مغرب گھومنے والے درویش کہتے ہیں امک اخوبصورت رقص ریاضت کا ایک انداز اتھا تیزی سے گھومتا ہوا صوفی اپنی انا کی حدود کو معدوم ہوتے محسوس کرتا تھا اور یوں اسے فنا کا ذائقہ ملتا سلسلے کے بانی حضرت جلال الدین روی المشہو رمولو ناروم ۱۲۰۷ تا ۱۲۷۳ ء خراسان میں پیدا ہوئے لیکن جدید ترکی کے شہر یافتہ قونیہ میں ہجر کر گئے اس وقت منگول وہاں نہیں آئے تھے ان کے تصوف کو اس آفت کے ایک ردعمل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے جو بہےسوں کو اللہ پر سے ایمان اٹھانے کا باعث بن سکتی تھی رومی کے خیالات اپنے ہم عصر ابن عربی سے کافی ملتے جلتے تھے لیکن ان کی مثنوی عوام مین زیادہ مقبول ہوئی اور اس نے غیر صوفی

مسلمانوں میں صوفیوں کے خدا کی تبلیغ کی ۱۲۴۴ء میں رومی ایک سیاحتی ردویش تبریز کے زبردست اثر میں آئے اور اسے اپنی نسل کا کامل ترین شخص خیال کیا شمس تبریز کے بارے میں مختلف روایات کموجود ہیں وہ خود کو شریعت پر عمل کرنے کا پابند نہیں سمجھتے تھے جب شمس ایک بلوے میں مارا گیا تو رومی کا دل رنج وغم سے لبریز ہو گیا اور وہ رقص و موسیقی میں اور بھی زیادہ ڈوب گئے انھوں نے اپنے غم کو خدا سے محبت کی علامت میں تبدیل کر دیا ہر کوئی جانے یا ایجانے نے طعر پر غیر موجودہ خدا کی تلاش میں تھا اور ہر کوئی مبہم طور پر یہ احساس رکھتا تھا کہ اس کا اصل منبع اس سے جدا ہے یقین کیا جاتا تھا کہ انسان کامل فانی لوگوں کو خدا کی تلاش مین رہنمائی دیتا ہے شمس تبریز رومی میں شاعی کے دریا کے سامنے بندھے ہوئے کو توڑ ڈالا تھا ۔

بہت سے دیگر صوفیا کی طرح رومی نے بھی کائنات کو خدا کے ہزاروں ناموں کی تجلی کے طور پر دیکھا کچھ نام خدا کی غضبنا کی کو آشکار کررتے تھے اور کچھ دیگر اس کے رحیم و کریم ہونے کے غماز تھے صوفی تمام چیزوں میں خدا محبت کرم اور خوبصورتی کو تمیز کرنے کی مسلسل جدوجید میں مصروف تھا مثنوی نے مسلمانوں کو انسانی زندگی میں ماورائی جہت تلاش کرنے اور چیزوں کے ظاہری روپ کے اندر مخفی حقیقت کا سراغ لگانے کا چیلنج دیا انا وہ چیز ہے جو ہمیں اس داخلی حقیقت کی شناخت نہیں کرنے دیتی لیکن ایک مرتبہ اس کی حدود کو توڑ لینے پر ہم نے خدا کے ساتھ متحد ہو جاتے ہیں رومی نے ایک مرتبہ پھر زور دیا کہ خدا محض ایک موضوعی تجربہ ہی ہو سکتا تھا اس دور میں ٹریجڈ یئے یہودیوں کو بھی خدا کے ایک نئے تصور کی تشکیل میں مدد دی مغرب کی سامی مخالف لڑائی یہودی لوگوں کے لئے زندگی کو ناقابل برداشت بنا رہی تھے اور بہت سے یہودی ایک سے زیادہ قریبی اور ذاتی خدا کے خواہش، مند تھے ۔ اسلامی سلطنت کے بیشتر حصوں میں صوفیوں کے خدا نے فلسفیوں کے خدا پر سبقت حاصل کر لی تھی اگلے باب میں ہم دیکھیں گی سولہویں صدی کے دوران یہودیوں کے ہاں بھی ایک ایسا ہی رجحان پیہدا ہوا تصوف روایتی مذاہب کی نسبت انسانی ذہن کو زیادہ گہرا یہ میں متاثر کرنے کے قابل تھا اس کا خدا زیادہ قدیم امنگوں، خدشات اور الجھنوں کی ترجمانی کر سکتا تھا جو فلسفیوں کا دور رہنے والا خدا نہیں کر سکا تھا چودھویں صدی میں مغرب نے ایک اپنا صوفیانہ مذہب جاری کیا اور اسے ایک زبردست آغاز بھی کیا لیکن مغرب میں تصوف کو دیگر جیسی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی انگلینڈ جرمنی اور زیریں خطوں میں جہاں جہاں ممتاز صوفیا پیدا ہوئے سولہویں صدی کے پروٹسٹنٹ مصلحین نے اس روحانیتکو غیر بائبلی قرار دیا رومن کیتھولک کیلسیا میں سینٹ تھریسا جیسے ممتاز کو بھی اصلاح افراد کی احتسابی عدالتوں کی جانب سے دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑا اور یورپ نے خدا کو بھی اس سے بھی زیادہ انداز میں دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

مصلحین کا خدا

پندرھویں اور سولہویں صدیاں تمام بندگان خدا کے لئے فیصلہ کن تھیں یہ دو بالخصوص عیسائی مغرب کے لئے اہم تھا جس نے نہ صرف غیر عیسائی دنیا کی دیگر ثقافتوں کی ہمسری میں کامیابی حاصل کر لی تھی بلکہ ان پر سبقت بھی لے جانے والی تھی ان صدیوں میں اطلوی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا جو فوراً شمالی یورپ تک پہنچی اور سائنسی انقلاب کا آغاز ہوا سولویں صدی کے اختتام پر مغرب ایک بالکل مختلف قسم کی تہذیب کی بنیاد ڈال رہا تھا کہ یہ ایک عبوری دور تھا لہذا مایوسی اور کامیابی کی ایک ملی جلی کیفیت پائی جاتی تھی یہ چیز اس دور کے مغربی نظریہ کے متعلق پہلے لی

نسبتاًکہیں زیادہ متفکر تھے خاص طور پر عوام ازمنہ وسطی کے مذہب کی صورت سے غیر مطمئن تھے جونئی جرات مندانی دنیا میں ان کی ضرور یا تپوری کرنے کے قابل نہیں رہا تھاعظیم مصلحین نے ان کی بے چینی کی نمائندگی کی اور خدا نجات پر غور کرنے کے نئے طریقے دریافت کیےاس کے نتیجہ میں یورپ دوحصوں میں تقسیم ہوگیا۔۔کیتھولک اور پروٹسٹنٹ۔۔۔جن کے درمیان مخاصمت کبھی ختم نہیں ہوئی عہداصلاح کے دوران کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مصلحینے اہل ایمان پر زور دیا کہ اوہ اولیا اور فرشتوں سے عقیدت چھوڑ کر صرف خدا کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں درحقیقت یورپ خدا سے اکتایا ہوا معلوم ہوتا تھا تاہم سترھویں صدی کے آغاز میں کچھ ایک کے ذہن میں الحاد کے متعلق خیالات پروان چڑھ رہے تھے کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدا سے چھٹکارا پانے کے لیئے تیار ہو چکے تھے ۔

یہ یونانیوں یہودیوں اور مسلمانوں کے لئے بھی بحران کا دور تھا ۱۴۵۳ء میں عثمانی ترکوں نے عیسائی دارالسلطنت قسطنطنیہ فتح کیا اور بازنطین کی بادشاہت کو تباہ کرڈالا اس کے بعد روس کے عیسائیوں نے یونانیوں کی ترقی دی ہوئی روایات اور روحانیت کو جاری رکھا جنوری ۱۴۹۲ء میں جس سن مین کسٹوفر کولمبس نے نئی دنیا دریافت کی تھی فرڈینڈ اور زبیلا نے غرناطہ فتح کیا یورپ میں مسلمانوں کا آخری قلعہ تھا بعد میں مسلمانوں کو آئبریائی جزیرہ نما سے بھی نکال دیا گیا جہاں وہ ۸۰۰ برس سے رہ رہے تھے مسلم سپین کی تباہی یہودیوں کے لئے ہلاکت انگیز تھی غرناطہ کی فتح کے چند ہفتے بعد مارث ۱۴۹۲ء میں عیسائی حکمرانوں نے ہسپانوی یہودیوں کو عیسائی ہوجانے یا ملک بدر ہوجانے کی شرط پیش کی بہت سے ہسپانوی یہودی اپنی دھرتی کے ساتھ اس قدر جڑے ہوئے تھے کہ انھوں نے عیسائی ہونا قبول کرلیا البتہ کہ کچھ ایک نے چوری چھپے اپنے عقیدے کی پیروی جاری رکھی تاہم کوئی ۵۰،۰۰۰ ،ایہودیوں نے عیسائی ہونے سے انکارت کیا اور انھیں جبرا سپین سے نکال دیا گیا انھوں نے ترکی بلقان اور شامی افریقہ میں مسلمانوں کو غیر یہودی دنیا میں ایک بہترین گھر دیا تھا جو انھین اس سے قبل کبھی کچھ نہیں ملا تھا جلاوطنی کا تجربہ یہودی مذہب میں اور یادہ گہرائی تک چلا گیا چنانچہ قبالہ نے ایک نئی صورت اختیار کی اور خدا کا ایک نیا نظریہ ارتقاء پذیر ہوا۔

دنیا کے دیگر علاقوں میں مسلمانوں پر بھی سخت وقتان پڑا تھا منگول حملوں کے بعد کی صدیوں میں نئی ایک بنیاد پرستی پیدا ہوگئی کیونکہ لوگ اپنا کھویا ہوا ورثہ واپس حاصل کرنے کے متمنی تھے پندرھویں صدی میں مدارس کے سنی علما نے فتوی دیا کہ اجتہاد کے دروازے بند ہوگئے ہیں چنانچہ اب مسلمانوں کو ماضی شخصیات کی تقلید کرنی چاہیئے بالخصوص شریعت کی پیروی میں اس بنیاد پر دستانہ فضا میں خدا بلکہ کسی بھی چیز کے بارے میں اختراعی تصورات کا جنم لینا بعید از ویاس تھا تاہم اس دور کی ابتداء کو اسلام کے زوال کے ساتھ جوڑنا غلطی ہوگی ہمیں اس دور کے بارے میں ض اتنی کافی معلومات میسر کہ اتنے قطعی بیانات دے سکیں ۔بنیاد پرستی کا رجحان چودھویں صدی میں شریعت کے واعین احمد بن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن الیقین الجوزیہ سے شرع ہوا امام ابن تیمیہ لوگوں کے محبوب نظر تھے اور وہ شریعت کو مسلمانوں کے تمام حالات پر لاگو کرنے کے خواہش مند تھے لیکن شریعت کے لئے اپنے ذوق وشوق میں ابن تیمیہ نے کلام اور فلسفہ سے جنگ چھیڑ دی کسی بھی، مصلح کی طرح وہ وہ ماضی میں لوٹ اجانا چاہتا تھے ان کے شاگرد الجوزیہ بنے اپنی فہرست میں تصوف کو بھی شامل کرلیا اس نے تمام صوفیانہ عقائد کو بدعت قرار دے کر رد دیا لوتھر اور کیلون کی طرح امام ابن تیمیہ اور ابن جوزیہ کو ان کے ہم عصروں نے رجعت پسند خیال نہ کیا وہ ترقی پسندوں

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

کے طور پر فد یکھے گئے جو لوگوں کے بوجھ کم کرنا چاہتے تھے۔

دراصل اس دور میں بھی اسلام بدستور ایک عظیم ترین عالمی طاقت تھا اور مغرب کو اس حقیقت کے پیش خوف دامن گیر تھا کہ اسلام یورپ کی دہلیز تھ پہنچ گیا ہے پندرھویں اور سولھویں صدیوں کے دوران تین نئی مسلم سلطنتوں کی بنیاد رکھی گئی ایشیائے کوچک اور مشرق یورپ میں عثمای ترکوں نے صفیوں نے ایران میں اور مغلوں نے ہندوستان میں بادشاہتیں قائم کیں یہ کامیابیاں اس امر کا مظہر تھیں کہ اسلامی کذبہ بھی مسلمانوں میں تباہی اور منتشری کے بعد دوبارہ ابھرنے کی تحریک پیدا کلرسکتا تھا تاہم ان تینوں سلطنتوں کی شان وشوکت اور جاہ جالل باوجود پرستانہ رجحان بدستعور موجود رہا الفارابی اور ابن عربی جیسے ابتدائی صوفیا نے نئی صورت کو ہی حالات کے مطابق اجتہاد کی ضرورت کو مد نظر کر رکھا تھا جبکہ اس دور میں پرانے موضوعات کو ہی بار بار دوہرایا گیا۔

ایران کے شیعوں نے بھی اپنا فلسفہ بنایا اس نے سہروری کی باطنی روایت کو جاری رکھا میر دمد وفات ۱۶۳۱ء اس شیعی فلسفہ جکا بانی اور سائنسان بھی تھا سہروری کی طرح اس نے بھی مذہبی تجربہ کے نفسیاتی عنصر پر زوردیا تاہم اس ایرانی مکتبہ کا سرکردہ شخص میر مدکا شاگرد ملا صدرا تھا۔(۱۵۷۱تا۱۶۴۰ء) آج بہت سے مسلمان اسے اپنے مفکرین میں سب سے زیادہ گہری سوچ رکھنے والا سمجھتے ہیں سہروری کی طرح ابھی یقین رکھتا تھا کہ علم محض معلومات حاصل کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک قلب ماہیت کا عمل ہے سہروری کا بیان کردہ عالم عالم المثال اس کی فکر میں بڑی اہم جگہ رکھتا تھا خود اس نے خوابوں اور کشفوں کو سچائی کی اعلی ترین صورت خیال کیا چنانچہ ایرانی شیعہ ابھی تک تصوف کو خدا کی دریافت کے لئے مزوں ترین ذریعہ سمجھ رہا تھا کہ خدا حقیقت مطلق ہی اصل ہستی وجد رکھتا تھا اور خاک کے ذرے ذرے تک یہی آہستی سرایت پذیر تھی اس نے خدا کو تمام موجودات کے ماخذ کو طور پر دیکھا ہمیں نظر آنے والی چیزیں محض خدا کے نور کو محدود صورت تک لانے والی نالیاں تھیں تاہم خدا طبعی حقیقت سے ماورا طبعی تھا تمام موجودات کے اتحاد کا مط ؛ ب صرف خدا ہی وجود رکھتا ہے بلکہ اس کی مثال کرنوں کے ساتھ سورج کے اتحاد جیسی ہے ابن عربی کی طرح صدرا بھی خدا کے جوہر اور اس کے مظاہرے کے درمیان فرق کرتا ہے۔

خدا کے ساتھ وصال صرف اگلی دنیا پر ہی موقوف نہیں تھا ملا صدر کو یقین تھا کہ یہ زندگی کے دوران بھی علم کے ذریعہ حاصل کرنا ممکج ہے خدا کوئی ایسی حقیقت نہیں کہ جسے معروضی طور پر جانا جاسکتا ہو بلکہ وہ ہر شخص کے اندر تصور کی صلاحیت میں پایا جاسکتا ہے قرآن یا حدیث میں جہاں دوزخ یا جنت یا خدا کے تخت کا ذکر آتا ہے تو اسے حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ باطنی دنیا کے مفہوم میں لینا چاہیے جو مظاہرے کے نقاب تلے چھپی ہوئی ہے ابن عربی کی طرح ملا صدرا بھی خدا کو کہیں دور کی کسی اور دنینا میں بیٹھا اور تصور نہیں کرتا آسمان اور الوہی کو دنیا اپنی ذات کے اندر دریافت کرنا ضروری تھا۔یعنی کہ ذاتی عالم المثال میں جو ہر انسان کو ویعت کیا گیا کسی بھی دو افراد کی جنت یا خدا ایک سے نہیں ہو سکتے۔

سنی، صوفی اور یونانی فلسفیوں کئے ساتھ ساتھ شیعی اماموں جکا بھی احترام کرنے والا ملا صدرا ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ایرانی ازم شیعہ ہمیشہ سے الگ تھلگ اور تعصّبانہ نہیں رہا ہندوستان میں بھی بہت سے مسلمانوں نے دیگر روایات کے لئے اسی قسم کی رواداری دکھائی ہندوستان میں اسلام غالب آجانے سے باوجود ہندو مت بدستور مضبوط اور تخلیقی رہا اور کچھ ہندو اور مسلمانوں نے آرٹس اور عقلی کاوشوں میں ایک

دوسرے سے تعاون کیا چودھویں اور پندرھویں صدیوں کے دوران ہندومت کی نیاہت تخلیقی صورتوں نے مذہبی اتحاد گانگت پر زور دیا تمام مسالک درست تھے بشرطیکہ وہ ایک خداسے داخلی محبت کی بات کرتے ہوں یہ چیز واضح طور پر تصوف اور فلسفہ کی بازگشت تھی کچھ انسانوں مسلمانوں او ہندوؤں نے بین المذہب انجمنیں بنائیں جن میں سے سب سے زیادہ اہم سکھ تھی وحدانیت کی اس نئی صورت کے ماننے والوں کا یقین تھا کہ اللہ ہندو اور مت خدا میں کوئی فرق نہیں مسلمانوں میں ایرانی مفکر میر عبدالقاسم وفات ۱۶۴۱ء نے اصفہان مین ابن سینا کی تعلیمات کی بلکہ کافی وقت ہندوستان میں ہمدو اور یوگا کا مطالعہ کرتے ہوئے بھی گزارا۔

اکبر اعظم کی پالیسیوں میں رواداری اور تعاون کا جذبہ واضح طور پر نظر آتا ہے اس نے ۱۵۶۰ء سے لے کر ۱۶۰۵ء تک حکومت کی اور تمام مذاہب کے لئے احترام کا مظاہرہ ہندوؤں سے عقیدت کے باعث اس نے گوشت خوری ترک کردی اپنی پسندیدہ کھیل شکار چھوڑ دیا اور اپنی سالگرہ کے موقع یا ہندو مقدس مقامات پر جانوروں کی قربانی کو ممنوع قرار دے دیا ۱۵۷۵ء میں اس نے عبادت کا گھر قائم کیا جہاں مذاہب کے عالم میں بیٹھ کر خدا پر بات چیت کر سکتے تھے بدیہی طور پر یورپ کے یسوعی مبلغ سب سے زیادہ متشدد تھے اس نے اپنے ایک نئے مذہب دین الٰہی کی بنا کی ڈالی جس کے مطابق خدا کو کسی بھی سچے انسان میں ظاہر کر سکتا تھا اکبر کی زندگی کا حال ہمیں علامہ ابوالفصل کی تحریر کردہ کتاب اکبر نامہ سے معلوم ہوتا ہے اس نے تصوف کے اصولوں کو تہذیب کی تاریخ پر لاگو کرنے کی کشش کی ابوالفضل نے اکبر کو فلسفہ کے مثالی حکمران اور اپنے عہد کے کامل کے طور پر دیکھا اگر اکبر جیسے کسی حکمران نے آزادانی کے آگے سر تسلیم خم کرنا میں کسی بھی عقیدے کے ذریعے قابل رسئی ہے وہ جس مذہب کو حضرت محمد کا مذہب قرار دیتا ہے اس میں خدا کی اجارہ داری نہیں ن تاہم مذہب کے بارے میں اکبر کا نقطہ نظر سبھی مسلمانوں کو پسند نہیں تھا اور بہت سوں نے اسے مذہب کے لئے ایک خطرہ محسوس کیا اس کی رواداری کی پالیسی اتنی دیر تک ہی نافذ العمل رہ سکتی تھی جب تک مغل طاقت قائم رہے جب مغلوں کا اقتدار زوال پذیر ہونے لگا اور مختلف لوگوں مغلوں کے خلاف بغاوت کرنے لگے تو مسلمانوں ہنسوؤں اور سکھوں میں مذہبی اختلافات سر اٹھانے لگے شہنشاہ اورنگزیب ۱۶۱۸ تا ۱۷۰۷ء کو اس بات کا یقین ہو گیا ہوگا کہ مسلمانوں کو متحد کر کے ہی وسیع تر اتحاد حاصل کیا جا سکتا تھا اس نے شراب جیسی رعایتوں پر پابندی عائد کرنے لئے قانون سازی کر کے ہندوؤں ا ن کے ساتھ تعاون ممکن بنادیا ہندو تہواروں کی تعداد کم کی اور ہمدو تاجروں پر ٹیکس سدو گنے کر دیئے فرقہ پسندانہ پالیسیوں کا سب سے زیادہ واضح اظہار وسیع پیمانے پر ہندو اور مندروں کی تباہی کی صورت ہوا اکبر کی مصلح پسندی کا اثر زاء؛ ل کر دینے والی یہ پالیسیاں اورنگزیب کی موت کے بعد ترک کر دی گئیں لیکن سلطنت مغلیہ ان کے مضر اثرات سے کبھی باہر نہ آسکی۔

اکبر کی زندگی میں اس کا ایک زبردست مخالف شیخ احمد سرہندی (۱۵۶۴ئتا ۱۶۲۴ء) تھا وہ اکبر کی طرح خود بھی ایک صوفی تھا اور اس کے معتقد اسے مرد کامل کرتے تھے سرہندی ابن عربی کو صوفیانہ روایت کے خلاف کھڑا تھا جس کے شاگرد خدا کو واحد حقیقت سمجھنے لگے تھے ہم نے غور کیا ہے کہ ملا صدرا نے وحدات الوجود کا پرچار کیا تھا یہ کلمہ شہادت کی ایک صوفیانہ تعبیر تو تھی دوسرے مذاہب اہل باطن کی ہی طرح صوفیا نے کرنے کا تجربہ کیا اور سارے کے سارے عالم موجودات کے ساتھ یکجائی محسوس کی تاہم سرہندی نے اس بصیرت کو سراسر موضوع قرار دے کر رد کر دیا جب صوفی خدا پر غور فکر کرتا تو ہر ایک چیز شعور مین سے محو ہوتی معلوم ہوتی لیکن یہ معروضی حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتی

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

تھے دراصل خدا اور دنیا کے درمیان کسی بھی اتحاد کی بات کرنا ایک خوفناک غلط فہمی تھی خدا کے براہ راست تجربے کا کوئی امکان موجود نہ تھا خدا انسانوں کی پہنچ سے قطعی باہر تھا فطرت کی نشانیوں پر بلواسطہ غور وفکر ہی خدا اور دنیا کے درمیان کوئی تعلق پیدا کر سکتا تھا سرہندی نے سعوی کیا کہ وہ خود بھی صوفیوں والی حالت وجد سے آگے بڑھ کر شعور کی ایک زیادہ متین حالت میں پہنچ گیا تھا اس نے تصوف اور مذہبی تجربہ کو فلسفیوں کے دور رہنے والے خدا میں یقین کی توثیق نو کے لے استعمال کیا اس کے خیالات شاگردوں کی ایک جماعت نے اختیار کر لیے لیکن مسلمانوں کی اکثریت نے انھیں قبول نہ کیا۔

جب اکبر میر ابولاقاسم دیگر مذاہب کے ولگوں کے ساتھ افہام وتفہیم پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو ۱۴۹۲ء میں عیسائی مغرب نے مظاہرہ کیا کہ وہ حضرت ابراہیم کے دوسرے مذاہب کو گوارا بھی نہیں کر سکتا پندرھویں صدی کے دوران یورپ بھر میں سامیوں کی مخالفت بڑھ گئیی تھی اور یہودیوں کو ایک کے دوسرے شہر سے نکالا جا رہا تھا کچھ یہوی لوگ جوزف کارداور سولومن الکابازکی قیادت میں یونان سے ہجرت کر کے فلسطین آئے ان کی روحانیت نے وطن بدری کی ذلت کا دارومدار کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کسی سیاسی حل کی متلاشی نہ تھے اور نہ ہی انھوں نے یہودیوں کی ارض موعودہ میں واپسی کا سوچا وہ گلیلی مین سفید کے مقام پر ہی ٹھرے اور ایک شاندار باطنی بحالی کا آغاز کیا جس نے ان کے بے وطنی کے تجربہ میں ایک گہری اہمیت پیدا کی اس سے قبل قبالہ صرف م نتخب بندوں کی بات کرتا تھا لیکن دنیا میں تباہی کے بعد یہودی زیادہ ذوق وشوق کے ساتھ باطنی روحانیت کی جانب مائل ہو گئے فلسفے کی طفل تسلیاں اب مصنوع لگتی تھی ارسطو ثقیل اور اس کا خدا نا قابل رسائی ہو گیا تھا درحقیقت بہت سے لوگوں نے اس تباہی کا ذمہ دار فلسفہ کو قرار دیا جس نے ان کے بقول یہودیت کو کمزور کر دیا تھا اس کے بعد کبھی بھی فلسفہ کو قرار دیا یہودیت میں یاک اہم روحانیت کی حیثیت حاصل نہ کر سکا ۔

لوگ خسا کے ایک زیادہ براہ راست تجربے کے متمنی تھے سفید میں اس کی خواہش نے ایک قسم کی باطنی شدت اختیار کر لی قبالہ والے فلسطین کی پہاڑیوں میں گھوما کرتے اور عظیم لاتمودوں کی قبروں پر لیٹا کرتے تھے۔۔ کہ جیسے ان کی بصیرتوں کو اپنی مصیبت زدہ زندگیوں میں جذب کر لینا چاہتے ہوں وہ تو ساری رات جاگتے اور خدا کی محبت میں گیت گاتے رہتے انھیں پتہ چلتا کہ قبالہ کی ارسطو اور قواعد نے ان کی روحوں میں درد کا ایک ایسا میٹھا نغمہ چھیڑا تھا کہ مو بعد الطبیعات یا تالمود کا مطالعہ اب ایسا کرنے کے قابل مہ رہا تھا کہ انھوں نے ایک ایسا غیر معمولی تخیلاتی حل اختراع کیا جس نے مطلق بے گھری اور الہیت کو برابر بنا دیا یہودیوں کا گھر سے نکالا جانا ساری موجودات کی بنیادی بے گھری کی علامت تھا اب نہ صرف ساری تخلیق اپنی موزوں جگہ سے محروم ہو گئی تھی ء بلکہ خود خدا بھی اپنے آپ میں جلاوطن ہو گیا تھا سفید نئے قبالہ نے راتوں مقنبو؛ یت حاصل کی اور ایک عوامی تحریک بن گیا ۔سفید قبالہ کے ہیرو والی اضحاک لوریا (۱۵۳۴تا۱۵۷۲ء) نے الوہی اور ہر جگہ موجودگی کے پیراڈاکس کو بیان کرنے کے لئے جو انداز اپنایا وہ خدا کے بارے میں آج تک پیش کئے گئے نہایت حیرت انگیز خیالات میں سے ایک ہے بیش تر یہودی صوفیائے نے اپنے تجربے خدا کے بارے میں بہت فصیح البیانی سے کام لیا اس قسم کی روحانیت میں ایک تضاد یہ بھی ہے کہ صوفی اپنے تجربات کو نا قابل بیان کرتے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے متعلق سب کچھ لکھ بھی دیتے ہیں اضحاک لوریا ان مقدس افراد میں سے ایک ہے جنھوں نے ذاتیہ کرشمات کے ذریعہ اپنے معتقد بنائے لوریا نے وحدانیت پرستوں کو

صدیوں سے تنگ کرتے چلے آرہے سوال سے نبرواز مائی کوئی کامل اور لامحدود خدا ایک مصائب بھری محدود دنیا کیسے تخلیق کر سکتا تھا ۔ لوریا کو اپنا جواب یہ تصور کرنے کے ذریعہ ملا کہ خدا تخلیق کرنے کے لئے سب سے پہلئے باہر ایک خالی جگہ کی تخلیق جہاں وہ خود بھی نہیں تھا یہ عدم سے تخلیق کے مشکل عقیدے کو ثابت کرنے کی ایک جرات مندانہ کوشش تھی خدا نے سب سے پہلے خود کو اپنے آپ سے باہر نکالا تھا یوں سمجھ لیں کہ وہ اپنے مزید گہرائی میں اترا اور خود کو ایک حد تک محدود کر لیا ۔

خدا کی تخلیق کردہ خالی جگہ کو ایک دائرے کے طور پر تصور کیا گیا جس کے اردگرد بے شکل مواد تھا خدا کے دوبارہ پگھیلنے سے پہلے اس کی مختلف قوتیں ہم آہنگ طور پر آپس میں مل گئیں بالخصوص خدا کی رحم اور سخت گیری کی قوتیں اس کے اندر ہی ہیں لیکن اس عمل کے دوران خدا نے اپنی سخت گیری کو اپنی دیگر خصوصیات سے علیحدہ کیا اور اپنے سے الگ کئی ہوئی خالی جگہ میں پھینک دیا خدا نیغضب کو اپنے اندر سے نکال دیا جو بہت تباہ کن تھا اسی طرح لوریا خدا میں سے دنیا اور انسان کی تخلیق کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے لوریا نے یہواہ کی وطن بدری کی اصل تمثیل کو ایک نیا مفہوم دیا یاد رہے کہ تالمود میں ربیوؒ نے یہواہ یہودیوں کے ہمراہ وطن بدر ہوتے تصور کیا تھا یہودی یہواہ کی وطن بسدری ختم کر سکتے تھے متزاوا کی پابندی کے ذریعہ اپنے خدا کی تعمیر نو کرنا ممکن تھا ۔

یورپ کے عیسائی اس قسم کی مثبت روحانیت پیدا کرنے کے قابل نہ تھے کہ انھوں نے بھی تاریخی تباہیوں کو سہا ۱۳۴۸ء کی کالی موت اور آوی نیان میں اسیری ۱۳۳۴ تا ۱۳۴۲ء کے کیلسیائی سکینڈل اور عظیم پھوٹ ۱۳۷۸ تا ۱۴۱۷ء نے انسانی حالت کی کم ہمتی کو عیاں کیا اور کلیسیا کا شیرازہ منتشر کر دیا انسانیت خدا کی مدد کے بغیر مذبذبت میں مبتلا نظر آتی تیھی چنانچہ چودھویں اور پندرھویں صدیوں میں دونز سکوٹس آف آکسفورڈ اور جین دی گرسان نے کدا کی حاکمیت اعلی پر زور دیا جو انسان کے تمام اعمال کی نگرانی کرتا تھا مرد اور عورت اپنی نجات میں کوئی کردار نہیں دا کر سکتے تھے نیک اعمال صرف اس لیے اچھے تھے کیونکہ خدا نے انھیں اچھا قرار دیا تھا لیکن ان صدیوں کے دوران ایک مختلف رجحان بھی دیکھنے میں آیا گرسان خود بھی ایک صوفی تھا چودھویں صدی کے یورپ میں تصوف کی جانب جھکاؤ کی کیفیت پائی جاتی تھی اور لوگ یہ تسلیم کرنے لگے تھے کہ خداء راز کی وضاحت کرنے کے لئے منطق کا ہتھیار ہی کافی نہ تھا ۔

مغربی روح کا تاریک پہلو نشاۃ ثانیہ کے دوران بھی زیادہ نمایاں ہو گیا نشاۃ ثانیہ کے فلسفی اور انسانیت پسند قرون وسطی کی رہبانیت پر بہت زیادہ معترض تھے انھوں نے متکلمین کو شدید ناپسند کیا جسن کی پیچیدہ قیاس آرائیوں نے خدا کو اجنبی اور بیزار کن بنا دیا اس کی بجائے وہ ایمان کے مخذوں بالخصوص سینٹ آگسٹائن کی جانب لوٹ جانا چاہتے تھے قرون وسطی والوں نے آگسٹائن کو ایک ماہر الٰہیات کی حیثیت میں تعظیم دی تھی لیکن انسانیت پسندوں نے اعتراضات کی نئے سرے سے دریافت کی اور اسے ایک انسان کے روپ میں دیکھا جو نجی کوشش کر رہا تھا کہ انھوں نے دلیل دی کہ عیسائیت عقائد کا ایک مجموعہ نہیں بلکہ ایک تجربہ تھا لوریستو رویلا ۵۷۔۱۴۰۷ء نے مقدس عقیدے کو جسلیات کی چالاکیوں اور مابعد الطبیعاتی چکر بازیوں کے ساتھ ملانے کی کوشش کو بیکار قرار دیا سینٹ پاکل نے ان فضولیات پر لعنت ملامت کی تھی فرانسسکو پیٹرارک ۷۴۔۱۳۰۴ء نے کہا کہ دینیات اصل میں کدا کے بارے میں شاعری تھی اور اس کے موثر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ دل کی گہرائیوں مین اتر جاتے تھی انسانیت پسندوں نے انسانیت کی عظمت کو نئے سرے سے دریافت کیا تھا لیکن اس نیچے میں انھوں نے

خدا سے انکار نہ کیا اس کی بجائے انھوں نے عہدے کے سچے آدمیوں کی حیثیت میں خدا کی نا سانیت پر زور دیا جو انسان بن گیا لیکن پرانے خطرات بدستور موجود رہے نشاۃ ثانیہ کے فرد انسانی علم کی کم طاقتی سے اچھی طرح آگاہ تھے اور آگسٹائن کے شدید احساس گناہ سے بھی ہمدردی رکھ سکتے تھے البتہ خدا اور انسان کے مابین ایک وسیع فاصلہ پایا جاتا تھا لیونارڈو برونی (۱۴۴۴ تا ۱۳۶۹ء) وغیرہ نے خدا کو ایک قطعی اور انسانی ادراک سے ماورا ہستی تصور کیا تاہم جرمن فلسفی اور ک لیسیائی آدمی نکولس آف کیوسا ۰ (۶۴۔۱۴۰۱ء) خدا کو سمجھنے کی انسانی اہلیت کے بارے میں زیادہ یقین تھا کہ وہ نئی سائنس میں گہری دلچسپی رکھتا تھا جو اس کے خیال میں تثلیث کی پراسرایت خدا کی تفہیم میں مدد دے سکتے تھی مثلاً ریاضی۔ جو خالصتاً مجرد خیالات کے ساتھ بحث کرتا تھا ایک خاص قسم کی قطعیت مہیا کر سکتا تھا جو دیگر نظاموں میں ممکن نہ تھی چنانچہ ریاضی میں زیادہ سے زیدہ کم سے کم کے تصورات چاہے دیکھنے میں متضاد لگتے ہیں لیکن اصل میں انھیں منطقی اعتبار سے ایک ہی جیسا سمجھا جا سکتا ہے خدا کا تصور اسی تضادات کے اتفاق میں مضمر تھا۔

نشاۃ ثانیہ کی نئی بصیرتیں منطق کی حدود سے باہر موجود زیادہ گہرے خدشات کا کوئی جواب پیش کرنے سے قاصر تھیں نکولس کی موت کے کچھ ہی عرصہ بعد اس کے وطن کے جرمنی میں پاک دہشت نے جنم لیا اور سارے یورپ پر چھا گئی ۱۴۸۴ء میں پوپ انوسینٹ ہشتم نے ایک فرمان جاری کیا جو چڑیلیوں کے حوالے سے واہموں کا نقطہ آغاز کیا تھا اس نے مغربی روح کی نچلی تاریک طرف کو آشکار کیا اس اندوہناک لہر کے دوران ہزاروں مردوں و عورتوں کو تشدد کا نشانہ بنا کر حیرت انگیز جرائم کی ذمہ داری قبول کرنے پر مجبور کر دیا تھا انھوں نے کہا کہ شیطانوں نے ان کے ساتھ مباشرت کی تھی کہ وہ اڑ کر ہا وروں میل شیطانوں کے ساتھ رنگ رلیوں کی محفل شریک ہونے لگے اب ہم جانتے ہیں کہ کوئی چڑیل موجود نہ تھی بلکہ ایک دیوانہ پن اجتماعی تخیل کی نمائندگی کر رہا تھا یہ تخیل سامیت مخالفت اور گہرے جنسی خوف کے ساتھ منسلک تھا شیطان ایک طاقتور اور قطعی برے خدا طور پر ابھرے کر سامنے آیا تھا خدا کے دیگر مذاہب میں ایسا کچھ بھی نہ ہوا تھا مثلاً قرآن کو واضح کر دیتا ہے کہ روز قیامت شیطان کو معاف کر دیا جائے گا کچھ فلسفیوں نے دلیل پیش کی کہ وہ خدا کو دوسرے فرشتوں کی نسبت زیادہ پیار کرتا تھا خدا نے روز ازل اسے آدم کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا تھا لیکن اس نے انکار کر دیا کیونکہ اس کا ایمان تھا کہ صرف خدا ہی سجدے کے لائق ہے تاہم مغرب میں شیطان ایک بیلگام برائی بن گیا عموماً اسے زبردست جنسی اشتہا والے بہت بڑے جانور کے ور پر پیش کیا گیا شیطان کا ریہ پورٹریٹ مدفون اور خدشات کا اظہار تھا بلکہ چڑیلوں کے متعلق واہمے ایک جابرانہ مذہب اور نا قابل رسائی خدا کے خلاف بغاوت کی نمائندگی بھی کرتے تھے کال کوٹھڑیوں میں مل کر ایک تخیل تخلیق کیا جو عیسائیت کا عین الٹ تھا بلیک ماس ایک خوف ناک لیکن اطمینان بخش عبادت بن گئی جس میں خدا کے بجائے شیطان کو پوجا جاتا تھا زیادہ قہار اور جبار لگتا تھا۔

مارٹن لوتھر (۱۴۸۳ تا ۱۵۴۶ء) جادو منتر پر پکا ریقین رکھتا تھا اس نے عیائی زندگی کو شیطان کے خلاف جدوجہد خیال کیا عہس اصلاح کو یہ مسئلہ حل کرنے کی کوشش کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے پھر بھی بیش تر مصلحین نے خدا کا کوئی نیا تصور پیش کیا نہ سولہویں صدی کے دوران یورپ میں واقع ہونے والی زبردست تبدیلی کو محض عہس اصلاح ریفارمیشن کہہ دینا درست نہ ہو گا کیتھولک اور پروٹسنٹ مصلحین ایک نیا مذہبی شعور اجاگر کرنے کی کوشش میں تھے جسے محسوس تو کیا جا رہا تھا لیکن ابھی تک نظریہ کی صورت میں پیش نہیں کیا گا ی اب تبدیلیوں کی وجہ سے

صرف کیلیسیا کی ندعنوانیاں نہیں تھیں جیسا کہ اکثر خیال کیا جاتا ہے اور نہ ہی مذہبی جوش و جذبہ میں کوئی کمی پیدا ہو رہی تھی در حقیقت ایک ایسا مذہبی جذبہ موجود نظر آتا ہے کہ جس نے یورپ کے لوگوں کو ان چیزوں پر تنقید کرنے کے قابل بنایا نھیں انھوں نے پہلے زیادہ اہمیت نہ دی تھی جرمنی اور سوئزلینڈ میں قومیت پرستی کے فروغ اور شیروں کی تعمیر نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا یورپ میں انفرادیت پسندی کا رجحان بھی عروج پر پہنچ گیا ۔اہل یورپ اپنے عقائد کو بیرونی اور اجتماعی مفہوم میں لینے کی بجائے مذہب کے زیادہ اندرونی رویوں کی دریافت کا آغاز کر رہے تھے ان تمام عناصر نے ان دردناک اور اچانک تبدیلیوں میں حصہ ڈالا جو مغرب کو جدید کی جانب لے گئیں۔

تبدیلی مذہب سے قبل لوتھر نے اس خدا کو خوش کرنے کی امید چھوڑ دی تھی جسے وہ نفرت کرنے لگا تھا ۔

میں نے ایک بے دوش راہب کی زندگی گذار دی میں نے خدا کے ءسامنے
خود کو ایک گناہ گھار محسوس کیا میں یہ بھی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ میں نے اپنے
اعمال کے ذریعہ اس کی خوشنودی حاصل کر لی گناہ گاروں کو سزا دیتے
والے اس راستبار خدا سے محبت کرنے کے بجائے میں اس سے نفرت کرتا تھا
میں ایک اچھا راہب تھا اور اپنے قواعد اور اس قدر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہا کہ
اگر کوئی راہب عبادت دریاضت کے ذریعہ آسمان تک پہنچ سکتا تو وہ میں ہی ہوتا
خانقاہ میں میرے تمام ساتھیوں نے اس کی تصدٰ دیق کی ۔۔۔۔۔۔ پھر بھی میرے ضمیر نے مجھے ین نہ لینے دیا

آج بہت سے عیسائی اس روگ کو تسلیم کعیں گے جسے عہد اصلاح مکمل طور پر ختم نہکر سکا لوتھر کا خدا غضب بناک تھا کوئی بھی ولی پیغمبر یا زبور کو ماننے والا اس الوہی غضب کو برداشت نہ کر پایا تھا اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرتے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا چونکہ خدا ابدی اور ہر چیز پر قادر لیے خود مطمئن گنا گاروں کی جانب اس کا قہر یا غضب بھی لامحدود اور ناقابل پیائش تھا خدا کی شریعت یہاں مذہبی سلسلہ کے قواعد کی پابندی ہمیں بچا نہیں سکتی تھی شریعت محض خوف کا باعث ہی بنتی تھی کیونکہ یہ ہمیں ہمارے ناکافی پن سے آگاہ کرتی تھی ۔

لوتھر نے بڑا اقدم اس وقت اٹھایا جب اس نے توجیہ اپنا عقیدہ پیش کیا انسان خود کو نجات نہیں دلا سکتا خدا کو توجیہ کے لئے درکار ہر چیز مہیا کرتا ہے یعنی کہ گناہ گار اور خدا کے درمیان تعلق کی بحالی خدا فاعل اور انسان صرف مفعول ہیں ہمارے نیک اعمال اور شریعت کی پیروی ہماری توجیہ کی وجہ نہیں بلکہ محض نتیجہ ہیں ہم مذہب کے احکامات پر عمل کرنے کے قابل صرف اس لیے ہیں کیونکہ خدا نے ہمیں نجات دے دی تھی سینٹ پال کے جملے عقیدے کے ذریعہ توجیہ بھی یہی مراد تھی لوتھر کی تھیوری میں کوئی نئی بات نہیں تھی یہ چودھویں صدی کے آغاز سے ہ یورپ میں مروج تھی لیکن لوتھر نے اسے سمجھنے اور اپنانے کے بعد الجھوں کو دور ہوتے ہوئے محسوس کیا تاہم وہ انسانی فطرت کے بارے میں نہایت مایوس رہا۔

اس نے دعویٰ کیا کہ خدا کو صرف رکھا اور صلیب میں پایا جا سکتا ہے در حقیقت اس کا نظریہ توجیہ مسیح الوہیت اور ان کی تثلیثی حیثیت پر منحصر تھا یہ روایتی عقائد تجربہ میں اس قدر گہرائی تک جذب ہو چکے تھے کہ لوتھر نے کیلون بھی ان کے بارے میں سوال نہ اٹھا سکے لیکن لوتھر نے

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

جھوٹے علمائے دین کے پیچیدہ دلائل کو مدتر دکر دیا اسے بس یہ جاننے سے غرض تھی کہ مسیح اس کے نجات دہندہ تھے حتیٰ کہ لوتھر نے کدا کا وجود ثابت کرنے کے امکان کو بھی شک کی نظر سے دیکھا منطقی دلائل سے ثابت کیا جاسکنے والا خدا صرف بت پرستوں کا تھا اس کا خیال تھا کہ ایمان کے لئے معلومات علم اور قطعیت کی ضرورت نہیں ہوتی ایمان کے مسئلہ کے بارے میں اس نے پاسکل اور کیر کیگارڈ کے پیش کردہ حل کی پیش بینی کر لی تھی عقیدے یا ایمان کا مطلب کسی مسلک کے مفروضات کو تسلیم کر لینا نہیں تھا یہ ایک قسم کا علم اور تاریکی تھا جس میں سے کچھ بھی نظر نہیں آسکتا اس نے اصرار کیا کہ خدا نے اپنی فطرت کے بارے میں منطقی انداز میں رائے بیبازی سے منع کیا تھا صرف منطق کے ذریعہ اس تک پہنچنے کی کوشش خطرناک ثابت ہو سکتی تھی اس کی بجائے عیسا ئیکو چاہیے کہ وہ خدا کے متعلق بحث میں صحیفے میں منکشف کردہ سچائیوں پر غور کرے عیائی کو چاہیے کہ وہ خدا کے متعلق منطقی بحث میں صحیفے میں منکشف کردہ سچائیوں پر ور کرے لوتھر کی تربیت متکلمانہ دینیات میں ہوتی تھی لیکن وہ قعیدے کی سادہ صورتوں کی جانب مائل ہوا اور چودھویں صدی کی خشک دینیات کے خلاف رد عمل ظاہر کیا تاہم کہیں کہیں وہ خود بھی دقیق فلسفیانہ دلائل استعمال کرتا نظر آتا ہے اس کے علاوہ اس کے غضب ناک خدا نے اسے بھی پر تشدد بنا دیا تھا وہ باغی کسانوں کو مار ڈالنے کی بات کرتا ہے مگر اس کا یہ مخاصمانہ کردار عہد اصلاح کو زیادہ نقصان نہ پہنچا سکا جب اس نے بطور مصلح اپنے کیریئر کا آغاز کیا تو آرتھوڈوکس کیتھولکس نے اس بہت سے نظریات کو اپنا جو کلیسیا میں ایک نئی روح پھونک سکتے تھے یہکن لوتھر کی تشدد پسندی اور جارحانہ اقدامات نے انھیں غیر معتبر بنا کر رکھ دیا۔

طویل المیعاد میں لوتھر کی نسبت کیلون (۶۴۔۱۵۰۹ء) زیادہ اثر ثابت ہوا کیلون عموماً تقدیر پرستی کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ نظریہ اس کی فکر میں بنیادی حیثیت نہیں رکھتا تھا خدا کے حاضر وناظر علم وخبیر ہونے اور انسان کی آزاد مرضی میں مفاہمت پیفدا کرنے کا ماخذ خدا کا ایک تجسیمی نظریہ ہے ہم نے دیکھا کہ مسلمانوں نے نویں صدی عیسوی میں اس مسئلے کا سامنا کیا اور انھیں اس کا کوئی منطقی یا استدلالی حل نہ مل سکا اس کی بجائے انھوں نے خدا کی باطنیت اور نا قابل ادراک ہونے کے صفت پر زور دیا یونانی آرتھوڈوکس عیسائیوں کو اس مسئلے نے کبھی تنگ نہ کیا لیکن مغرب میں یہ فساد کی جڑ بنا جہاں خدا کا ایک زیادہ شخصی تصور غالب تھا لوگ خدا کے بارے میں اس طرح بات کرتے تیھے کہ جیسے وہ کوئی انسان ہو اور اس پر بھی دنیاوی حدود کا اطل؛اق ہوتا ہم کیتھولک کلیسیا نے اس تصور کو غلط قرار دیا تھا کہ خدا نے لعنتیوں کے لئے دوزخ کا دائمی عذاب لکھ دیا تھا کیلون نے تقدیر کے موضوع کو بہت کم جگہ دی انسانوں پر نظر ڈالتے وقت وہ تسلیم کرتا ہے کہ خدا نے واعقی کچھ لوگوں پر دوسروں کی نسبت زیادہ مہربانی کی کچھ لوگوں نے اناجیل کا اثر قبول کیا اور کچھ دیگر بالکل لاتعلق کیوں رہے کیا خدا نے ناانصافی سے کام لیا تھا کیلون نے اس بات سے انکار کیا کچھ کو منتخب اور کچھ مسترد کر دینا خدا کی پراسرایت کی ایک علامت تھی اس مسئلے کا کوئی منطقی حل موجود نہ تھا خدا کی محبت اور عدل وانصاف میں مفاہمیت نظر آتی تھی کیلون اس بات سے زیادہ پریشان نہ ہوا کیونکہ وہ راسخ عقیدے میں میں زیادہ دلچسپی نہین رکھتا تھا تاہم اس موت کے بعد کب کیلو پریشان نہ ہوا طرف لوتھریوں دوستی طرف رومن کیتھولکس سے تمیز کرنا چاہا تو تھیوڈوس بیزا نے نظریہ تقدیر کو کیلون ازم میں بنیادی حیثیت دے دی۔

پیوریطارنیوں نے اپنے مذہبی بنیاد کیلون پر رکھی اور خدا کو واضح پر ایک جدوجہد پایا وہ اپنے روزناچوں اور سوانح عمریوں میں طے شدہ کے

تقدیر کے تصور سے خوف زدہ نظر آتے پہیں دوزخ پر حد سے زیادہ زور دینے اور خود کو کڑی کسوٹیوں پر پرکھنے کے نتیجہ میں بہت سے پیور یطانی اعصابی مسائل کا شکار ہو گئے خودکشی کا رجحان کافی زیادہ نظر آتا ہے پیوریطانیوں نے اس رجحان کی وجہ شیطان کو قرار دیا جوان زندگیوں میں خدا جیسا ہی با اختیار لگتا ہے پیوریطان ازم کا ایک مثبت پہلو بھی تھا اس نے لوگوں کو کام کی عظمت کا احساس دلایا جسے ایک وقت تک غلامی خیال کیا جاتا تھا لیکن ایک تیرین بات یہ ہوئی کہہ پیوریطانی خدا نے غیر منتخب بندوں کے خلاف سخت گیر رویے اور عدم رواداری کو فروغ دیا ۔

اب کیتھولکس اور پروٹسٹنس ایک دوسرے کو اپنا دشمن خیال کرنے لگے تھے لیکن حقیقت خدا کے بارے میں ان کا تجربہ اور تصور حیرت انگیز حد تک ایک جیسا تھا ٹرینٹ کی کونسل (۶۳-۱۵۴۵ء) کے بعد کیتھورلک ماہرین الٰہیات نے نوارسطوئی دینیات کو اپنا لیا تھا جس نے خدا کے مطالعہ کو ای فطری سائنس بنا کر رکھ دیا لویولا کے اگناشیئش (۱۴۹۱ تا ۱۵۵۶ء، یسوع کی سوسائٹی کا بانی) جیسے مصلحین نے بھی خدا کے براہ راست تجربہ کے پروٹسنٹ تصور کو اپنایا یسوعیوں کے لئے اس کی بنائی ہوئی روحانی مشقوں کا مقصد ایک تبدیلی کو تحریک دلانا تھا جو ہینت ساتھ ساتھ مسترکا باعث بھی ہو سکتی تھی تزکیہ نسف کی یہ مشقیں ایک تصوف کی جانب ایک اچانک جھکاؤ کی نمائندگی کرتی ہیں صوفیوں نے بہت سے ایسے قواعد ترتیب دیے جنھیں آج ماہرین تخیل نفسی استعمال کرتے پہیں چنانچہ یہ بات دلچسپی کی حامل ہے کہ یہ مشقیں آج کیتھولکس اور اینگلیکنز علاج کی ایک متبادل قسم کے طور پر اسمال کر رہے ہین ۔

تاہم اگناشیس مصنوعی تصوف کے خطرات سے آگاہ تھا لوریا کی طرح اس نے بھی متانت اور مسرت کی اہمیت پر زور دیا اور اپنے شاگردوں کو جذابت کی شدت سے خبردار کیا پیوریطانیوں کی طرح عیسائیوں نے بھی ایک زبردست قوت کا تجربہ کیا جوان میں اعتماد اور توانائیہ بھر دیتی جس طرح پیوریطانیوں نے اٹلانٹک پار کر کے نیو انگلینڈ میں جا بسنے کی بہادری دکھائی تھی اسی طرح یسوعی مبلغین نے دنیا کا سفر کیا پیوریطانیوں کی ہی مانند بہت سے یسوعی پرجوش سائنسدان تھے اور کہا جاتا ہے کہ یسوعیوں کی سا سوئٹی پی پہلی سائنٹیفک سوسائٹی تھی اس دور کے عظیم اولیا دنیا اور خدا کو نا قابل مفاہمیت متضاد خیال کرتے نظر آتے ہیں نجات پانے کے لئے دنیا کو چھوڑنا اور دنیاوی لگاوٹوں سے لاتعلقی اختیار کرنا لازمی تھا یورپ میں اس وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے خوف اور مایوسی کی وضاحت ہم کیسے پیش کریں ی شدید پریشانی کا دور تھا سائنس اور ٹیکنالوجی پر مبنی ایک نیا معاشرہ ضودار ہو رہا تھا جس نے جلدی ہی دنیا کو فتح کر لینا تھا تاہم خدا ان خطرات کو زائل کرتا اور انھین تسلی دیتا نظر آتا مغرب کے عیسائیوں نے غالنبا ہمیشہ یہی خیال تھا کہ خدا بہت سخت گیر ہے اور مصلحین نے اس مسئلے کو اور بھی زیادہ شدید بنا دیا مغرب کے خدا کے بارے میں یقین کیا جاتا تھا کہ اس نے لاکھوں انسانوں کے مقدر میں دائمیعذ اب لکھ دیا تھا یہ خدا تولیان یا آگسٹائن کے پیش کردہ خدا سے بھی زیادہ خوفناک بن گیا،

درحقیقت سولہویں صدی کے اختتام پر یورپ کے بہت سے لوگوں نے محسوس کیا کہ مذہب ناکارہ ہو گیا ہے وہ پروٹسٹنس کے ہاتھوں کیتھولکس کی قتل و غارت اور کیتھولکس کے ہاتھوں پروٹسٹنس کی تباہی سے نفرت کرتے تھے سینکڑوں لوگ محض یہ نظریہ رکھنے کلی وجہ سے موت کے گھاٹ اتا دیئے گئے کہ کسی ایک فرقے کو سچا ثابت کرنا ممکن نہیں نجات کے لیئے مختلف قسم کے نظریات کا پرچار کرنے والے بہت سے

فرقے منظر عام پر آ گئے اب دینیات کے میدان میں بہت سی راہیں موجود تھیں بہت سے لوگ نے خود کو مذہبی مسائل کی رنگارنگ تفسیر ون میں پھنسا ہوا پایا چنانچہ یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ مغربی خدا کی تاریخ کے اس موڑ پر لوگوں نے ملحدوں کی نشاندہی کرنا شروع کر دی جن کی تعداد چڑیلیوں جتنی ہی کثیر لگتی ہے۔۔۔۔ خدا کے پرانے دشمن اور شیطان رفیق کہا جاتا تھا کہ یہ ملحد خدا کے باوجود سے انکار کرتے تھے اور وہ لوگوں کو اپنا فرقے میں شامل کر کے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہے تھے البتہ موجودہ دور جیسی کھلم کھلا دوٹوک الحاد پرستی اس وقت ممکن نہ تھی ۔

اس وقت لوگو ں کی مراد کیا تھی جن انھوں نے ایک دوسرے کو ملحد قرار دیا تھا فرانسیسی سائنسدان meresenn marin ۱۵۸۸ تا ۱۶۴۸ء جو کٹر فرانسکی سلسلے کا رکن بھی تھا یہ بتایا کہ صرف پیرس میں ہی ۵۰،۰۰۰ ملحد موجود تھے لیکن اس کے بتایئے ہوئے زیادہ تر ملحد خدا پر یقین رکھتے تھے ان ملحدوں کی صورت ہی تھی جو رومن سلطنت کے پاگونوں کی نظر میں یہودیوں اور عیسائیوں کی تھی۔۔۔۔ بس خدا میں ان ملحدوں کے خیالات ناقدااوں کے اپنے خیلات سے مختلف تھے سولہویں اور سترھویں صدیوں کے دوران بھی الفاظ الحاد پرستی کا مطلب مخالفت کے سوا کچھ نہ تھا انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوخر میں انارکسٹ یا کمیونسٹ کا استعمال بھی انھی معنوں میں کیا جاتا تھا ملحد کی اصطلاح ذلت آمیز تھی کوئی بھی شخص خود کو ملحد کہلوانا برداشت نہین کر سکتا تھا اس وقت تک یہ ایک طرہ امتیاز نہیں بنا تھا تاہم سترھویں اور اٹھارویں صدیوں کے دوران اہل مغرب کے ہاں ای رویہ پیدا ہوا جس نے خدا کے وجود سے انکار کو نہ صرف ممکن بلکہ قابل خواہش بھی بنا دیا انھیں سائنس میں اپہنے خیالات کی حمایت مل گئی مصلحین کے خدا کو سائنس کے حق میں تصور کیا جا سکتا ہے ۔

روشن خیالی

سولہویں صدی کے اختتام پر مغرب میں تیکنیت کا عمل شروع ہوا جس نے ایک بالکل نئی قسم کا معاشرہ اور انسانیت کا ایک تصور پیدا کیا ناگزیر طور پر اس کے نتیجے میں خدا کا کردار اور فطرت کے بارے میں مغربی ادراک بھی متاثر ہوا نئے انڈسٹریلا یلائزڈ اور مستعد مغرب کی کامیابیوں نے تاریخ کا دھارا بھی بدل ڈالا دیگر مما لک نے مغرب کو نظر انداز کرنا بہت مشکل پایا چونکہ تاریخ میں اس سے قبل کسی بھی معاشرے میں اس قسم کی صورتحال پیدا نہیٔں ہوئی تھی اس لیے مغرب کو کچھ بالکل نئے اور مشکل مسائل کا بھی سامنا ہوا مثلا اٹھارویں صدی تک اسلام افریقہ مشرق وسطی اور میڈیٹرینین علاقہ میں غالب عالمی قوت ہوا کرتا تھا اگرچہ مغرب کی پندرھویں صدی کی نشاۃ ثانیہ نے اسے کئی حوالوں سے اسلامی سلطنت پر فوقیت دلا دی تھی مگر مختلف اسلامی جاقتیں اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو گئیں عثمانیوں نے یورپ میں اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور مسلمان لوگ پرتگیزی حملہ آوروں اور تاجروں کی یلغار کو روکے رکھنے میں کافی حد تک کامیاب رہے تاہم اٹھارہویں صدی کے اختتام پر یورپ نے دنیا پر غلبہ پانا پر غلبہ شروع کر دیا تھا اور اس کی ہر قسم کی کامیابی کا مطلب تھا کہ باقی کی دنیا کے لئے اس ک ہم سری کرنا ممکن ہو گا برطانیہ نے ہندوستان میں بھی اپنی حکومت قائم کر لی اور یورپ میں دنیا بھر کے لوگ آ کر بسنے لگے تھے مغربیت کا عمل شروع ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی سیکولرازم کے مسلک کی بھی ابتدائی ہوئی جس نے کدا کی آزادی کا مطالبہ کیا ۔

جدید تکنیکی معاشرے کا تانا بانا کس چیز سے مل کت بنا تھا تمام سابق تہذیبیں زراعت پر منحصر تھیں تہذیب اصل میں شہروں کی کامیابی ہوا

کرتی تھیں جہاں ایک زمیندار کسان کی]پیہدا کردہ قدر زائد کے سہارے رہتا تھا ایک خدا پر یقین مشرق وسطی اور یورپ کے شہروں میں بیک وقت پیدا ہوا تاہم یہ تمام زرعی تہذیبیں زد پذیر تھیں ان کا دار و مدار مختلف چیزوں پر تھا مثلاً فصلیں آب وہوا، بارشیں اور زمین میں کٹاؤ جب بھی کوئی سلطنت وسیع ہوئی اور اس نے اپنے عزائم اور ذمہ داریوں میں اضافہ کیا تو انجام کار اس کی محدود ذرائع کم پڑ گئے وہ اپنے جلال کی انتہا پر پہنچتے ہی زوال پذیر ہونے لگتی البتہ نئے مغرب کا انحصار زراعت پر نہ تھا اس کی تکنیکی مہارت کا مطلب تھا کہ یہ مقامی حالات اور بیرونی مدافعتوں سے آزاد ہو گئی تھی جدید کے عمل میں مغرب نے سلسلہ وار کئی تبدیلیوں ک اتجربہ کیا انڈسٹریلا یزیشن، عقلی، روشن خیالی اور سماجی انقلابات فطری بات ہے کہ ان تبدیلیوں نے مردوں اور عورتوں کے اپنے بارے میں ادراک کو متاثر کیا اور انھیں حقیقت مطلق کے ساتھ تعلقات پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کیا ۔س

اس مغربی تیکنیکی معاشرے میں سپشلا ئزیشنلا زمی تھی معاشی، عقلی، اور سماجی شعبوں میں تمام اختارعات مختلف حوالوں سے خصوصی مہارت کا تقاضا کرتی تھیں مختلف قسم کی تخصیص کار آہستہ آہستہ باہم منحصر ہو گئیں ایک میدان میں کامیابیوں نئے دوسرے شعبوں میں تخصیص کار ک کو فروخ دیا تبدیلیوں کا ایک غیر مختتم سلسلہ شروع ہو گیا تہذیب اور ثقافتی کامیابیاں محض طبقہ اشراف کے لئے ہی مخصوص نہ رہ گئیں بلکہ ان میں فیکٹری مزدور، کان کن، پرنٹر اور کلرک کو بھی شرکت کا موقع ملا یورپ میں مختلف حکومتوں نے اپنی تشکیل نو اور اپنے قوانین پر نظر ثانی کو ضروری خیال کیا تا کہ جدیدیت کے ہر دم تبدیل ہوتے حلات کا مقابلہ کیا جا سکے ۔

پرانے زراعتی ڈھانچے میں یہ چیز نا قابل تصور ہوتی ہوپی جہاں قانون کو نا قابل ترمیم اور الوہی خیال کیا جاتا تھا ہم نے دیکھا کہ تبدیلی اور نئے پن نے روایتی معاشروں میں خوف کی ایک لہر دوڑی دی تاہم مغرب کے متعارف کروائے ہوئے جدید تیکنیکی معاشرے کی بنیاد مسلسل ترقی اور بہتری کی امید پر تھی ۔

وسائل کے مشترکہ استعمال اور دریافتوں نے لوگوں کو قریب آنے میں مدد دی جبکہ ایک نئی نا گریز سپشلا ئزیشن نے انھیں کچھ دیگر حوالوں سے بھی دور دور بھی کیا اس سے پہلے کسی مفکر کیت لئے یہ ممکن تھا کہ وہ ہر قسم کا علم حاصل کرے مثلاً فلیسوف بیک وقت طب فلسفہ اور جمالیات کے ماہر تھے سترھویں صدی کے آغاز میں سپیلا ئزیشن کے عمل نے اپنا آپ منوانا شرتعو کر دیا علم فلکیات کیمیا اور علم الشکال علیحدہ علیحدہ ہونے لگے تھے اب لوگوں کے لیے کسی حقیقت کی تصویر کشی مجموعی طور پر کرنا ممکن ہوتا جا رہا تھا اختراع پسند سائنسدانوں اور مفکرین نے زندگی اور مذہب کے بارے میں اپنے نظریات نئے سرے سے پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی نئی سائنسی روح تجربیت پسند تھی اور صرف مشاہدہ اور تجربے کو بنیاد مانتی تھی ہم نے دیکھا کہ فلسفہ کی پرانی منطق پسندی میں کائنات کے منطقی ہونے پر یقن کرنا لازمی تھا مغربی سائسیں اس قسم کی کسی چیز کو یونہی قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھیں اور پہلا قدم اٹھانے والے لوگ ایک غلطی کا خطرہ مول لینے یا پھر ساری کی ساری تسلیم اسناد کو مسترد کر دینے پر تیار تھے خدا کے باوجود پرانے ثبوت اب مکمل طور پر ایمان بخش نہیں رہے تھے اور تجربی طریقہ کار کے دلولے سے دلبر یز فطری سائنسدانوں اور فلسفیوں نے ءخدا کی معروضی حقیقت کو بھی اسی طرح ثابت کرنے کی کوشش کی نجیسے وہ دیگر مظاہر کو ثابت کیا کرتے تھے ۔

الحاد پرستی کو اب بھی قابل نفرت خیلا کیا جاتا تھا روشن خیالی کے دور کے زیادہ تر فلسفی خدا کے یقین پر وجود رکھتے تھے البتہ چند ایک لوگوں نے یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ خدا کو یونہی موجود نہیں سمجھ لینا چاہیے الحاد پرستی کو سنجیدگی سے لینے والا اولین شخص غالباً فرانیسی ماہر طب ریاضی دان اور عالم دین پاسکل (۶۳۔۱۶۲۳ء) تھا ۲۳ نومبر کی رات کو پاس کل کو خود بھی ایک مذہبی تجربہ ہوا جس نے اسے دکھایا کہ اس کا ایمان بہت کتابی قسم کا تھا اس کی تحریروں میں بیان کردہ خدا بنیادی طور پر صوفیانہ تھا اس باطنی خدا کا مطلب تھا کہ پاسکل کا خدا دیگر سائنسدانوں اور فلسفیوں کے خدا سے مختلف تھا اس تجربے کی زبردست وقت نے اسے یسوعیوں کے خلاف کر دیا اور دور میں سرگرم تھے مکاشفے کے باوجود پاسکل خدا کا مخفی رہا جسے منطقی ثبوت کے ذریعہ دریافت نہیں کیا جاسکتا تھا ۔

ہم پاسکل کی سائنسی کامیابیوں نے اسے انسانی حالت کے بارے مین زیادہ اعتماد نہ دیا کائنات کی وسعت کی بات کرتے وقت وہ سہارا نظر آتا ہے پاسکل پوری طرح قائل تھا کہ خدا کا روجود ثابت کرنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں وہ خدا کا ایمان نہ رکھنے والے کسی شخص کے ساتھ بحث کے دوران کوئی دلیل پیش نہ کرتا وحدانیت کی تاریخ میں ایک نئی ڈویپلیمنٹ تھی تب سے پہلے کسی نے بھی خدا کے وجود میں سنجیدگی سے سوال اٹھایا تھا پاسکل یہ تسلیم کرنے والا پہلا شخصڈ تھا کہ اس جرات مند دنیا میں خدا پر ایمان محض ذاتی چوائس کا معاملہ ہی ہوسکتا ہے ۔

ایک اور نئے آدمی رینے ڈیکارٹ (۱۵۹۶تا۱۶۵۰ء) کو خدا کے لئے ذہن کی صلاحیت پر کہیں زیادہ اعتماد تھا درحقیقت اس نے اصرار کیا کہ صرف عقل ہی ہمیں اپنی مطلوبہ قطعیت دلا سکتی ہے ریاضی دان اور کیتھولک ڈیکارٹ نے محسوس کیا کہ پاسکل والی تشکیک کے خلاف لڑنے کے لیئے نئی تجربی منطق کا استعمال اس کا مشن تھا اس کا خیال تھا کہ صرف منطق ہی انسانیت اور اخلاقیات کی سچائیاں قبول کرنے پر مائل کر سکتی تھ جنھیں اس نے تہذیب کی بنیاد خیال کیا ایمان ہمیں یا یس کوئی بھی چیز نہیں بتاتا جسے منطقی انداز میں ثابت نہ کیا جاسکتا ہو ڈیکارٹ نے کہا کہ خدا کو کسی اور موجود چیز سے بھی بہتر انداز میں جانا جاسکتا ہے ۔

اپنی ہمہ گیر ریاضی کا تجربی طریقہ استعمال کرتے ہوئے ڈیکارٹ نے خدا کیو جود کو بھی تجربی انداز میں ہی ثابت کرنا چاہا لیکن ارسطو سینٹ پال اور تمام سابق وحدانیت پرست فلسفیوں کے برعکس اسے کائنات خدا سے بالکل عاری ملی فطرت میں کوئی منصوبہ موجود نہ تھا درحقیقیت کائنات بے ترتیب تھی اور اس میں عقل کی کوئی کارفرمائی نظر آتی تھی چنانچہ فطرت میں سے ابتدائی ممکنہ قوانین اخذ کرنا ممکن نہ تھا ڈیکارٹ کے پاس ممکنہ کے بارے میں سوچنے کی فرصت نہیں تھی اس نے ریاضی کی مہیا کردہ قطعیت سے کام لینے کی کوشش کی یہ سادہ اور واضح مقولوں کی صورت میں کیا جاسکتا تھا مثلاً ہونی ہو کر ہی رہتی ہے اس کی تردید کرنا ناممکن تھا بارہ سو سال پہلے کے آگسٹائن کی طرح ڈیکارٹ کو خدا کی شہادت انسانی شعور میں ملی حتی کہ شک کو اپنے وجود کا ثبوت شک کرنے والے میں ملا ہم باہری دنیا میں کسی بھی چیز کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے جب کہ ہم شک کرتے ہیں توانا کی حدود اور پابند فطرت آشکار ہوتی ہے چنانچہ ہمارا شک کا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ اعلیٰ ترین اور کامل ہستی ۔یعنی خدا،،،،،لازماً موجود ہوگا ۔

ڈیکارٹ خدا کے وجود کے اس ثبوت کی بنیاد پر اس کی فطرت کے متعلق حقاؤ اخذ کرتا ہے بالکل ریاغی کے کلیے کے حل کرنے کے انداز میں

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

اس کا خدا جیومیٹری اور ریاضی اصولوں کی طرح مکینکل تھا ڈیکارٹ نے خدا کا وجود ثابت کرنے کے لئے دنیا کو استعمال کرنے کے بجائے دنیا کی درحقیقت پر اپنا ایمان قائم کرنے کی خاطر نظر خدا کو استعمال کیا اس کا ذہب باہر کی جانب دنیا میں جانے کے بجائے اپنے آپ میں ہی بل کھائے گیا تاہم ڈیکارٹ کا خدا فلسفیوں کے خدا جیسا تھا جسے زمین پر ہونے والے واقعات کلی کوئی پروانہ تھی ۔

انگریز طبیعات دان آیزک نیوٹن (۱۶۴۲ تا ۱۷۲۷ء) بھی عیسائی خدا کی سراپراست سے پیچھا چھڑانے کے لئے اتنا ہی بے قرار تھا کہ اس نے خدو کو بھی اپنے میکینکل نظام مین بند کر کر رکھ دیا اس کا نقطہ نظر آغاز ریاضی نہیں بلکہ مکینکستھا کیونکہ کسی سائنسدان کے لئے دائرہ کھینچنے سے پہلے جیومیٹری میں مہارت حاصل کرنا لازمی تھا ذات خدا اور فطری دنیا کی موجودگی کو ثابت کرنے والے ڈیکارٹ کے برعکس نیوٹن نے اپنی کوشش کا آغاز طبعی کائنات کی وضاحت کرنے کے ساتھ کیا نیوٹن کی طبیعات میں فطرت مجہول تھا فعالیت کا واحد ماخذ صرف خدا تھا لہذا خدا محض فطری اور طبعی ترتیب کا تسلسل تھا نیوٹن نے اپنی کتاب فطری کے فلسفہ کے قوانین ۱۶۸۷ء میں مختلف آسمانی اور زمینی اجسام کے درمیان تعلقات کو ریاضی کے انداز مین اس طرح بین کرنا چاہا کہ ایک مربوط اور جامع نظام بن جائے نیوٹن کے نظریہ کشش ثقل کے نظام کا تانا بانا تیار کیا نظریہ کشش ثقل نے کچھ سائنسدانوں کو ناراض کر دیا جو سمجھتے تھے کہ وہ مادے کی پر کشش قوتوں کے بارے میں ارسطو کے نظریہ کو جھٹلا رہا تھا اس قسم کا یہ خدا کی مطلق بادشاہت کے پروٹسٹنٹ سے میل نہی کھا تا تھا نیوٹن نے اس سے انکار کیا اس سارے نظام کے مرکز میں ایک حاکم خدا موجود تھا کیونکہ اس قسم کے الوہی مکینک کے بغیر یہ موجودہ ہوسکتا تھا کہ اس کے اس خدا کے وجود کا ثبوتموجود ہے اجرام فلکی کی اندرونی کشش انھیں ایک گولے کی صورت میں اکٹھا کیوں نہیں کر دیتی تھی کیونکہ وہ سپیس میں مناسب فاصلوں پر رکھے گئے تھے یہ ساری کاروائی کسی ذہن الوہی کے منتظم کے بغیر ممکن نہیں تھی اس منتظم کو ذہین کے ساتھ ساتھ اتنا طاقتور بھی ہونا ضروری تھا کہ بڑے بڑے جموں کو سنبھال سکے نیوٹن اس نتیجے پر پہنچا کہ لامحدود اور پیچیدہ نظام کو حرکت میں لانے والی ازلی قوت domination تھی جو کائنات کی تخلیق اور خدا کو الوہی ء بنانے کی ذمہ دار تھی ۔

نیوٹن بائبل کا ذکر کرتا تاہم خدا کو صرف دنیا پر غور و فکر کر ہی جانتے ہیں اس سے پہلے تک تخلیق کے عقیدے نے ایک روحانی سچائی کو بیان کیا تھا ی عیسائیت اور یہودیت دونوں میں داخلل ہو کر اس نے ہمیشہ مسائل پیہدا کیئے اب نئ سائنس نے تخلیق کو دوبرہ مرکز توجہ بنا دیا تھا اور عقیدے کی لفظی اور میکینکل تفہیم کو نظریہ خدا میں اہم حیثیت دلا دی تھی آج جب لوگ خدا سے انکار کرتے ہیں تو اصل میں وہ نیوٹن کے خدا کائنات کے خالق اور اسے قائن رکھنے والے کو مسترد کررہ ہوتے ہیں ۔

خود نیوٹن کو بھی اپنے نظام میں خدا کو جگہ دینے کے لئے کچھ حیرت انگیز حل ڈھونڈنے پڑے اگر سپیس نا قابل تبدیل اور لامحدود تھی تو اس خدا میں کہاں فٹ ہوتا تھا کیا لامتناہیت اور ابدیت کی خصوصیات کی حامل سپیس خود بھی ایک لحاظ سے الوہی تھے کیا یہ ایک ثانی الوہی وجود تھی جو ابتدائے آفرینش سے ہی خدا کے ساتھ ہم وجود تھی یہ مسئلہ ہمیشہ ہی نیوٹن کے پیش نظر رہا اپنے ایک ابتدائی مضمون fluidorum de gravitative et aequipondio میں وہ پرانے افلاطونی نظریہ صدور کی جانب واپس گیا چونکہ خدا لامحدود ہے اس لئے کہ وہ لازما کہیں موجود ہوگا سپیس خدا کی ہستی کا نتیجہ ہے اس کا صدرور کو مطلق خدا میں سے ہوا اسی طرح چونکہ خدا ابدی ہے اس لئے

www.hallagullah.com

www.pdfbooksfree.blogspot.com

وقت زماں اس میں سے صادر ہوا چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سپیس اور وقت زماں و مکاں خدا پر مشتمل ہیں جس مین ہم رہتے حرکت کرتے اور ہست کرتے ہیں دوسری طرف مادہ وہ خدا نے ہی اپنے آزادارادے کے تحت تخلیق کیا کہ شاید آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے سپیس کے کچھ حصول کو شکل کثافت قوت ادراک اور فعالیت دینے کا فیصلہ کیا تھا ۔

ڈیکارٹ کی طرح نیوٹن کے پاس بھی باطنیت کے لئے کوئی وقت نہ تھا اس نے باطنیت کو لاعلمی اور توہم پرستی کردانا وہ عیسائیت کو کرسشمات سے پاک کرنا چاہتا تھا یہ بات مسیح الوہیت جیسے اہم عقائد کے ساتھ اس کے ٹکراؤ کا باعث بن گئی ۱۶۷۰ء کی دہائی میں اس نے تثلیث کے عیقدے کا دینیاتی مطالعہ شرعو کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اسے اتھانائیس نے عیسائیت قبول کرنے والے نئے پاگان لوگوں کو خوش کرنے کی خاطر عقیدے کا حصہ بنا دیا تھا اریئیس کا کہنا درست تھا یسوع مسیح ہرگز خدا نہیں تھے اور تثلیث اور تجسیم کے عقائد کرنے کے لئے استعمال کیے جانے والے اناجیل کے اقتباسات جعلی تھے اتھانائیس اور اس کے ساتھیوں نے انھیں خود ہی وضو کر کے صفیحے میں شامل کر دیا ۔

مغربی عمائے دین تثلیث کو ہمیشہ بہت مشکل عقیدہ پایا اور ان کی نئی نطق پسندی روشن خیالی کے فلسفیوں اور سائنسدانوں کو اس کے مسترد پر استرداد مائل کر دیا نیوٹن کو مذہبی زندگی میں باطنیت کے کردار کی کوئی فہم نہ تھی یونانیوں نے تثلیث کا ستعمال ذہین کو ایک تحیر کی حالت میں رکھنے اور اس امر کی یقین دہانی کے لئے کیا تھا کہ انسانی عقل خدا کی فطرت کے متعلق ہرگز نہی جان سکتی تاہم نیوٹن جیسے سائنسدان کے لئے اس قسم کا رویہ اپنانا بہت مشکل تھا ۔

جب ی انقلابی تبدیلیاں براعظم میں پھیل رہی تھیں تو تاریخ دانوں کی ایک نئی نسل نے کلیسیا کی تاریخ کو معروضی انداز میں دیکھنا شرعو کیا چنانچہ ۱۶۹۹ مین گوٹ فرائیڈ آرنلڈ نے اپنا غیت جانبدار مقالہ کلیسیاؤں کی تاریخ عہد نامہ کے آغاز سے لے کر ۱۶۸۸ء تک شاءع کیا اور اس میں دلیل پیش کی تھی کہ جسے آرتھوڈوکس کہا جاتا ہے وہ قدیم چرچ کے ساتھ ہی شرعو نہیں ہوا تھا جوہان لوریبز نے دانستہ طور پر تاریخ کو دینیات سے الگ کیا کہ اور اپنی کتاب می عقیدے کی یترقی بیان کی دیگر مورخین نے عقائد سے متعلقہ م، تنازعی باتوں کی تاریخ کا تجزیہ کیا بہت سے اہل ایمان کے لئے یہ بات تکلیف وہ تھی کہ خدا اور مسیح کے متعلق بنیادی عقائد صدیوں کے عرصہ میں کچھ دیگر مورخ مزید آگے تک ھگئے اور اس نئی معروضیت کو خود عہد نامہ جدید پر لاگو کر دیا۔

ان معروضی تحقیقات کا دارو مدار صفیحے کی لفظی تفہیم پر تھا اور اس میں عیقدے کی ع؛ لامتہ یا استعاراتی نوعیت کو نظر انداز کر دیا گیا آپ یہ اعتراض اٹھا سکتے ہیں کہ اس قسم کی تنقید شاعری کی طرح اس معاملے میں بھی بے جا تھی لیکن سائنسی روح ایک مرتبہ عام ہو جانے کے بعد ناجیل کو کسی اور ناداز میں دیکھنا ممکن نہیں رہا تھا مغربی عیسائی نے عقیدے کو لفظی مفہوم میں لینا شروع کر دیا تھا مذہب ماخذ کے بارے مین سوالات عیسائیوں کے لئے مثلا بودھیوں کی نسبت زیادہ اہم تھے کیونکہ ان وحدانی روایت نے ہمیشہ یہ دعوی کیا تھا کہ خدا نے خود کو تاریخی واقعات میں آشکار کیا تھا لہذا اس نے سائنسی دور میں عیسائیوں کو اپا ایمانچانے کے لئے ان سولات سے نمٹنا ضروری تھا نسبتا زیادہ روایتی عقائد رکھنے والے کچھ عیسائی خدا کی روایتی مغربی فہی پر سوالات اٹھانا شروع کر رہے تھے ۔

ن کا جواب منطق میں نظر آیا تا ہم کیا خدا کو اس باطنیت سے محروم کیا جا سکتا تھا جس نے صدیوں کے دوران اسے عیسائیوں کے لئے وثر

www.pdfbooksfree.blogspot.com
www.hallagullah.com

قدر بنائے رکھا پیورہطانی شاعر جان ملٹن نے اپنے غیر شائع شدہ مقالے on christian doctrine میں تحریک اصلاح کی اصلاح کعرنے اوراپنے لئے ایک مذہبی مسلک اختراع کرنے کی کوشش کی تھی وہ تثلیث جیسے روایتی عقائدک بارے میں بھی مشکک تھا تا ہم یہ بات اہم ہے اس کی شاہکار تصنیف گمشدہ بہشت کا ہیرو خدا کے بجائے شیطان تھے شیطان یورپ کے نئے آدمی والی بہت سی خصوصیات رکھتا ہے وہ حاکمیت کو مسترد کرتا غیر معلوم کو ماننے سے انکار کعتا اوردوذخ میں اپنی سیر کے دوران اولین دریافت کنندہ بن جاتا ہے ملٹن کا خدا سرد مزاج کے علاوہ بے صلاحیت بھی ہے ۔روشن خیالی کے عید میں فلسفیوں نے خدا کے تصور کو مسترد کیا تھا وہ اصل میں آرتھوڈوکس کے ظالم خدا سے اکتا گئے تھے کو انسانوں کو ابدی عذاب کی دھمکیاں دیتا تھا لیکن حقیقت مطلق پران کا ایمان بدستور قائم رہیا والیٹر تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر خدا موجود نہ ہوتا اسے ایجاد کر لینا بھی ممکن نہ ہوسکتا فلاسیکل ڈکشنری میں ہو کہتا ہے کہ انسانیت کے لئے ایک خدا پر یقین کئی دیوتاؤں پر یقین رکھنے کی نسبت کہیں زیادہ منطقی ہے بہت آغاز میں جھونپڑیوں اور آبادیوں میں رہنے والوں نے تسلیم کیا تھا کہ خدا واحدان کی تقدیروں پر قادر تھا کثیر خداؤں کی پرستش بعد میں شروع ہوئی سائنس اور منطق فلسفہ دونوں نے ہی مطلق ہستی کے وجود کا اشارہ دیا والیئر ڈکشنری میں اپنے مضمون الحاد پرستی کے آخر میں یہ سوال کرتا ہے ہم ان تمام باتوں سے کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں وہ جواب دیتا ہے ۔

حاکم لوگوں کے ہاں الحاد پرستی ایک خوف ناک برائی ہے اور اہل علم کے
ہاں بھی چاہیئے ان کی زندگیاں کتنی پاکیزہ ہوں کیونکہ وہ اپنی تحقیقات کے
ذریعہ حکام کو متاثر کر سکتے ہیں یہ نیکی کے لئے تباہ کن ہے ساتھ ہی میں یہ بھی
کہنا چاہوں گا کہ آجکل ملحد پہلے کی نسبت کافی کم ہیں کیونکہ فلسفیوں نے یہ جان
لیا کہ ہر چیز مین ایک منصوبہ بندی موجود ہے ۔

والیئر نے الحاد کو توہم پرستی کے مقابل قرار دیا اس کا مسئلہ خدا نہیں بلکہ اس کے بارے میں عقائد تھے یورپ کے یہودیوں نے بھی خیالات کا اثر قبول کیا سپینوزا ٠(۷۷۔١٦٣٢ء) کا دل توریت کے مطالعہ سے اکتا گیا اور اس نے ءآزاد سوچ رکھنے ولے یہودیوں کے فلسفانہ حلقے میں شمولیت اختیار لی اس نے ایسے خیالات تشکیل دیے جو روایتی یہودیت سے قطعی مختلف تھے اور جن پر ڈیکارٹ جیسے سائنسی مفکرین کا گہرا اثر تھا جب وطن بدری کا فرمان پڑھا گیا اور گنشت کی روشنیاں آہستہ آہستہ گل ہورہی تھیں تو سپینوزا کی روح نے خدا سے عادی دنیا میں اسکا تجربہ کیا۔

دن رات اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے اس پر لعنت ہوتی رہے خداوند
اسے کبھی بھی معاف نہ کرے خداوند کا قہر اسے جلا کر خاک کر ڈالے
کتاب شریعت میں لکھی تمام لعنتیں اس پر لادے اس کا نام مٹادے

اس کے بعد شپنوزا کا تعلق تھا یورپ کے کسی مذہبی فرقے کے ساتھ نہ رہ گیا وہ مغرب میں عام ہوجانے والے سیکولر رجحان کا اولین نمائندہ

تھا بیسویں صدی لکے بہت سے لوگوں نے اسکو جدیدیت کا ہیرو قرار دیا تھا اور اس کی علامتی جلاوطنی بیگا نگی اور دیکولر نجات کو اپنے اوپر لاگو کیا سپینوزا کو الحاد پرست کہا جاتا ہے لیکن وہ خدا پر ایمان رکھتا تھا اس کا خدا بائبل کے خدا کے بارے میں فلسفیوں کے حاصل کردہ سائنسی علم سے کم تر خیال کیا اس نے اپنے ایک مقالے میں کہا کہ مذہبی عقیدے کی نوعت کو غلط رنگ دے دیا گیا ہے یہ بے معنی ہو کر رہ گیا تھا اسرائیلیوں نے اپنی سمجھ سے باہر ہر مظہر کو خدا قرادے دیا مثلا پیغمبروں کو اس وجہ سے القا یافتہ کہا جاتا تھا کیونکہ وہ غیر معمولی دانش اور پاکیزگی رکھنے والے انسان تھے لیکن اس قسم کا القا صرف چند منتخب افراد کے لئے ہی مخصوص نہ تھا بلکہ کوئی بھی شخص اسے اپنے فطری استدلال کے ذریعہ پا سکتا تھا رسوم ورواج صرف ان عام لوگوں کے لئے مددگار جو سائنسی اور منطقی سوچ کے اہل نہیں تھے ۔

ڈیکارٹ کی طرح سپینوزا نے بھی خدا کو وجود ثابت کرنے کے لئے وجودیاتی مابعد الطبیعاتی ثبوت سے رجوع کیا خدا کا تصور ہی اسکے نتیجے ہونے کے دلیل تھا خدا کا موجود ہونا لازمی تھا کیونکہ حقیقت کے بارے میں دیگر نتائج اخذ کرنے کے لئے ضروری قطعیت اور عتماد فراہم کرتا تھا دنیا کے بارے میں ہماری سائنسی تفہیم عیاں نظر آتی ہے اس پر نا قابل تغیر قوانین کی حکمرانی سپینوزا کے لئے خدا محض ایک قانون ہے ۔۔تمام موجود ابدی قوانین کا مجموعہ نیوٹن کی طرح وہ بھی صدور کے قدیم فلسفیانہ نظریہ کی جانب گیا چونکہ خدا تمام مادی اور روحانی چیزوں میں خلقی بططور پر موجود ہے اس لیے اسے نا کو منظّم کرنے والے قانون کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے دنیا میں خدا کی فعالیت کی بات کرما محض ہستی کے ریاضیاتی اور علتی اصولون کو بیان کرتا تھا یہ ماورائیت کی قطعی تردید کے مترادف تھا سپینوزا نے پرانی مابعد الطبیعاتی کو نئی سائنس کے ساتھ ہم آہنگ کیا اس کا خدا نو فلاطیوں والا ناقابل ادراک خدا نہیں تھا بلکہ وہ ٹامس آکو مینس جیسے فلسفیوں کی بیان کردہ ہستی مطلق جیسا تھا لیکن خدا یہ اس خدا سے سے بھی مشابہہ تھا جس کا تجربہ راسخ العقیدہ وحدانیت پرستوں نے اپنے اندر کیا تھا ۔

یہودیوں کو ایمانوئیل کانٹ نے بہت زیادہ متاثر کیا اسنے مذہب کو بہت سی کجریوں کو مسترد کیا مثلا کلیسیاوؤں کی حاکمیت عبادت ورسوم جنھوں نے انسان کو اپنی ذاتی قوتوں کو استعمال کرنے سے روکا اور کسی اور ہستی پر تکیہ کرنے پر مائل کیا لیکن کانٹ بھی خدا کے تصورت کا مخالف نہ تھا صدیوں پہلے الغزالی کی طرح اس نے بھی کہ اکہ خدا کے موجود ہونے کے بارے میں قابل نہیں اور نہ ہی اس کی کیٹگری سے پرے کی چیزوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن اس بات کی تسلیم کہ انسان ان حدود سے تجاویز کرنے اور خدا کے ساتھ وصال کی جستجو کرنے کا رجحان رکھتے ہیں یہ تصور خدا تھا خدا کو منطقی انداز میں ثابت کرنا ممکن نہیں تھا لیکن اس کی غیر موجودگی کو بھی ثابتنہیں کیا جا سکتا تھا خدا کا تصور ہمارے لیے بنیادی اہمیت کا حمال تھا چنانچہ کانٹ کے لئے خدا محض ایک سہولت تھا جکس کا غلط استعمال کیا جا سکتا تھا ایک علیم و خبیر خدا کا تصور سائنسی تحقیق کی جڑیں کھوکھلی کر سکتا تھا کانٹ کے ہم عصروں نے اسے مخلص آدمی کہا جو نوع انسانی میں شر کی صلاحیت سے اچھی طرح آگاہ تھا اسی لئے تصور خدا اس لئے بنیادی حیثیت اختیار کیا گیا critique to practical reason میں کانٹ کہتا ہے کہ ایک اخلاقی زندگی گذارنے کے لئے انسانوں کو ایک حاکم کی ضرورت ہے جو نیکی کا صلہ مسترکی صورت میں دے اب مذہب کا مرکز خدا کی باطنیت کی بجائے خود انسان بن گیا تھا خدا ایک ایسی حکمت عملی کے طور پر نظر آتا ہے جو ہمیں زیادہ مستعدی اور اخلاق کے ساتھ کام کرنے کے قابل بناتی ہے کانٹ مغرب کئے ان چند ابتدائی لوگوں میں سے ایک تھا جھنوں نے روایتی ثبوتوں کی معتر بریت پر شک کیا اور

انھیں بیکار ثابت کیا اس کے بعد وہ کبھی بھی پہلے جتنے قائل کر لینے والے نظر نہ آئے۔

خدا کا تصور ربط کے فقدان کے باعث انتشار ہر ہی ملنج ہوتا ہے دلسفیوں اور سائنسدانوں نے اسے بچانے کی کوشش کی اس کی کوششیں بھی شاعروں اور الہیات دانوں کی کوششوں سے کچھ زیادہ بہتر ثابت نہ ہوسکیں وہ سب کے سب اپنے اپنے تخیلات میں محبوس تھے۔

خوش قسمتی سے روشن خیالی کے عدنے انسانیت کو بچپنے کی عمر سے نکلنے ک ےقابل بنادیا مذہب کی جگہ سائنس نے لے لی اگر فطرت سے لا علمی نے دیوتاؤں کو جسم لیا تھا تو فطرت کے علم نے انھیں تباہ کر کے رکھ دیا تھا خدا کے مذہب میں وحدانیت پرستوں نے صدیوں تک اصرار لیا تھا کہپ خدا محض ایک ہستی نہیں ہے وہ ہمارے تجربے میں آنے والے دیگر مظاہر جیسے وجود نہیںُں رکھتا تھا تاہم مغرب میں عیسائی علمائے دین کو خدائے کے متعلق ایسے انداز میں بات کرنے کی عادت ہوگئی تھی جیسے وہ عام چیزوں کی مانند موجود تھا انھوں نے خدا کی معروضی حقیقت ثابت کرنے کے لئے سائنس کو ہتھیار لیا تھا۔

آج ہمیں اپنی جانی ہوئی دنیا معدوم ہوپی لگتی ہے ہم کئی شعروں س ےجانتے ہیں کہ ہم ایسے ہتھیار بنا چکتے ہیں جو انسانیت و نابود کر سکتے ہیں سرد جنگ کے خاتمے کے بعد کی دنیا بھی پہلے جتنی بھی ہی خوفناک نظر آتی ہے ہم عالمگیر تباہی کے مکان کا سامنا کر رہے ہیں دو یا تین سپستوں کے بعد کرہ ارض کی آبادی اس قدر بڑھ جائے گی کہ ایک ان کے لئے خوراک کا بندوبست نہ ہوسکے گا ہزاروں لوگ قحط اور خشک سالی کے باعث مر رہے ہیں ہمارے صدیوں کے پہلے اجداد نے بھی دنیا کا خاتمہ بہت قریب محسوس کیا تھا تاہم یہ بھی لگتا کہ ہمارے سامنے ایک ناقابل تصور مستقبل کھڑا ہے آنے والے سالوں میں تصور خدا کیسا ہوگا کیا اس کے لئے کوئی لگہ ہوگی بھی یا نہیں گذشتہ چار ہزر برس دوران یہ حالات کے مطابق تبدیل ہوتا رہا ہے لیکن کچھ ترقی یافتہ ممالک میں بھی بہت سے لوگ اب یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ ان کا کام کی چیز نہیں ہے شاید خدا واقعی ایک ماضی کا تصور ہے انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے سیکولر سوچ رکھنیت والے افراد الحاد پرستی کو سائنسی دور میں انسانیت کے لئے ناگزیر خیال کیا۔

اس خیال کی حمایت میں کچھ شواہد موجود ہیں یورپ میں کلیسا خالی ہوتے جا رہے ہیں اب نئے مفکرین کے لئے الحاد پرستی کوئی قابل نفرت چیز نہیں رہی ماضیمیں ایک مخصوص تصور خدا کے نتیجہ میں پیدا ہوئی لیکن اب اس کا الہیات سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا ژاں پال سارتر نے انسانی شعور میں خدا کی شکل کے ایک سوراخ کی بات جہاں خدا ہمیشہ سے موجود تھا البتہ اس نے اصرار کیا کہ اگر خدا موجود بھی ہے تو تب بھی اس مسترد کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ خدا کا تصور ہماری آزادی کی راہ میں حائل ہوتا ہے روایتی مذہب بتاتا ہے کہ ہمیں خدا کے تصور انسان کے مطابق خود کو صدھالنا چاہیے لیکن ہمیں چاہیے کہ کہ انسان کو مجسم آزادی کو طور پر دیکھیں سارتر کا الحاد کوئی اطمینان بخش مسلک نہیں تھا لیکن دیگر فلسفیوں نے خدا کے غائب ہونے کو ایک مثبت آزادی خیال کیا۔

بنی نوع انسان خالی پن اور ویرانی برداشت نہیں کر سکتے وہ مذہب کے میدان میں سائنس کے پیدا کردہ خلا کو کسی اور نئے نظریے کے ساتھ پر کر دیں گے بنیاد پرستی کے معبود خدا کے کوئی اچھے متبادل نہیں ہیں اگر ہمیں اپنے نئے دور کے مطابق ایک نیا ولولہ انگیز عقیدہ تشکیل دینا ہے تو شاید ہمیں خدا کی تاریخ کا کافی گہرائی میں جا کر مطالعہ کرنا ہوگا۔